تاریخِ طبری کے ماخذ

کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ

تالیف

ڈاکٹر جواد علی

(سکریٹری المجمع العلمی العراقی بغداد)

ترجمہ

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

اُستاذ شعبہ عربی - دہلی یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

۱۹۸۰ء

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

© ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ——— ۱۹۸۰ء

137851

○

کتابت : حافظ محمد یونس صدیقی

سالِ اشاعت : ۱۹۸۰ء

تعداد : ایک ہزار

طباعت : جمال پریس، دہلی

○

○

قیمت 16 روپے

Marfat.com

فہرست

حرفِ آغاز : مترجم

تاریخ ماقبل الاسلام

روایات وقصص	۱۳
یمنی عناصر	۱۶
خط المسند	۱۸
آیام العرب	۲۰
علم الانساب	۲۱
دیوان العرب	۲۳
علم التفسیر	۲۴
مبتدأ	۲۶
قدیم سیرۃ	۲۹
ابن شہاب الزہری	۳۱
تاریخ الخلافہ	۳۲

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

مدینہ اسکول ۳۴
المدائنی ۳۷
صدر اسلام کی تالیفات ۳۹
تاریخ الطبری ۴۱
تفسیر طبری ۴۲
اختلاف الفقہار ۴۴
طریق اسناد ۴۷
اسناد اور مراجع کتابی ۴۹
طریق جمع الاصول ۵۲
شوالے کی رائے ۵۵
طریقہ محدثین ۵۷
روایات پر اعتماد ۵۹
الطبری اور ابن مسکویہ ۶۲
نظریۂ افادیت ۶۵
حولیات ۶۶
وقائع ۶۷
کلیسائی نظریہ تاریخ ۶۹
زمانۂ آغاز ۷۲
فارسی ترجمہ ۷۳

Marfat.com

الطبری کی آزاد روی ۷۶

فنِ سیرۃ ومغازی

وھب بن مُنبّہ ۸۷
کعب الاحبار ۱۰۰
محمد بن کعب القُرظی ۱۰۷
توراۃ وانجیل کے تراجم ۱۰۹
سیرۃ ابن اسحٰق ۱۱۱
سیرۃ کے نسخے ۱۱۸
سیرۃ کی تقسیم ۱۲۱
سیرۃ ابن اسحٰق میں اشعار کی حیثیت ۱۲۲
قواعد اسناد کی خلاف ورزی ۱۲۴
ابن اسحٰق کے شیوخ ۱۲۵
عبداللہ بن عباس ۱۲۶
ابن عباس کے تلامذہ ۱۳۰
سعید بن جُبیر ۱۳۲
ابنِ جُبیر کے تلامذہ ۱۳۴
سفیان بن وکیع ۱۳۴
الاعمش ۱۳۶

Marfat.com

ابن جُریج ۱۳۶
شعبہ بن الحجاج ۱۳۸

کوفہ : مدرسہ ابنِ عباس

مجاہد بن جبیر ۱۴۰
عکرمہ ۱۴۲
ابن ابی خیثمہ ۱۴۴
ابوکُریب ۱۴۵
ابو صالح باذام ۱۴۶
الحارث بن محمد ۱۴۷
السّدی ۱۴۸
محمد بن سائب الکلبی ۱۵۰
حسن بصری اور مدرسۂ ابن عباس ۱۵۲
قتادہ ۱۵۲
ابوالجلد ۱۵۳
اسناد صحابہ ۱۵۵
ابن بشّار ۱۵۶
السبیعی ۱۵۷

فارس کی تاریخ

ابن الکلبی ۱۶۲

Marfat.com

تاریخ طبری کے ماخذ

اسحٰق بن الجصّاص	۱۶۶
ابن المقفّع	۱۶۷
عیون الاخبار	۱۶۹
نہایۃ الارب	۱۷۰
الاصمعی	۱۷۵
ابوالبختری	۱۷۵
عامر الشعبی	۱۷۶
ابن القریہ	۱۷۸
غرر اخبار الفرس	۱۸۰
المقدسی	۱۸۳
آیین نامہ	۱۸۸
کتاب التاج	۱۸۹
کتاب مزدک	۱۹۰
موسیٰ بن عیسیٰ	۱۹۱
منظوم ترجمے	۱۹۲
ابو عُبیدہ	۱۹۴
علی بن سلیمان	۱۹۵
السکری	۱۹۵
ابن الاعرابی	۱۹۶

Marfat.com

حماد الراویہ ۱۹۷
عمر کسری ۱۹۹
الہیثم بن عدی ۲۰۰
سیف بن عمر ۲۰۱
ہشام بن عروہ ۲۰۲
السری بن یحییٰ ۲۰۴
عبیداللہ بن سعد الزہری ۲۰۵
یعقوب بن ابراہیم ۲۰۶
ابوروق الہمدانی ۲۰۶
المثنیٰ بن ابراہیم ۲۰۷
یزید الفقعسی ۲۰۸

تاریخِ روم

یونان کی وجہ تسمیہ ۲۱۲
کتابی روایات ۲۱۳
پادریوں کی تصانیف ۲۱۴
ابومعشر البلخی ۲۱۶

Marfat.com

حرفِ آغاز

"تاریخِ طبری کے مآخذ کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ" عربی زبان کے نامور عالم اور محقق ڈاکٹر جواد علی سکریٹری المجمع العلمی العراقی بغداد کے ایک طویل فاضلانہ مقالے کا محتاط ترجمہ ہے جو "موارد تاریخ الطبری" کے عنوان سے مجلۃ المجمع العلمی میں بالاقساط شائع ہوا تھا۔

اُردو زبان میں یہ ترجمہ ماہنامہ برہان دہلی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا اور اس سے اسلامی تاریخ کے طلباء کو خاص طور پر بہت فائدہ پہنچا، اس لیے اب اسے کتابی صورت میں بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس ترجمے کے بارے میں ابتدا ہی میں ایک لفظ "محتاط" استعمال کیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا غالباً خودستائی ہوگی۔

آج سے ۱۴-۱۵ سال پہلے میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کا عنوان "عربوں کی تاریخ نویسی ابتدائے اسلام سے آخر عہد بنی امیہ تک" (۱۳۲ھ) انتخاب کیا تھا۔ تاریخ کا عہد تدوین دوسری صدی ہجری کے اواخر سے شروع ہوتا ہے اس لیے علماء و محققین نے بھی بالکل ابتدائی عہد کو درخورِ التفات نہیں سمجھا۔ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے میں نے عربی کے علاوہ انگریزی مصادر کا مطالعہ بھی کیا اور

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

اسی مطالعے کے دوران مجھے یہ احساس ہوا کہ مسلمانوں کی تاریخ نویسی کے موضوع پر اُردو زبان میں مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے مقدمہ سیرۃ النبی کے سوا اور کوئی قابلِ ذکر مواد دستیاب نہیں ہے جبکہ پوری تاریخ اسلام کو سمجھنے کے لیے جس میں سیرۃ و مغازی بھی شامل ہیں، یہ موضوع بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اُردو زبان کی اس کم بضاعتی کا احساس کرتے ہوئے میں نے اُردو میں ترجمہ کرنے کے لیے ایک کتاب اور دو مضامین کا انتخاب کیا تھا تاکہ ان تراجم سے اس موضوع پر اوریجنل کام کرنے کا ذوق بھی پیدا ہو سکے۔ جوزف ہورووِتس کے مضمون کے ترجمہ پر مشتمل ایک کتاب "سیرۃ نبوی کی اوّلین کتابیں اور ان کے مولّفین" ۱۹۷۴ء میں ادارۂ ادبیات دہلی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسرا طویل مضمون ڈاکٹر جواد علی کا ہے جو اب مکتبہ برہان کے اشاعتی پروگرام میں شامل ہو کر آ رہا ہے۔ تیسری کتاب جو ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ کے خطبات کا اُردو ترجمہ ہے بشرطِ زندگی آیندہ پیش کی جائے گی۔

ادارۂ برہان سے میرا خلوص کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے ہمیشہ قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا برتاؤ کیا ہے۔ میں ان کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

نثار احمد فاروقی

شعبۂ عربی
دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی ۷

Marfat.com

روایات و قصص

عربوں کی تاریخ نویسی کے مصادر کا مسئلہ جب اس کا گہرا علمی تجزیہ اور وسیع مطالعہ کیا جائے[1] تو اُن کوششوں کے باوجود جو وسٹنفلڈ WUSTENFELD جیسے[2] بعض مستشرقوں نے عربوں کی تاریخ نویسی، عرب مؤرخین کے نظریات اور باہمی روابط کی نشان دہی کے سلسلہ میں کی ہیں، اور موضوع کی وضاحت کے باعث جیساکہ چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد عربوں میں تاریخ نویسی کے ارتقار کی داستان لکھنے والوں کو محسوس ہوتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کی نسبت پچھلی تین صدیوں میں اتنا واضح نہیں رہتا، خصوصاً پہلی صدی اور دوسری صدی ہجری میں ——
کیوں کہ اُس عہد کا جو مواد دستیاب ہوتا ہے اس میں ہم تاریخِ محض اور اُن روایات و قصص کے مابین تمیز نہیں کر پاتے جنھیں صالح تاریخی مواد کے نام سے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ واقع میں وہ قبائلی اساطیر اور سینہ بسینہ نقل کی ہوئی داستانیں ہوتی ہیں، جو عربوں میں عہد جاہلی سے چلی آرہی تھیں، اسی طرح کی کچھ روایات اِدھر اُدھر سے جمع کر کے اور ان میں کچھ گھٹا بڑھا کر، علمی تاریخ کا ہیولیٰ تیار

Marfat.com

کرلیا گیا جس نے دوسری صدی ہجری میں باقاعدہ تاریخ کا مرتبہ حاصل کرلیا۔

یہ بدعت صرف عربوں ہی میں نہیں ہے، کیوں کہ تاریخی مواد میں ایسی گڈمڈ اور تاریخی و نیم تاریخی مواد میں تمیز مشکل ہو جانے کا مسئلہ ہر متمدن قوم کے سامنے آتا ہے جب وہ اپنی تاریخ و سیر کو مدون کرنے کی کوشش کرتی ہے، جب کسی قوم نے اپنی تاریخ کی تدوین کا ارادہ کیا ہے تو یہ دشوار گذار مرحلہ بھی پیش آیا ہے یعنی اس مواد کا استخراج جس پر مورخ اپنے احکامِ تاریخی کی بنیاد گذاری کرے اور وہ مواد جو اُن مختلف ظروف و احوال کا زائیدہ اور اُن عواطف کا پیدا کردہ ہے جن سے ماضی میں یہ قوم گذری تھی —— میری مراد اُن روایات سے ہے جو مرورِ ایام کے ساتھ جمع ہوتی گئیں اور ہر زمانے کے شعری اور نثری سرمائے کی چاشنی بن گئیں۔ ان روایتوں کی اساس حماسی شاعری تھی جس سے اِن کے حفظ کرنے میں آسانی ہوئی پھر نثر کی باری آئی، جو شرح و توضیح کے لیے ان اشعار کا لازمہ ہے یہ نثر اپنی عمر کے اختلاف سے طویل یا مختصر ہوتی گئی۔ اسی مواد کو ہم قصص و اساطیر کہتے ہیں اور یہی ہر قوم کی تاریخ کا مبدا ہے ——
ہر چند اس مواد میں تاریخی اعتبار سے ہمیں کچھ فائدہ نہ ہو، لیکن کسی قوم کی عقلی نشو و نما کو سمجھنے اور اس کی نفسیات کو پڑھنے میں اس سے بہت مدد ملتی ہے۔ چنانچہ یہ موازنہ اور تخمین کے لیے بہت کارآمد

Marfat.com

ہے۔اسی سے تاریخ یونان شروع ہوتی ہے ، اسی سے ایران اور روم کی تاریخوں کا آغاز ہوا ہے ، یہی ہمیں ہومر، ورجل اور فردوسی کی شاعری میں ملتا ہے ۔

حماسی شاعری | زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ بھی اسی قبیل سے علاقہ رکھتی ہے ، خصوصاً عہد جاہلی کے جزیرۃ العرب کی وُہ تاریخ جو سماع اور روایت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے ۔ یہ قصص و اساطیر کی بنیاد پر مرتب ہوئی ہے اور اسے گنے چُنے لوگوں نے روایت کیا ہے، اس میں شاعری کو بہت نمایاں مقام حاصل ہے ، ایک قصّہ بھی اس شاعری سے خالی نہیں چاہے اس کی کوئی قومی مناسبت موجود نہ ہو۔ یہ دراصل اُن روایات کے ڈھیرے پر گھڑے گئے ہیں جو ایام العرب کے راویوں کا تھا۔ اسی لیے اِن میں اِبداع ، فکری گہرائی اور نظر کی تہ رسی نہیں ہے عام لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہی اُس زمانے کی تاریخ ہے اور بعد میں آنے والی نسلوں نے اِن قصوں کو راویوں سے قبول کر لیا پھر تو اکثر مورخوں اور مصنفوں نے کبھی بے چون و چرا اور کبھی تھوڑے بہت اعتراض کے ساتھ اِنھیں اپنی کتابوں میں درج کر لیا ۔ ؎۳

یہ صورتِ حال قبل از اسلام کے نجد اور حجاز اور تہامہ کے بارے میں تسلیم شدہ ہے ، لیکن یہ بات ہم اہلِ یمن کی نسبت نہیں سوچ سکتے جو متمدن اور ترقی یافتہ قوم تھی ۔ وہ بیرونی ممالک سے

Marfat.com

تعلقات اور استقرارِ دولت کی نعمت سے اس زمانے میں بھی بہرہ اندوز تھے جو ۱۵۰۰ء قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے۔ اِن لوگوں نے اپنے واقعات کو ہمارے لیے اس زمانے تک اور پھر زمانہ بعد از مسیح تک، پوری فنی مہارت کے ساتھ کامل حروف ہجائیہ میں رکارڈ کیا تھا۔ جی ہاں! اس سے بھی زیادہ ہمارا خیال ہے کہ نہ صرف اہلِ یمن بلکہ اہلِ مکہ و یثرب اور اہل طائف نے اس عہد میں بعض کتابیں بھی مرتب کیں جن میں زمانہ ماقبل اسلام کی تاریخ، ظہورِ اسلام، اور جزیرۃ العرب میں اس کے انتشار کی داستان اور اس سے جو فکری اجتماعی اور سیاسی سطح پر انقلابات رونما ہوئے، ان سب کی روداد تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس خیال کا تحقق دشوار ہے۔ چوں کہ یمن کی تاریخ بھی اسی نوعیت کی ہے، جس سے ہم بحث کر رہے ہیں، اس لیے اس کا اکثر مواد مصنوعی اور مبالغہ آمیز شعر و نثر پر مشتمل ہے جو اہلِ مکہ کے لہجے میں ڈوبا ہوا ہے۔ راویوں کا گمان ہے کہ انھوں نے یہ سرمایہ اپنے کہن سال بزرگوں سے پایا ہے اور وہ لوگ روایت کرنے میں دیانت دار اور سچے تھے۔

یمنی عناصر | اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ اساطیر و قصص کے علمبردار یمن ہی کے باشندے رہے ہیں۔ وہ صرف یمن ہی کی تاریخ سے آگاہی کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ تمام پچھلی امتوں کے کوائف سے واقفیت اور آسمانی کتابوں کے علم اور قدیم کتبوں اور زبانوں

Marfat.com

سے معرفت کے مدعی ہیں۔ یہ لوگ اپنی روایتوں پر کوئی ایسی دلیل بھی نہیں لاتے جو اُن کے دعووں کی تائید کرتی ہو، بلکہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رُواۃ قوتِ ابداع، فہم حقائق، نقد سلیم اور راست فکری سے بمنازل دور تھے حتٰی کہ اُن معاملات ومسائل میں بھی جو اُن کے اپنے عہد سے علاقہ رکھتے ہیں۔[1]

وہب بن مُنَبِّہ جیسے لوگوں نے اُن قصوں اور دیومالائی کہانیوں سے کتابیں بھر دی ہیں جنھیں اسرائیلی قصص سے حاصل کر کے عربوں کی اساطیر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی تو ان کے ہاں اِن حکایات کی اصل تک پہنچنے کے لیے صحیح علم کا فقدان ہی کھٹکتا ہے حالانکہ وُہ اپنی ملکہ اپنے اخلاف اور خاندان اور سارے صحابیوں کی علمی واقفیت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں نظر بظاہر انھیں روایات گھڑنے میں بھی تامل نہیں تھا جیسا کہ اُن کی طرف منسوب اکثر روایات اپنے منہ سے بول رہی ہیں۔ اس جعل کی ضرورت یہ تھی کہ وہ گذرے ہوئے اور آنے والے واقعات سے اپنی پوری واقفیت کا لوہا منوا سکیں۔ یہی حال اُن کے ساتھی کعب الاحبار اور ابن سلام کا ہے، جو اس خصوصیت میں اُن سے کم پایہ نہیں ہیں۔

یہ بات میں اس تصویر کے علی الرغم کہہ رہا ہوں جو بعض محدثوں نے اِن حضرات کی پیش کی ہے اور ان کی شخصیت کے گرد

Marfat.com

احترام و عقیدت کا ایک ہالہ کھینچ دیا ہے ۔ یہ اُن مناقب کے بھی خلاف ہے جو کتب الرجال کے بعض مصنفوں نے نہایت فیاضی کے ساتھ ان کے تراجم میں لکھے ہیں حالانکہ اُن مصنفوں نے ان سے کہیں زیادہ معتبر اور راست گو اشخاص کے بارے میں بخل سے کام لیا ہے[۵]

خط المسند | یہ کہنا تو مبالغہ ہو گا کہ تاریخ یمن کے جمع کرنے والے حضرات مثلاً عبید بن شریہ، وھب بن مُنبّہ، الشعبی، محمد بن کعب القرظی یا ہشام بن محمد بن السائب الکلبی قدیم حروف پڑھنا جانتے تھے۔ یعنی وہ حروف جنھیں خاور شناسوں کی اصطلاح میں غلطی سے حمیری رسم الخط کہا جاتا رہا ہے ۔ اور جنھیں عرب خط المسند کا نام دیتے تھے۔[۶]

اسی طرح یہ بھی غلو اور مکابرہ ہو گا اگر ہم کہیں کہ ان لوگوں کے سوا اور اشخاص خط المسند پڑھ لیتے تھے اور اسے صحیح طرح سمجھ لیتے تھے ۔ چاہے اس کی دلیلیں موجود ہوں جو بغیر اشتباہ ثابت کر دیں کہ لوگ اِن حروف (مسند) کی شکلیں پہچانتے تھے بلکہ انھیں لکھنا بھی جانتے تھے ، جیساکہ جمہرۃ النسب میں آیا ہے جو محمد بن الحبیب (متوفی ۲۴۵ھ) سے روایت کی گئی ہے یا مثلاً ابن الندیم کی الفہرست یا بعض دوسری کتابوں میں ہے کیوں کہ یہ بات قرین عقل نہیں ہے کہ صدر اسلام میں یہ کتابت

Marfat.com

سرے سے ناپید ہو جائے جب کہ اہلِ یمن اپنے اخبار انھیں حروف میں اور حمیری لہجے میں اُس زمانے تک مرتب کر رہے ہوں جو ظہورِ اسلام سے بہت زیادہ بعید نہیں ہے۔ اور جب کہ یمن کے حبشی حاکم ابرہہ (جس کا زمانہ ۵۴۳ء تک ہے) کی مرتب کردہ تاریخ بھی اس رسم الخط میں نہ ہو، نہ وہ کتبے جو دورانِ تلاش میں گلاسر کو ملے تھے اور جن کا زمانہ ۵۶۵ء تک کا ہے، اسلام سے بہت پہلے کے لکھے ہوئے ہوں۔

حتیٰ کہ ہم کہتے ہیں کہ اہلِ یمن نے خط مسند میں لکھنا ترک کر دیا تھا اور جب اسلام کا ظہور ہوا تو اُن کے پاس کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس خط کو لکھ پڑھ سکتا ہو، جس طرح یہ بات قرینِ عقل نہیں ہے کہ حمیری لہجہ اس زمانے میں بالکل ناپید ہو گیا تھا حتیٰ کہ راویوں نے مجبور ہو کر قومی کہانیوں اور اساطیر کی روایتوں پر قناعت کر لی اور اِن ہی متون کو چھوڑ دیا جن کی صحت میں شک کی قطعاً گنجایش نہیں تھی۔ پھر عدنانیوں اور قحطانیوں کی باہمی آویزش و پیکار کے باوجود طرفین کے راویوں نے ایک قبیلے کی فضیلت دوسرے پر ثابت کرنے کے لیے شعر اور قصّے گھڑنے کا سہارا ڈھونڈ لیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یمن کے رواۃ نے اِن نصوصِ مدوّنہ سے کیوں اعراض کیا، خواہ اس وقت اس کے وہ اسباب نہ رہے ہوں جو سرِدست ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

ایام العرب | قبائلی نظام نے جو جزیرۃ العرب کے سیاسی اور اجتماعی نظام کی اساس تھا، اپنے قبیلے کی یا اُن قبائل کی جن سے حلف یا نسب کا تعلق ہو، تاریخ روایت کرنے کا رواج پیدا کیا۔ اس رجحان نے ایام العرب کی شکل اختیار کر لی، اس میں مفاخر اور مدائح اور دُشمن کے مثالب ہوتے تھے۔ اِن ایام کی روایت میں شعر کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ ہر روایت میں ابیات و قصائد ضرور گھسے ہوئے ہیں جنھیں کبھی واقعہ سے مناسبت ہوتی ہے اور اکثر اکثر بے جوڑ ہوتے ہیں۔ اور اُن کا شمول ثانوی اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے گویا وہ اصل کی فروع ہیں سے کسی ایک فرع کی تشریح کے لیے آتے ہیں۔ اور کبھی وُہ ایسی بات ہوتی ہے جس کا وجود الایام کے راویوں کے نزدیک بقائے روایت کے واسطے ضروری ہوتا ہے حتیٰ کہ جب اشعار فراموش ہو جاتے ہیں تو اُن کے ساتھ وُہ روایات بھی مٹ جاتی ہیں۔

پھر یہ ہوتا ہے کہ کچھ نئے اشعار راویوں کے ذریعے اُن کے علم میں آتے ہیں جن کے بارے میں وُہ کچھ نہیں جانتے، یہ ناواقفیت مجبور کرتی ہے کہ وُہ اِن اشعار کی تفسیر کے لیے کوئی واقعہ گھڑ لیں اور قصص و حکایات وضع کریں، جو عوام النّاس میں پھیل جاتی ہیں اور سینہ بسینہ منتقل ہو کر کتب تاریخ میں بار پالیتی ہیں۔ یہ حال تو عربوں کی تاریخ کا تھا مگر کم و بیش یہی معاملہ دوسری اُمتوں

Marfat.com

کی تاریخ کے ساتھ پیش آتا ہے۔

قدیم راویوں کا ایک اور خاص ذوق تھا کہ وہ اپنی روایتوں میں اچھا خاصا عنصر اشعار کا شامل کر دیتے تھے۔ یہ بات تاریخ کی پرانی کتابوں میں سے کسی کتاب پر بھی ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے سمجھ میں آ سکتی ہے مثلاً کتاب التیجان فی ملوک حمیر جسے ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ) نے روایت کیا ہے۔ یا کتاب "اخبار عبید بن شریہ الجرہمی فی اخبار الیمن و اخبارھا و اشعارھا و انسابھا" یا کتاب نہایۃ الارب فی اخبار الفرس والعرب مؤلف عبدالملک بن قریب الاصمعی اور یہ روایات بہ استعمال شعر کے بارے میں، بہ نسبت اپنے پیشرو جامع اخبار مصنفوں اور ادیبوں کے زیادہ محتاط ہے یا مثلاً ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ جس نے ابن اسحٰق کی سیرۃ میں سے بہت سے اشعار چھوڑ دیے ہیں، یہی وہ کتاب ہے جس پر ابن ہشام نے اپنی کتاب السیرۃ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس ترک کے باوجود کتاب میں اشعار کی جو مقدار رہ گئی ہے وہ کل کتاب کے حجم کا پانچواں حصہ ہے۔ حتیٰ کہ طبری نے رسول اللہؐ کے عہدِ مدنی کے بیان میں (۱۳۱۴) اشعار درج کیے ہیں، حالانکہ یہ عام تاریخ کی کتاب ہے۔

علم الانساب | جب عصرِ اموی میں قبائلی عصبیت نے زور پکڑا تو علم الانساب کو فروغ ہوا خصوصاً دوسری صدی ہجری میں۔ اس علم کے ماہر

Marfat.com

نے اپنے نتائجِ علمی فصول وابواب میں تقسیم کر کے کتابوں میں جمع کیے اور اسے باضابطہ علم کی شکل دے دی پھر اس فن پر اپنا اجارہ کر لیا۔ ان نسابیوں کے سرگروہ محمد بن السائب الکلبی الکوفی (متوفی ۱۴۶ھ) ہیں جن پر متاخرین علمائے انساب نے اکثر اعتماد کیا ہے[۱۲] اور ان کتابوں سے نقل و روایت کیا ہے۔ افسوس کہ وہ اصل کتابیں ضائع ہو گئیں۔ ان کے صاحبزادے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی[۱۳] (متوفی ۲۰۴ھ) نے اپنے والد کی تحقیقات کو مرتب و مدوّن کرنے کی طرف خاص توجہ کی۔ اس کے دائرے کو وسیع کیا اور عوام تک پہنچایا۔ جس طرح اس کے پیشرو اور ہم عصر علماء نے تنظیم روایات کا کام کیا تھا۔ مثلاً ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید جس نے انساب اور واقعات، خصوصاً واقعات عراق اور فتوح[۱۴] کے سلسلے میں مہارت حاصل کی، یا عوانہ بن الحکم الکلبی[۱۵] (متوفی ۱۴۷ھ) جو کوفہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ یہ وہ ہیں جو اُن کلبی اقرباء سے اتصال کے باعث، جو شام میں آ بسے تھے، اور امویوں کے مقرب تھے، امویوں کے اخبار کا اچھا علم رکھتے تھے اور صاحبِ رائے بھی تھے، ہرچند وہ خود امویوں سے متوسل نہیں رہے مگر سیرتِ معاویہ و بنی امیہ کے سلسلے میں اُن کا شمار ثقات میں ہوتا ہے[۱۶]

مصادرِ اصلی سے رجوع کرنے اور وثائق مکتوبہ سے استفادہ

137851

Marfat.com

کرنے میں ہشام اپنے والد پر فوقیت رکھتا تھا، خصوصاً حیرہ کی تاریخ، خاندانِ مالکہ کے بادشاہوں اور تاریخِ ایران کا حال لکھنے میں اس نے یہی کیا ہے۔ ممکن ہے وہ فارسی زبان بھی جانتا ہو کیوں کہ اس نے اپنی علمی لیاقت اور صلاحیت کا ایسا اظہار کیا ہے جو فہمِ حقائق کے لیے ایک مورخ میں ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ اس کی ذات مطاعن اور تہمتوں سے بچ نہیں سکی جو اصحاب الحدیث[1] نے لگائی ہیں۔ خصوصاً اُسے مکار اور روایت میں جھوٹا بتایا ہے لیکن جدید تحقیق بتاتی ہے کہ عام طور سے اس کے مخالفین حق پر نہیں ہیں، اس نے تدوینِ تاریخ کے سلسلے میں بڑی اہم پیش رفت کی اور اُسے علمی اساس پر استوار کیا[2]۔

دیوان العرب علمائے لغت اور راویانِ شعر نے تدوین تاریخ کے میدان میں ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ چوں کہ شعر کو "دیوان العرب" کہا جاتا ہے، لہٰذا شعر کے ساتھ اُن کی مناسبات کا درس بھی شروع ہوا، جو اس کے لیے یا اس کے غوامض کی تشریح کے لیے، یا ایام و رجال یا متعلقات کے سلسلے میں بیان ہوتے تھے۔ اسی طرح کلماتِ غریبہ کی تحقیق اور لغوی تحقیق کا درس بھی اس میں شامل ہوگیا۔ یا امثال و لہجات کا یا آمکنہ و قبائل کا یا ایام و رجال کا بیان ہونے لگا۔

ان تشریحات کی وجہ سے بڑا زبردست تاریخی سرمایہ جمع

Marfat.com

ہوگیا۔ جس کی تاریخی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ اس نے مورخوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ حتیٰ کہ ادب کو تاریخ سے متمائز کرنا اور تاریخ وادب کے راویوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ بعض رجال مثلاً ابو عبیدہ (متوفی ۲۰۹ھ) الھیثم بن عدی (م ۲۰۹ھ) محمد بن حبیب (م ۲۴۰ھ) الاصمعی عبد الملک بن قریب (م ۲۱۶ھ) السکری بن سعید (م ۲۷۵ھ) وغیرہ۔ ادب و تاریخ کی ملانے والی کڑی سمجھے جانے لگے اور ادب و تاریخ کی اس درمیانی کڑی کی گرفت آج تک ڈھیلی نہیں ہوئی ہے چنانچہ ابھی تک اکثر رجال ادب کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔

علم التفسیر کچھ اور مواد نے بھی "تاریخ" کی تشکیل اور ارتقا میں حصہ لیا۔ انھیں میں علم التفسیر ہے جس کا بیشتر مواد ما قبل اسلام سے حاصل کیا گیا ہے جسے قدما کی اصطلاح میں "مبتدا" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ قسم ہے جو سیرۃ سے پہلے آتی ہے اور سیرۃ کی ابتدا پر تمام ہوجاتی ہے۔ انبیا و رسل کے بہت سے قصّے اور ان قوموں کے حالات جن میں وہ انبیاء مبعوث ہوئے تھے مفسّروں نے شرح کے ساتھ بیان کیے ہیں، حالانکہ قرآن میں ان کا ذکر اختصار سے ہوا ہے۔ ان قصّوں کا ابتدائی مواد حجاز میں، خصوصاً مدینے میں فراہم ہوا ہے پھر جو کچھ عراق میں ملا

Marfat.com

وہ مفسروں نے اس میں اضافہ کیا۔ جب کہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے بارے میں علم وسیع ہو گیا تو علماء کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو قیاس سے کام لینے لگی، اور اس نے چاہا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس جو کچھ معارف ہیں وہ تفسیر میں بھر دیں۔ پھر جہاں انھوں نے نقص پایا اُسے اپنے قیاس سے پورا کر دیا۔ یہ اکثر و بیشتر وہ قصّے تھے جنھیں ظاہری اعتبار پر قبول نہیں کیا جا سکتا تھا اور جو باہم متناقض تھے۔ یہ سب انھوں نے تفسیر قرآن کے لیے وضع کیے تھے ...."[21]

اِن قصّوں کو متقیوں کی ایک ایسی جماعت کی سرپرستی حاصل ہو گئی جس نے ان کو حاصل کیا اور عوام کے وعظ و تنبیہ کا موضوع بنا لیا، خیالی عنصر کا اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا جس سے یہ مواد پھیلتا چلا گیا، پھر اس میں زیبِ داستاں کے لیے کلی پھندنے لگا دیے اسی نے مغازی و حروب اور ملاحم اور قیامت کی پیشین گوئیوں کی شکل اختیار کر لی۔ اِن قصّوں میں زیادہ تر قیامت کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔[24]

قصّوں کے اس مواد نے عوام کے مذاق کو خاص طور سے اپیل کیا چنانچہ وہ بڑے اشتیاق کے ساتھ اِن قصّہ گویوں کے پاس جاتے تھے جنھوں نے مسجدوں میں اور راستوں میں اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے، یہاں وہ عموماً ایسے قصّے سناتے رہتے

Marfat.com

تھے جو اکثر حد معقول سے تجاوز کر جاتے تھے۔ تا آنکہ حاکموں کو ان قصاص پر پابندی لگانی پڑتی تھی اور علمار بھی اس کی نہی کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ: "تین چیزیں بالکل بے اصل ہیں، تفسیر، ملاحم اور مغازی"۔ [۲۵]

تفسیر کو شامل کرنے سے امام موصوف کی مراد یقیناً "تفسیر بالرائے" ہے اور بلا شبہ یہ تفسیر اسی ذیل میں آتی ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جسے صحابہ ناپسند کرتے تھے، اس سے پرہیز کرتے تھے بلکہ اس کی نہی کرتے تھے۔

مبتدار | چونکہ ہمارے رسولؐ خاتم الانبیار والمرسلینؑ تھے۔ قدرتی بات تھی کہ رسالت کی تاریخ اور رسولؐ کی سیرۃ مرتب کرنے کا خیال آئے اور ان انبیار و رسل کے حالات پڑھائے جائیں جو آپ سے پہلے مبعوث ہوئے تھے، ان کی نوعیتِ رسالت اور اس قوم کی حالت جس میں وہ بھیجے گئے تھے مرتب کی جائے۔ اس طرح تاریخ کا میدان وسیع ہوتا گیا اور تاریخ عام سے جا ملا۔ یہ اسباق تاریخ رسول و رسالت یا "سیرۃ" کا مقدمہ بن گئے۔ چونکہ اسے آسانی سے بدایۃ السیرۃ کہا جا سکتا ہے اسی لیے علمار نے اس کے لیے اصطلاح "مبتدا" یا "مبدار" وضع کر لی ہے [۲۶] یہ حسب عادت آدم کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے سیرۃ میں مربوط ہو جاتا ہے یعنی جہاں رسول اللہؐ کے نسب کا

Marfat.com

بیان پہلے آتا ہے۔ پھر عام طور سے سیرۃ میں ایک اور آمیزش کر دی جاتی ہے جسے ہم مغازی کہہ سکتے ہیں، یہ تیسری قسم ہے۔ اس پر تاریخ سیرۃ کا اتمام ہو جاتا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے بعثتِ رسول تک تاریخ عالم کا یہ ربط تاریخی فکر اور مفہوم میں بہت اہم ارتقار پر دلالت کرتا ہے اس سے مورخوں کا یہ شعور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تاریخ عربی کو ان بہت سے صفحات میں سے ایک صفحہ سمجھتے ہیں جن سے تاریخ عالم کی تکوین ہوتی ہے، یہ ممکن نہیں کہ یہ تاریخ دوسری قوموں سے بالکل الگ تھلگ رہ سکے۔ تیسری صدی ہجری میں وسیع تاریخی لٹریچر کے پیدا ہو جانے سے یہ نظریہ اور بھی مستحکم ہو گیا، جس میں قسم ثالث (مغازی) کا غالب حصہ تھا اسی کے ضمن میں تاریخ خلفاء، اسلامی فرقوں کی تاریخ، غیر مسلم امتوں مثلاً روما وغیرہ کے کوائف شامل ہونے لگے اگرچہ فی الواقع ہم اس کو مربوط منتظم تاریخی تدوین نہیں کہہ سکتے۔ ان اسباب کی بنا پر جنھوں نے اس زمانے کے رواجِ عام اور اندازِ فکر کی وجہ سے قیاس کو مقبول بنا دیا تھا۔ مثلاً فاصلوں کی زیادتی، دین کا اختلاف اور وہ جنگیں جو طرفین کے نظریات میں بُعد پیدا کر رہی تھیں حقیقتہً ہم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ اس نہج پر سب سے پہلے کس نے اپنی کتاب مرتب کی۔ لیکن محمد بن اسحٰق بن یسار (متوفی

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

۱۵۱ھ م ۷۶۸ء) سیرۃ نگاروں میں وہ پہلا مصنف ہے جس نے اپنی کتاب میں ان تین فصلوں یعنی (۱) مبتدا، (۲) بعثت (۳) مغازی کا اہتمام کیاہے۔ خاور شناس پروفیسر گب کا کہنا ہے کہ وہ اپنے پیشرو اور ہم عصر مصنفوں میں سب سے زیادہ وسیع افق ذہنی اور دائرۂ فکری رکھتا ہے کیونکہ اس نے صرف رسول اللہؐ کی تاریخ ہی مرتب کرنے پر توجہ مرکوز نہیں رکھی۔ بلکہ نفس نبوۃ کی تاریخ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس اچھوتے اسلوب میں وہ انھیں تین قسموں کو شامل کرتا ہے یعنی مبتدأ۔ یہ عصر جاہلی کی تاریخ ہے جو تخلیقِ کائنات کے ذکر سے شروع ہوئی ہے، اس کا بیشتر مسالا وھب بن منبہؒ اور عبرانی مصادر سے لیا گیاہے۔ پھر المبعث۔ یہ ہجرت کے پہلے سال تک بعثت نبوی کی تاریخ ہے۔ اِس کے بعد مغازی، جو رسول اللہؐ کے سالِ وفات تک کے حالات کو محیط ہے لیکن ہمارے خیال میں اس کا یہ اسلوبِ تالیف اچھوتا نہیں ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں ابن اسحاق نے وھب بن منبہؒ کے مؤلفات سے فائدہ اٹھایاہے جنھوں نے اِن تین قسموں کے التزام سے تاریخ رسل وانبیاء بیان کی تھی۔ وہ اسے سیرۃ کا مقدمۂ لازمہ اور رسالتِ رسول کا طبیعی تسلسل سمجھتے ہیں جو رسالتوں کے سلسلے کا خاتمہ بن کر آئی تھی۔

Marfat.com

وہب بن منبہ نے جو کتابیں تالیف کیں یا کرائیں [26] ان
میں کتاب المبتدا [27] یا کتاب المبدا [28] یا کتاب المبتدا والسیرة [29]
یا مبتدا الخلق [30] شامل ہے۔ اسی سے الثعلبی نے اپنی کتاب
قصص الانبیاء میں مدد لی ہے۔ وہ عبدالمنعم بن ادریس بن سنان
بن ابنۃ وہب بن منبہ (متوفی ۲۲۸ھ) کی روایت ہے [31]۔ کتاب
السیر اور کتاب المغازی بھی ان کی تالیفات میں سے ہیں [32]

طبری نے اپنی تاریخ میں کتاب المبتدا سے اقتباس
کیا ہے [33]۔ کبھی یہ اقتباس سیرۃ ابن اسحاق کے طریقے پر ہوتے
ہیں لیکن المبعث میں ابن اسحاق نے اس سے کچھ نہیں لیا۔ اس
کا ایک خاص سبب ہے کہ اس موضوع پر وہ انھیں مستند نہیں
سمجھتا۔ یا یہ کہ یہ علماء عمومی طور پر اسے قابل اعتبار سمجھتے ہوئے
بھی اس پہلو میں ناقابل استناد سمجھتے تھے۔ لیکن حکم میں یہ معیار
کفایت نہ کرتا۔ یہاں تتبع اور استقصاء کے بغیر چارہ نہ تھا۔ غالباً
اسی سبب سے وہب بن منبہ نے ان روایات میں سے بعض کی
ان اقسام نے اپنے بے نام شاید سیرۃ ابن اسحاق ہی سے حاصل کیے
انھیں عبدالمنعم بن ادریس نے وضع کیا یا کسی اور نے۔ اس پر
ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔

قدیم سیرۃ | پھر ان مؤلفات کی تحقیق کرنا بھی ضروری ہے [34]
جو عروۃ بن الزبیر بن العوام (متوفی مابین ۹۱ھ و ۱۰۱ھ)

Marfat.com

اور ابان بن عثمان بن عفان (متوفی ۱۰۵ھ)[٣٥] اور شرجبیل بن سعد[٣٦] (م ۱۲۳ھ) اور عاصم بن عمر بن قتادہ (م مابین ۱۱۹ھ و ۱۲۹ھ)[٣٧] اور محمد بن مسلم بن شہاب الزہری[٣٨] (م ۱۲۴ھ) و موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ)[٣٩] سے منسوب ہیں۔ ان حضرات نے سیرۃ اور مغازی میں متعدد کتابیں ترتیب دیں، جنھیں حوادث نے تاراج کر دیا اور اب ان کا کچھ نشان نہیں ملتا۔ بجزان چند اقتباسات کے جو بعض ان کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں جنھوں نے ان کو اپنا ماخذ بنایا تھا۔ یا بعض متفرق خطی اوراق یا رسالے، جیسے کچھ اوراق برلین کی لائبریری میں محفوظ ہیں جنھیں مستشرق سخاؤ نے دیکھا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ یہ موسیٰ بن عقبہ کی مؤلفہ کتاب السیرۃ کا ایک جزء ہیں۔ جو لوگ فن سیرۃ سے علاقہ رکھتے ہیں یا اس میں کچھ لکھتے ہیں یا اسے روایت کرتے ہیں انھیں اصحاب المغازی یا اصحاب السیر والمغازی یا صرف اصحاب السیر کہا جاتا ہے، تاکہ وہ نسّاب، اہل اخبار اور وقائع بیان کرنے والوں سے الگ پہچانے جا سکیں۔ ان کی اکثر کتابوں کے نام بھی ان تین قسموں پر رکھے گئے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ مبتدار کے بارے میں، یا سیرۃ پر یا مغازی پر فلاں کی کتاب ہے۔

علم السیرۃ کا مدینے میں فروغ پانا طبیعی تقاضا تھا، کیونکہ یہ دعوت اسلامیہ کا وطنِ اصلی رہا ہے اور یہیں سے اسلام پھیلا۔

Marfat.com

اس لیے سیرۃ نے بھی مدنی لباس پہن لیا اور اُن خصائص کی حامل ہوگئی جو اہلِ حجاز سے منسوب ہیں۔ یعنی حدیث کی طرف اُن کا میلان۔ پھر اس نے نقد سے ہٹ کر روایت مجردہ کی صورت اختیار کرلی اور اس میں خیالی گھوڑے دوڑائے جانے لگے۔ اس صورت حال کا غلبہ خلفائے راشدین کے عہد تک رہا اور عہدِ اموی میں بھی بالعموم پائی جاتی ہے لیکن عہد عباسی میں اسے اپنے مرکز میں پناہ نہ مل سکی۔ خلیفہ المنصور کے زمانے میں محمد بن اسحاق کی ہجرت کے وقت یا اس سے ذرا پہلے اسے زوال ہوا۔ یعنی مدنی علمائے سیرۃ کے حریف پیدا ہونے لگے۔ یہ لوگ نہ صرف بغداد اور کوفہ و بصرہ میں تھے بلکہ مصر میں بھی ظاہر ہوگئے تھے۔ یہ طبقہ ہرچند سیرۃ ابن اسحاق سے متاثر تھا، جو اہلِ مدینہ کے میلان کی نمایندہ ہے، لیکن عراقی رجحان نے بہت جلد فوقیت حاصل کرلی: جو نقد، ایجاد اور عقلیت پسندی کی طرف مائل تھا اور جہاں اُن روایات ماثورہ کی چھان پھٹک عقل کی چھلنی میں کی جاتی تھی جو اہل مدینہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

ابن شہاب الزہری | محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے ایک بڑا زبردست کارنامہ کیا جس کا مغازی اور تاریخ کی تشکیل پر بڑا گہرا اثر پڑا، یعنی وہ پہلا شخص تھا جس نے مختلف مصادر کی

Marfat.com

احادیث کا باہم مقابلہ کیا اور ان کے درمیان ربط پیدا کر کے انھیں ایک روایت کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہ پہلا قدم تھا جو تاریخ کے میدان میں جرأت کے ساتھ اٹھایا گیا۔ پھر اسے مورخوں نے روایاتِ تاریخیہ کے چھاننے کا معیار بنا لیا۔ اگرچہ بعد میں اسی عمل نے غیر معتمد علیہ راویوں کے لیے جعل سازی کا ایک نیا دروازہ بھی کھول دیا۔

بعد میں حوادث نے ثابت کر دیا کہ جب کبھی اس طریقے پر بطور نقد کچھ کہا گیا، یا معترضوں نے، جن میں اہلِ حدیث پیش پیش تھے، شبہات وارد کیے، تو یہ قدم ناگزیر ثابت ہوا۔ کیونکہ تجربات سے ثابت ہو گیا کہ تاریخ کے میدان میں اہلِ حدیث کے اصول پر کاربند رہنا اور کسی حادثے کے متخالف اجزاء کا تجزیہ اس طرح کر لینا کہ ہر جزا اپنی جگہ پر صحیح ثابت ہو جائے، ابدتک ممکن نہیں۔ یا متون کے بڑے حصے کو اس طرح جمع کر لینا کہ ان میں ترتیب و تنظیم کی خلاف ورزی اور مناقشہ یا رائے کا دخل نہ ہو، اور تاریخ کے وہ تقاضے پورے ہو جائیں جن کا ایک ایماندار مورخ سے مطالبہ کیا جاتا ہے، عملاً دشوار ہے۔

تاریخ الخلافہ دوسری صدی ہجری میں تاریخِ تحقیقات میں کچھ اور وسعت پیدا ہوئی جب خلافت اور خلفاء کی تاریخ لکھنے کی رو شروع ہوئی۔ اس سے پہلے بہت سی تالیفات "احداث"

Marfat.com

پر ہو چکی تھیں جنھوں نے تاریخِ خلافت مرتب کرنے والوں کو وہ سنجیدہ مواد فراہم کر دیا تھا جو عام تاریخ لکھنے کے سلسلے میں ضروری ہوا کرتا ہے اور ان کے سامنے ایسے نادر وثائق پیش کر دیے تھے جو عینی شاہدوں یا ان کے ملنے والوں سے حاصل ہوئے تھے۔ جب تدوین کا یہ رجحان اخباریوں اور احداث کا تعاقب کرنے والوں کے ذہنوں میں جوش کھانے لگا تو انھیں میں سے ایک جماعت نے اپنے مشاہدات و مسموعات کو ڈرتے ڈرتے قلم بند کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت جب یہ لوگ ضعف حافظہ اور جہل سے متہم ہونے لگے تھے، حالانکہ صرف حافظے پر اعتماد کرنا ہمیشہ سے ان کے دعاوئ فخر میں رہا تھا؛ اور تصنیف و تالیف کے شغل کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ [۱۴]

ممالکِ اسلامیہ میں عراق نے عہدِ اموی میں تاریخ الخلافۃ اور کتبِ احداث کی تدوین کے سلسلے میں تقریباً پہلا نمبر حاصل کر لیا تھا اور دوسرا کوئی ملک اس کا حریف نہیں بن سکتا تھا یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس نے مرکزِ خلافت سے بہت تھوڑے دنوں تمتع کیا تھا۔ امویوں نے اس کی تمرّد پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن دارالخلافہ کے باشندوں کے لیے اس کی تاریخ کی تدوین بالکل طبعی بات تھی کیونکہ وہ اور لوگوں کی بہ نسبت حکمت کے دائرے سے

Marfat.com

قریب اور اسرار امور سے زیادہ باخبر تھے۔ اہل شام پر لازم تھا کہ وہ اہل مدینہ کی طرح ہو جائیں کم سے کم وہ لوگ جو دار الخلافہ سے دور رہے، پھر بھی انھوں نے تاریخ خلافت سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کیا اور اُن کے رُواۃ برابر احداث کا تعاقب کرتے رہے۔ اگرچہ ان معاملات میں اُن میں سے اکثر کوتاہی ہوئی جو حجاز اور حجازیوں سے متعلق تھیں، یا خلافت کے وہ امور جن کا خاص تعلق دوسرے اسلامی خطوں سے تھا اور حجاز سے عمومی علاقہ رکھتے تھے؛ اسی لیے دار الخلافہ کے مکاتب تاریخ شام کے معاملات پر زیادہ توجہ نہیں کرتے، الاّ جہاں تک وہ حجاز سے متعلق ہوں اور مدنی روایت سچ پوچھو تو اہل شام کے حق میں جاتی ہی نہیں

مدینہ اسکول | مدینہ اسلامی سوسائٹی کا دھڑکتا ہوا دل تھا، یہی وہ شہر تھا جس نے اسلام کو پناہ دی اور اسے پروان چڑھایا، اس لیے اسے تاریخی اہمیت حاصل تھی۔ اس مرکز کے خاص اثرات حدیث و روایت پر پڑے۔ یہ تدقیق اور محافظت' کے لیے معروف ہوا۔ اس مرکز میں روایت کی محافظت حکومت کے شام کو منتقل ہو جانے کے بعد بھی رہی۔ وہ قریش کے طبقۂ اشراف کا صرف گہوارہ ہی نہیں تھا بلکہ ثقافتِ اسلامیہ کا مرکزِ روحی بنا رہا، یہاں تک کہ اس کی قیادت کا خاتمہ ایک اور شہر یعنی بغداد نے کیا۔ چنانچہ بغداد نے سیرۃ اور مغازی پر، جو خاص مدینے کے

Marfat.com

فنون تھے اور پھر حدیث پر بھی اپنا قبضہ جمالیا۔

حکومت کے ساتھ عدم اتفاق کے باوصف، اہلِ مدینہ تاریخ الخلفاء کے موضوع پر برابر توجہ کرتے رہے۔ کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے لیڈروں کا مستقبل اس سیاست عامہ سے وابستہ تھا جس نے خلافت کا رُخ شام کی طرف کر دیا تھا لہٰذا وہ لوگ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، دوسرے ممالک اسلامیہ مثلاً عراق یا خراسان کی بہ نسبت شامی سیاست میں زیادہ متوجہ رہتے تھے پھر جب خلافت عراق کو منتقل ہوئی تو ان کی توجہ بھی ادھر مرکوز ہو گئی اور راویوں کے نزدیک ملک شام کی ثانوی حیثیت رہ گئی۔ جو کتابیں رواۃ مدینہ پر اعتماد کر کے لکھی گئی ہیں یا جن پر اس مدرسۂ فکر کا اثر ہے مثلاً سیرۃ ابن اسحاق یا ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن صاحبؒ کتاب المغازی (م ۱۷۰ھ) کی تالیفات یا واقدی وغیرہ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ کے پاس تاریخ خلفاء کے سلسلے میں بڑا وافر مواد موجود تھا اور ان کے پاس قلمی دستاویزیں بھی تھیں جو انھوں نے یا ان کے ہم عصروں نے مختلف ذرائع سے حاصل کی تھیں۔ نیز انھوں نے خلفاء کے واقعات، والیوں اور بڑی ولایتوں کے حاکموں، یا غزوات روم وغیرہ کی خبریں حولیات (رسالانہ وقائع) کی شکل میں جمع کی تھیں اور انھیں زمانی ترتیب کے ساتھ سال بہ سال مرتب کیا تھا۔[۵]

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

یہ جو کچھ ہم نے مختصراً بیان کیا، محدود دائرے میں اور صرف موٹی موٹی بنیادی باتوں کے بارے میں تھا، لیکن عام طور سے علمائے اہلِ مدینہ کی رغبت موضوعات مجرّدہ اور تحقیقاتِ عامّہ کی طرف زیادہ تھی وہ نہ تفصیلی تحقیق میں جانا پسند کرتے ہیں نہ ذاتی رائے کا دخل گوارا کرتے ہیں۔

یقیناً اہلِ شام میں ایسے راوی موجود تھے جنھوں نے فتوحات کی اور شام میں امویوں کی تاریخ، اور اُن وقائع کی تاریخ جو امویوں اور اُن کے مخالفین کے درمیان پیش آئے تھے، مرتب کی تھی۔ دلائل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دمشق اور عراق میں عصرِ اموی میں وثائق و دستاویزات دستیاب تھیں[1]۔ یہ بھی بخوبی ممکن ہے کہ متاخر تاریخ نگاروں نے انھیں اپنا ماخذ بنایا ہو، پھر وہ ضائع ہوگئیں، شاید سیاست کو بھی اس میں کچھ دخل رہا ہو، اس نے فراخیٔ حوصلہ کا ثبوت نہیں دیا اور انھیں نظر انداز کردیا چنانچہ البلاذری کی تصانیف میں ہم ایسے وثائق کے حوالوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ عوانۃ الکلبی جو کوفہ میں رہنے کے باوجود اہلِ شام سے ربط و ضبط رکھتا تھا اور شامی امور میں طبری اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اُسے اِن امور میں خاصی بصیرت حاصل تھی۔ اکثر مواقع پر طبری نے اس کی اور ہشام الکلبی کی روایات میں، جو اہلِ عراق کا نقطۂ نظر پیش کرتی ہیں، موازنہ

Marfat.com

کیا ہے۔ ہم ابن ہشام الکلبی کی مؤلفات میں بھی شامی روایات کا اثر پاتے ہیں۔ خصوصاً عوانہ کے طریق پر۔ کیونکہ شامیوں کے معاملے میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ اس کی طرف داری کا رجحان بالکل نمایاں ہے[۴۵]

قدمار مؤرخین میں جو خصوصیت بالکل نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ کہ ان میں سے اکثر اصحابِ حدیث تھے، چنانچہ وہ اپنی تصانیف میں موضوعات تاریخ سے بحث کرتے ہوئے بھی اسلوبِ محدثین کی پیروی کرتے تھے، اسی لیے "اسناد" کا طریقہ تیسری صدی ہجری کے آخر تک بہت اہتمام سے جاری رہا۔ حتیٰ کہ محدثوں کی ایک جماعت نے ابن اسحٰق جیسے بعض مورخوں پر یہ جرح کی ہے کہ وہ اسناد کے معاملے میں بے پروائی برتتا ہے[۴۶]

المدائنی | المدائنی (متوفی ۲۲۵ھ ۸۴۰ء) جو بصرہ اسکول کے مشہور راویوں میں سے ہے، رواۃِ کوفہ و مدینہ اور ابو مخنف کی درمیانی راہ چلا ہے، جو اپنی شدت اور حدیث کا سختی سے اتباع کرنے میں معروف ہیں، اور اس ڈگر سے ایک سوت ہٹنا نہیں چاہتے، اس نے اُن سے عراقی روایات حاصل کیں، اور مذاہب اہلِ مدینہ کے متماثل اصول نقد پر انھیں قبول کیا، اور اس طرح ایک اہم ماخذ اپنے بعد آنے والے مورخوں کی تصانیف کے لیے فراہم کر گیا[۴۷]

Marfat.com

المدائنی کو بصرہ اور خراسان کی تاریخ سے بطور خاص دلچسپی تھی، اس لیے طبری نے جہاں کہیں ان دونوں مقامات کے بارے میں لکھا ہے، اس کی روایتوں پر اعتماد کیا ہے، ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ عباسیوں کے نقطۂ نظر سے متاثر تھا اور اسی موثر کے تحت اس نے سقوط دولت امویہ اور قیامِ دولتِ عباسیہ کا حال لکھا ہے۔[۱۴]

مؤرخین بصرہ کا اسکول المدائنی سے اور اہلِ مدینہ کے انداز سے متاثر ہوا، اور یمن سے تجارتی تعلقات کے باعث صنعانیوں سے بھی اثر قبول کیا جو اساطیر اور اسرائیلیات کے لیے معروف ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ بہ حیثیتِ مجموعی یہ کوفہ اسکول سے حدت میں نسبتہً کم، مذاہب محدثین سے بمقابلہ اہلِ کوفہ کے زیادہ قریب اور امویوں سے تعصب رکھنے میں اُن سے خفیف ہے۔

اہلِ حدیث، اہلِ اخبار اور اہل تاریخ کے طریق روایت میں ہم جو مشابہت پاتے ہیں، اسے خاورشناسوں کی ایک جماعت نے، جس نے عربوں میں فنِ تاریخ نویسی کے ارتقاء پر ریسرچ کی ہے، یہ کہہ کر دور کرنا چاہا ہے کہ تاریخ دراصل علم حدیث ہی کی پیداوار ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عربوں کی تاریخ سیرۃ اور مغازی سے پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ سیرۃ و مغازی کی کتابیں،

Marfat.com

کتب حدیث کے بعد پیدا ہوئی ہیں، اور یہ حدیث ہی کے ابواب میں سے ایک باب ہیں، ان مستشرقین کی دلیل اپنے قول پر یہ ہے کہ کتب تاریخ، حدیث کی کتابوں کے بعد ظاہر ہوئی ہیں اور عربوں کو بداوت کے زمانہ میں کتب تاریخ کی تدوین کا خیال نہیں آسکتا تھا۔

صدرِ اسلام کی تالیفات | ہم مصادر تاریخِ طبری کے مطالعے کے دوران میں دیکھیں گے کہ اس رائے پر دلیلیں کمزور ہیں، تاریخ اور حدیث کے طریقِ روایت میں تشابہ اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ تاریخ، حدیث ہی کی ایک فرع ہے، ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ تاریخ، حدیث سے زیادہ قدیم ہے، لوگ پہلے بھی وقائع جمع کرتے تھے، اور انھیں تاریخ الماضیین کا نام دیتے تھے پھر خلفاء کے حدیث کی طرف میلان نے انھیں ادھر متوجہ کر دیا۔ اس موضوع پر کتابیں بھی مرتب ہوئیں جو افسوس ہے کہ ضائع ہوگئیں، بالکل اسی طرح جیسے حدیث کی اکثر کتابیں جو عہد اموی میں تالیف ہوئی تھیں، اب ناپید ہوچکی ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ وہ روایت جو صدر اسلام کے عربوں کو ترجمہ و تصنیف و تالیف سے بالکل نابلد بتاتی ہے اور صدر دولتِ عباسیہ کو عربوں کے علم و ثقافت کا مبدا قرار دیتی ہے، ایسی روایت ہے جس میں سیاسی مقصد غالب ہے اور اسے پروپیگنڈے نے وضع کیا ہے، غالباً

Marfat.com

تاریخِ طبری کے مآخذ

یہی پروپیگنڈا تاریخ کی اُن کتابوں کے ضائع ہونے کا ذمّہ دار ہے جو اس خلافت کے قیام سے پہلے لکھی گئی تھیں۔

ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ اسلام کے وقائع پر جو کتابیں لکھی گئیں اور جو کتابیں دولتِ اُمویہ کے زمانۂ اقتدار میں مرتب ہوئیں یا جو کتابیں خلفاے بنی امیہ کے ایما سے تالیف کی گئیں یا بعض خاندانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے اُن کے قبیلے کی مدح میں تصنیف ہوئیں، اُن کے ساتھ وہی سب کچھ ہوا جو تمام انسانوں اور تمام قوموں میں ہوتا آیا ہے، جو لوگ تاریخ عربی کو اس کے سوا کسی اور نہج پر موڑنا چاہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ انسان بہرحال انسان ہے اور اس کی تاریخ بھی انسان ہی کی تاریخ ہے نہ اس سے کم ہو سکتی ہے نہ زیادہ۔

تیسری صدی ہجری میں کچھ ایسے مورخ پیدا ہوئے جنھوں نے اُس رجحان کو محسوس کر لیا جو مدّت سے ذہنوں میں پرورش پا رہا تھا، یعنی دنیا کی ایک عام تاریخ لکھی جائے جس میں پچھلے مواد سے استناد کیا جائے اور اس مواد سے بھی جس کے بارے میں ہم اصل موضوع یعنی تاریخ طبری کے مآخذ سے بحث کرتے ہوئے وضاحت کریں گے۔

چنانچہ تاریخِ عام کے موضوع پر ایسی کتابیں ظاہر ہوئیں جو آغازِ آفرینش سے شروع ہوتی ہیں، پھر ان میں دوسری

Marfat.com

قوموں کی تاریخ، خصوصاً روم اور رومیوں کی، بالاختصار بیان کی گئی ہے، لیکن زمانے نے ان میں سے اکثر کو ضائع کر دیا۔ مؤرخوں کی معلومات اس سلسلہ میں کافی نہیں تھیں، یہ کتابیں فہم تاریخی کی حقیقی صلاحیت پر بھی دلالت نہیں کرتیں، پس جو کچھ تاریخ عالم کے ذیل میں لکھا گیا، وہ تاریخ کے مرادی معنوں میں "کون و خلق" کا بیان نہیں تھا، پھر یہ تاریخ تمام اقوامِ عالم کی سرگذشت سے بھی کچھ زیادہ سروکار نہیں رکھتی، بلکہ مؤرخوں نے تاریخ اسلام کے سلسلے میں اپنی آگاہی کا حصر کرنے کی کوشش کی ہے[۴۹]

تاریخِ طبری | بہترین کتاب جو زمانے کے تھپیڑوں سے بچ گئی اور جو متفرق موضوعات مثلاً لغت و ادب، سیرۃ، تاریخ احداث، تاریخ الخلفاء، تفسیر و حدیث وغیرہ کی جامع ہے اور ان کے بارے میں قابل استناد مواد رکھتی ہے اور یہ سارا مواد اُس نے اپنے اندر سمو لیا ہے، نیز ہمارے لیے اُن کتابوں کے اقتباسات بھی محفوظ کر لیے ہیں جنھیں زمانے نے فنا کر دیا۔ وہ کتاب "تاریخ الامم والملوک" یا تاریخ الرسل والملوک یا اخبار الرسل والملوک ہے جو ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی تالیف ہے[۵۰] اس میں مؤلف نے مختلف تاریخی روایات نہایت ہنرمندی اور سلیقے کے ساتھ جمع کی ہیں۔ ہر روایت کو اس کے ناقل کی طرف منسوب کیا ہے اور حاشیہ آرائی کا کام قاری پر چھوڑ دیا ہے کہ

Marfat.com

چاہے وہ حق میں فیصلہ کرے یا خلاف کرے۔

الطبری نے اپنی کتاب کی ہر فصل میں جن مراجع پر بھروسا کیا ہے اُن میں کچھ تو وہ زبانی روایات ہیں جو کہن سال بزرگوں سے اُسے پہنچیں، اور کچھ ان روایات کی بنیاد پر لکھی ہوئی تالیفات ہیں جن سے الطبری نے فائدہ اٹھایا —— اس طرح اُس نے بہت سے مصادر سے اپنی کتاب کا مواد فراہم کیا ہے اور اُن مصادر کو باہم مربوط کرنے میں، نیز اپنی تاریخ سے قبل لکھی ہوئی کتابوں سے واقفیت حاصل کرنے میں اُس نے غیر معمولی مہارت کا ثبوت دیا ہے، اسی طرح اُس نے اپنی دوسری کتابوں میں، مثلاً تفسیر موسومہ "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں جو تیس جلدوں کی ضخیم کتاب ہے یا اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں اسی قدرت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ جس سے علوم میں اس کے تبحر اور وسعتِ معلومات، اور اس کام میں دیدہ ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہی خصوصیات وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر علماء اس کی کتابوں کو وقعت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

تفسیر طبری تفسیر الطبری معلومات کا ایک ایسا بھرپور خزانہ (انسائیکلو پیڈیا) ہے، جو اس کے علم و فضل کی گواہی دیتا ہے، اس کی تالیف میں اس نے "تفسیر بالعلم" کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ اس نے یا تو صحابہ اور

Marfat.com

تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا ہے۔ یا جو کچھ ان سے منسوب ثابت ہوا ہے، اس کی نظر میں صحیح تفسیر کی یہی علامت ہے "تفسیر بالرائی" سے وہ اجتناب کرتا ہے اور ایسے مفسروں پر جو ملامت کی جاتی ہے اس سے خود کو محفوظ رکھتا ہے، اس لیے اس کی تفسیر اسانید اور روایات کا ایک سلسلہ ہے جو علماء سے منتقل ہوا ہے، چناں چہ جب اس نے اُن کے امکانِ روایت پر پورا اطمینان کر لیا ہے تب انھیں اپنی تفسیر میں مدوّن کر دیا ہے[۵۵]۔ البتہ وہ ان کے بارے میں اپنی رائے بھی تعلیقات کے طور پر صراحت سے پیش کرتا ہے اور اس معاملے میں وہ ابن عباسؓ[۵۶] کی روایات کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہے۔

الطبری آیاتِ قرآنی کے ظاہری معنوں کو دیکھتا ہے، اگر وہ واضح ہوں تو کبھی اس میں کتر بیونت نہیں کرتا، اگر کچھ مبہم ہوں اور تعبیر کا مطالبہ کرتے ہوں تو وہ قدیم روایات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ اسلاف نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے[۵۷]۔ یا پھر لغت سے مدد لے کر ان کا ابہام دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لیے قدیم شاعری کے شواہد سے یا ایسی اسناد سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ ابن عباس کیا کرتے تھے[۵۸]۔

یہی سبب ہے کہ تفسیر الطبری میں بہت سے وہ لغوی

Marfat.com

مسائل بھی آگئے ہیں جن میں کوفے اور بصرے کے نحویوں کا اختلاف رہا ہے اور بہت سی وہ اہم اور نادر مثالیں بھی اُن اختلافات کی محفوظ ہوگئیں جو کوفیوں اور بصریوں میں تھے۔[59]

طبقۂ علماء میں اس تفسیر نے بڑی شہرت حاصل کر لی، حتیٰ کہ ابو الاسفرائینی (متوفی ۴۰۶ھ) کا یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ "اگر کسی شخص نے ملک چین کی آخری حد تک ابن جریر کی تفسیر حاصل کرنے کے لیے سفر کیا تو یہ کچھ بڑی بات نہیں[60]" اس تفسیر کی شہرت نے تقریباً اجماع کا مرتبہ حاصل کر لیا یا اس کے برابر سمجھی جانے لگی۔ اس میں شک نہیں یہ کتاب مواد سے پُر ہے، حوالوں سے مالا مال ہے اور بہت سے معارف کو محیط ہے، نیز اس میں ایسے مآخذ کے اقتباسات موجود ہیں جو کسی دوسری کتاب میں اتنی کثرت سے نہیں ملتے، لیکن یہ حقیقت ہمیں اس امر کے اظہار سے نہیں روکتی کہ اس میں تقلید کا پہلو تجدید پر بھاری ہے، اور مواد کا حصہ رائے پر غالب ہے۔ نیز اس میں مثبت تنقید اور اس اجتہادی نظر کا بھی فقدان ہے جو مسائل کی تہ تک پہنچ جاتی ہے[61]

اختلاف الفقہاء | الطبری نے اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں بھی یہ رویہ اختیار کیا ہے، وہاں اس نے فقہاء کے اقوال کو اس طرح پیش کیا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واقعات

Marfat.com

کی کھتونی بنانے کا کتنا حریص ہے، اس سے فقہ میں اس کی وسعت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے دوسری کتابوں میں غلطی کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے، لیکن اس نے اس میں طریقہ اسناد پر سختی سے کاربندی نہیں کی ہے نہ وہ قواعد روایت کا پورا پورا پابند رہا ہے چناں چہ وہ صاحب قول کا نام نقل کرنے کے بعد بے تکلف اس میں اضافہ بھی کر دے گا مثلاً کہے گا: وقال أبو ثور یا وقال الأوزاعی یا وقال مالک بن أنس، پھر قول کے آخر میں اس کے راوی کی نشان دہی کرے گا۔ مثلاً: حَدَّثَنِیْ بِذٰلِكَ الْعَبَّاسُ عَنْ أَبِیْهِ عَنْهُ یا "حُدِّثْتُ بِذٰلِكَ عَنْ مُعَاوِیَةَ عَنْ أَبِیْ إِسْحٰقَ عَنْهُ" یا "حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الرَّبِیْعُ" لیکن وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں اس طریقے کی پابندی نہیں کرتا[۶۳]۔ اور ابو ثور[۶۴] کے اقوال کی نسبت اس نے اسناد کا قطعاً التزام نہیں کیا ہے[۶۵]۔ محدثین کی نظر میں اس کا یہ عمل جرأت کا نشان سمجھا جاتا ہے، یہ بجائے خود اس صدی میں بہت بڑی تبدیلی تھی جو رونما ہوئی، اس کتاب میں جن رجال سے اس نے روایت کی ہے اُن میں یونس بن عبد الاعلیٰ (متوفی ۲۶۴ھ) بھی ہیں۔ یہ مصر کے ممتاز عالم اور فقیہ تھے[۶۶] اور امام شافعی کے رواۃ میں سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الطبری اُن سے قیام مصر کے زمانے میں متعارف ہوا ہو گا۔ الطبری نے مالک

Marfat.com

بن انس رح کے اقوال کی روایت میں انھیں پر بھروسا کیا ہے وہ دو طریقوں سے روایت کرتا ہے: طریق اشہب عن مالک اور طریق عبداللہ بن وہب (متوفی ۱۹۷ھ) جو مالک کی سنن اور موطا[۶۷] نیز دوسری کتابوں کے روایت کے طریقے ہیں۔ اور اس نے اپنی کتاب میں کچھ ایسے ٹکڑے بھی دیے ہیں جو مالک رح کی دوسری معروف کتابوں میں نہیں ملتے اور ان اقتباسات سے امام مالک رح کے مذہب کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ بظاہر الطبری سحنون متوفی ۲۴۰ھ) کی کتاب "المدونۃ الکبریٰ" سے بے خبر ہے[۶۸] حالانکہ یہ فقہ مالکیہ کی اہم کتابوں میں سے ایک ہے، یہی سبب ہے کہ اس کتاب کا کوئی اقتباس الطبری کے ہاں نہیں ملتا[۶۹]

الطبری نے الاوزاعی کی فقہ روایت کرنے میں جس سے شہر بیروت میں قیام کے زمانے میں وہ متعارف ہوا ہوگا۔ دو عالموں پر اعتماد کیا ہے، یعنی العباس بن الولید بن مزید (متوفی ۲۶۹ھ)[۷۰] عن الاوزاعی اور معاویہ عن ابی اسحق الفزاری اور اسی معاویہ سے الطبری نے سفیان الثوری کے اقوال لیے ہیں، گو وہ بھی فی الجملہ الاوزاعی ہی کے اقوال ہیں[۷۱] اور ایک دوسرے شیخ سے جن کا سلسلہ روایت یوں ہے: علی عن زید[۷۲]۔ ان کے اقوال اکثر ایک ہی روایت میں آتے ہیں اور ان میں شاذ ہی اختلاف ہوتا ہے[۷۳]

لیکن امام الشافعی رح کی فقہ اس نے اپنے شیخ الربیع بن سلیمان

Marfat.com

المرادی (متوفی ۲۷۰ھ) سے حاصل کی ہے اور اُن سے الطبری زمانہ قیامِ مصر میں ملا تھا۔ لیکن امام الشافعی کی کتاب الاُم کا کوئی حوالہ تاریخ الطبری میں نہیں آیا، اس سے یہی متبادر ہے کہ وہ اس کتاب کے نام سے واقف نہیں تھا۔[۵۶]

امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (متوفی ۱۸۲ھ) اور محمد بن الحسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) جو مذہبِ حنفی کے کبار رجال میں سے ہیں، ان کی فقہ کا علم اس نے زیادہ تر الحسن بن زیاد اللؤلوی (متوفی ۲۰۴ھ) یا اُن کے تلامذہ سے اور ابو سلیمان الجوزجانی ("الجزجانی") سے جو محمد بن الحسن کی کتابوں کے راوی ہیں، حاصل کیا تھا۔ اُن کے اکثر اقوال الطبری نے اسناد کے ساتھ پیش کیے ہیں۔

طریق اسناد: جتنا تساہل کتاب اختلاف الفقہاء کی اسناد میں ملحوظ رکھا گیا ہے اُتنا ہی اہتمام اور تشدد ہمیں "کتاب الامم والملوک" کی اسناد میں ملتا ہے، جس میں اہل الحدیث کے طریقے پر روایت کی پختگی پائی جاتی ہے۔ چناں چہ اس میں حوادث کا آغاز پہلے سند کے ذکر سے ہوتا ہے مثلاً کہے گا: "مجھ سے بیان کیا ابن حمید نے، کہا مجھ سے بیان کیا سلمہ نے، کہا مجھ سے بیان کیا محمد ابن اسحاق نے اُن سے نافع نے ان سے ابن عمر نے، کہا ....." یا "ہم سے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے، کہا ہم سے بیان کیا ایوب بن سوید

Marfat.com

نے ان سے الاوزاعی نے، کہا ہم سے بیان کیا اسماعیل بن عبداللہ نے کہا انس بن مالک الولید بن عبد الملک کے پاس آئے تو الولید نے ان سے کہا..."

یہ صیغے محدثین میں بہت مقبول رہے ہیں، کیونکہ یہ متصلۃ السند ہیں اور ان میں کوئی فصل یا قطع نہیں ہے۔ وہ بھی ساری کتاب میں اسی طریق پر چلا ہے، سوائے ایک دو مقامات کے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے وہ واقعہ اس سلسلہ روایت سے اخذ نہیں کیا۔ بلکہ یا تو اس نے بعض کتابوں سے اخذ کیا ہے یا اجازۃ بالروایۃ کے طریقہ پر لکھی ہوئی کتب سے لیا ہے۔ چناں چہ ایسی روایتوں کا ذکر کیا ہے، جو محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہیں اور ایسی روایات میں وہ محدث کا نام اکثر گول کر جاتا ہے، مثلاً "فلاں سے بیان کیا گیا.... اس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا......" یا "فلاں سے بیان کیا گیا، اس نے کہا...." ان صیغوں کو اس نے تاریخ ایران میں بہت استعمال کیا ہے اور یہ نسبتہً ہشام بن کلبی کے اقوال سے زیادہ ہو گیا ہے۔[۱] یہ ظاہراً اس نے ہشام کی کتابوں سے اخذ کیا ہے ورنہ وہ دوسرے مقامات پر اُن راویوں کے نام بتاتا ہے۔ جنھوں نے اس سے بیان کیا ہو، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔

اور اپنی کتاب کے آخری اجزاء میں اس نے ایسے صیغے

Marfat.com

استعمال کیے ہیں: "مجھ سے میرے دوستوں میں سے کسی نے بیان کیا....." یا "مجھ سے میرے دوستوں کی ایک جماعت نے بیان کیا....." یا "ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس نے بچشم خود دیکھا تھا....." یا "مجھ سے بیان کیا جماعت اہل..... نے یا مجھ سے "باخبر لوگوں کی ایک جماعت نے بیان کیا جس نے ایسے شخص سے روایت کیا جو موقع پر موجود تھا....." یہ ایسے صیغے ہیں جو یقیناً سند میں تساہل کی غمازی کرتے ہیں اور لازماً اس کا کچھ سبب رہا ہوگا۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان صیغوں کو وہ اپنی تاریخ کے آخری حصوں میں استعمال کرتا ہے، یعنی اُن حوادث کے بیان میں جو اس کے زمانے سے کچھ پہلے یا اُسی کے زمانے میں واقع ہوئے۔ شاید اس نے اپنے راوی احباب کی مرضی سے ہی ایسا کیا ہو یا اُن لوگوں کے خوف سے جو اُن حوادث میں شامل تھے جن حوادث کا سیاست عامہ سے علاقہ تھا۔

اسناد اور مراجع کتابی اور کبھی اس نے ایسے صیغے بھی استعمال کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا خود مؤلفوں نے بلاواسطہ اس سے بیان کیا ہوگا۔ مثلاً "ابن الکلبی نے کہا....." یا "محمد بن اسحٰق نے کہا....." یا "الواقدی نے کہا....." وغیرہ یہ ایسے صیغے ہیں جو زمانۂ آخر کے مصنفوں کے ہاں استعمال ہوتے ہیں

Marfat.com

جنھوں نے سلسلۂ اسناد کی پابندی نہیں کی یا سختی سے سند روایت پر کاربند رہنا اُن کی عادت نہیں رہا۔ مثلاً احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (متوفی ۲۷۹ھ ۸۹۲ء) اپنی گراں قدر کتاب انساب الاشراف[۷۹] میں کہیں تو سند کی پابندی کرتا ہے۔ کہیں یہ التزام چھوڑ دیتا ہے اور فی الواقع اُن اوّلین مورخوں میں سے ہے جنھوں نے سیرۃ کے پھیلے ہوئے مواد اور دوسرے مصادر کے بیانات میں توافق پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ اُن کا اختلاف دور ہو کر وہ ایک استوار روایت بن سکیں[۸۰]

چونکہ روایت کا یہ طریقہ الطبری نے اپنی تاریخ کے لیے پسند کیا، اور روایت میں کتابوں کے ناموں کا بالالتزام ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ راوی کا نام ہی اس کتاب کا قائم مقام ہو گیا ہے، اس طریقے میں جو غلطیاں ہیں ان کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں الطبری اپنے اُن مراجع کتابی کا ذکر کرنے سے اعراض بھی کرتا ہے جن پر اس نے بھروسا کیا ہے۔

اس نے صرف معدودے چند مقامات پر اس قاعدے سے روگردانی کی ہے، مثلاً جہاں اس نے عمر بن شبۃ البصری الاخباری[۸۱] (متوفی ۲۶۲ھ) کی روایت سے ایک حکایت بیان کی ہے یہ اخبار میں متعدد کتابوں کا مؤلف ہے۔ جن میں کتاب الکوفہ، اور کتاب مکہ بھی شامل ہیں۔ اس کی تالیفات طبری کے مآخذ

Marfat.com

میں شامل ہیں اور وہ اُن کے اقتباس دیتا ہے، "مجھ سے عمر نے ایک دوسرے موقع پر اپنی کتاب میں بیان کیا جس کا نام اُس نے کتاب اہل البصرہ رکھا ہے اور کہا ...." ۸۲

اگرچہ ایسے مقامات ان اصولوں کی نسبت جن پر اپنی تاریخ الرسل والملوک" میں الطبری کاربند رہا ہے، شاذ ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔

الطبری کے اس طریقے سے ریسرچ کرنے والوں اور مآخذ اصلی سے رجوع کرنے والوں کو بہت گھاٹا رہا کیونکہ طریقۂ اسناد میں جہاں کچھ خوبیاں ہیں، چند بُرائیاں بھی ہیں، چنانچہ بہت سے مشائخ جن کا الطبری نے اپنے اسانید میں ذکر کیا ہے، ان کی کئی کتابیں ہیں، یہ پتا نہیں چلتا کہ اُن کی کون سی کتاب سے اُن کا قول نقل ہوا ہے۔ پھر کتابوں کے نام چھوڑ جانے سے علم کا بھی نقصانِ عظیم ہوا ہے، کیونکہ اس طرح ہم اس قیمتی علمی سرمائے سے محروم رہ گئے، اگر وہ نام بتا دیتا تو یہ ممکن تھا کہ اس سے ہمیں اُن مخطوطات کی کھوج میں مدد ملتی، اور اس میراث علمی سے زیادہ واقف ہو جاتے جو ہمارے لیے ثقافت عربی نے چھوڑی تھی، اب تو جن کتابوں کے نام ہم جانتے ہیں وہ اُن کتابوں کی نسبت تعداد میں بہت ہی قلیل ہیں جن کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے، اور جو مفقود ہو گئیں۔

Marfat.com

طریق جمع الاصول | چوں کہ صدر اسلام کی تاریخ دوسرے ادوار کے مقابلے میں زیادہ حساس تھی، اور اس میں ایسی روایات کی بھرمار ہے جنھیں راویوں کے ذہنی رجحان، یا وقتی سیاست یا نقطۂ نظر اور فہم کے اختلاف نے پیدا کیا ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ نزاع و اختلاف کا گڑھ بن گیا ہے، الطبری کے لیے جو ایک غیر جانب دار مؤرخ تھا۔ یہ ناگزیر ہوا کہ وہ "جمع الاصول" کے طریقے کا اتباع کرے۔ اور ان روایتوں کو ایک جگہ جمع کر دے پھر اُن کی تدوین ایسی صورت میں کر دے کہ اسناد کے رجال پر اُن کی ذمہ داری راجع ہونے لگے۔

میں کہتا ہوں کہ اس نے ہر روایت الف سے ی تک ویسے ہی پیش کر دی ہے۔ جس صورت میں اُسے اپنے شیخ سے پہنچی تھی۔ پھر دوسری روایت جس صورت میں پہنچی اس نے بیان کر دی، اسی طرح تیسری روایت نفسِ حادثہ کے بارے میں جیسی ملی داخلِ کتاب کر لی وعلیٰ ہٰذا۔ روایات کے اس طرح جمع کرنے سے قاری کو ایک واضح فکری راستہ مل جاتا ہے جس سے وہ اُن نقطہ ہائے نظر کا اختلاف سمجھ سکے جو ایک ہی حادثہ کے سلسلہ میں پیش آتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ ان مختلف آرار میں موازنہ کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکے اور نفس موضوع کے بارے میں ایجابی نظریہ اخذ کر سکے۔ اگرچہ الطبری خود اس

Marfat.com

راستے پر نہیں چلا، بلکہ وہ تو صرف حدیث کی روایت کر دیتا ہے اور اس کے محدث سے منسوب کر دیتا ہے، لیکن جب وہ کسی مختلف فیہ موضوع پر آتا ہے تو درمیان میں اختلافِ نظر کا بیان بھی کر دیتا ہے، مثلاً ان لفظوں میں اختلاف کی طرف اشارہ کرے گا: "مگر فلاں نے اس قول کے خلاف بات کہی، اس نے کہا ......" یا "مگر فلاں یہ کہتا ہے" یا "اس نے اس سے مختلف بات کہی، جو فلاں شخص نے مجھ سے بیان کی تھی......" یا "لیکن الکلبی محمد بن السائب کہتا ہے جو مجھ سے الحارث بن محمد سے محمد بن سعد نے اس سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد نے کہا...." یا "ابو اسحٰق نے کہا ہم سے فلاں نے بہ روایت فلاں یہ کہا......."

پھر الطبری اختلافی مقامات میں تطابق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اس سے نمٹتا ہے، تو پھر متن کی طرف لوٹ جاتا ہے، جہاں سے بات قطع کی تھی، پھر عبارت کو کسی ایسے اشارے سے شروع کرتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ اب نئے سرے سے ابتداء کر رہا ہے، مثلاً کہے گا: "یہ حدیث فلاں حدیث کی طرف راجع ہے...." وہ اکثر متون کو ایک دوسرے میں ملا دیتا ہے اور روایات کو گڈمڈ کر دیتا ہے، پھر بعد میں اس کا اقرار کر لیتا ہے: "دخل حدیث بعضھم فی بعض"

Marfat.com

اس طریقے سے پڑھنے والا بہت اُلجھ جاتا ہے اور اصلی حادثے کو بھول جاتا ہے اس کا ذہن اصل سے ہٹ کر فروع کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ ایسا مغالطہ الطبری نے متعدد جگہ پیدا کیا اس نے ضمنی مسائل کی طرف اپنی توجہ بہت زیادہ ملحوظ رکھی ہے یا اُن اشخاص کی طرف جن کا نفسِ روایت سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، اور جن باتوں کی تشریح کرنی چاہیئے تھی اُن سے آنکھ بچا جاتا ہے، اور اُن چیزوں کو بھول جاتا ہے جن کا صُلبِ موضوع سے براہِ راست علاقہ تھا۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ہے کہ الطبری نے جدید روایات کے فراہم کرنے اور ترتیب دینے میں جس شوق و حرص کا مظاہرہ کیا ہے، اس کا اعتراف کرنا بھی واجب ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حادثے کے بارے میں بہت سی روایات فراہم کرنے کا شوقین تھا، اب ان میں کبھی وہ ایک کو دوسری سے پہلے جگہ دیتا ہے، کبھی روایاتِ وارده کے مشترک مفہوم میں تطابق پیدا کر کے ایک روایت بنا لیتا ہے[۳۳]۔

جب وہ راویوں کے نقطہ ہائے نظر میں اختلاف کا ذکر کرتا ہے اور ان کی روایتوں کو لکھتا ہے، تو اس کے ساتھ کبھی کبھی ایسے جملے بھی لکھ جاتا ہے جو اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً: "قال أبو جعفر: واختلف السلف من اهل العلم في ....."

Marfat.com

یا ذکر مَنْ قالَ ذلک ..... فقالَ بعضُہُم ..... وقد وافق قولُ مَنْ قال .... وقالَ آخرون ..... قال أبو جعفر وقدْ وافقَ قولُ مَنْ قالَ ....“ یا اسی طرح کے دوسرے جُملے۔

لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ حوادث کے بارے میں وہ اپنی رائے ظاہر کرے اور اُن کا گہرا اساسی تجزیہ پوری صراحت سے پیش کرے۔ کتاب کی اسناد میں جو بعض ایسے مقامات آئے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے متعدد روایتوں کا نقد کیا ہے مثلاً: ”قال أبو جعفر والصّحیحُ عندَنا فی ذالک .....“ یا ”أنا أشُکُّ فِی ذلک“ یا ایسے جملے جو نقدِ روایت یا ترجیح کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مثلاً: ”وقد زعم بعضُہم“ یا ”قیل“ یا ”یقول“ — مگر اسے جدید معیار تحقیق سے ”نقد“ نہیں کہا جا سکتا، خصوصاً ایسے مواضع اس کتاب کے عام رجحان کی نسبت بہت کم بھی ہیں۔ یہ ہمیں اُس صراحت کی یاد دلاتے ہیں جو الطبری نے اپنی تفسیر کے صفحات میں، آثار و روایات کے نقد میں برتی ہے اور وہ بات اس تاریخ میں کم پائی جاتی ہے، اس کے برعکس وہاں یہ روایات زیادہ واضح اور بھری پڑی بھی ہیں۔ یہ غالباً دونوں کتابوں کے موضوعات کے طبعی اختلاف کا اثر ہے جس نے یہ تفاوت پیدا کیا ہے[۱۲]۔

شوالے کی رائے اسی باعث مستشرق شوالے SCHWALLY الطبری کے طریقۂ تاریخ نویسی کو اہل الحدیث کے طریقے پر شمار

Marfat.com

کرتا ہے، جو اس باب میں منفرد طریقہ ہے۔ کیونکہ اس کا رجحان فنی نقطۂ نظر کے ماورا ہے، مگر وہ اس نقص کی تلافی کتاب کو باعتبار مراجع و مصادر مالدار بنا کر کر دیتا ہے، جن سے تحقیق میں مدد ملتی ہے اور جو دوسری کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتے اور یہی بات تاریخ طبری کے مرتبے کو محققوں کی نظر میں بلند کر دیتی ہے، اور یہاں ہم خاص طور سے اُن اہم فصول کا ذکر کریں گے اور بعض ان کتابوں سے بحث کریں گے جو ابھی تک نہیں چھپی ہیں اور ان کے چھاپنے والوں کو تحقیق میں مدد ملے گی۔[۴۰]

تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایک ذمہ دار مؤرخ کے لیے تاریخ نگاری میں زبانی روایات پر بھروسا کرنا مناسب نہیں ہے، خصوصاً اس زمانے کی تاریخ کے بارے میں، جس میں وہ خود زندہ ہے، یہ تو ہو سکتا ہے کہ راوی متحقق ہو، سچا ہو، اور دیانت دار ہو، لیکن وہ اپنے کسی خاص رجحان سے متاثر بھی ہو سکتا ہے یا وہ بغیر تحقیق کے واقعات کو اخذ کر سکتا ہے، یا راوی نے اخذِ روایات میں جس شخص پر بھروسا کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے قول میں صادق نہ ہو، یا حادثے کے بارے میں وہ کسی خاص رجحان سے متاثر یا منفعل ہو، یا اس نے خبر کو جس طرح سمجھنا چاہیے تھا سمجھا نہ ہو، اسی وجہ سے صحابہ اپنے علم و فضل کے باوصف ایک ہی خبر کے بارے میں اختلاف فہم و ادراک کے لحاظ سے اختلاف

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اسی لیے اصل دستاویزوں، کتبوں اور کتابوں کی طرف رجوع کیے بغیر چارہ کار نہیں ہے، اور اصول نقد کا استعمال بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ ابن الکلبی کا عمل اس بارے میں الطبری کے طریقے سے بہت مختلف تھا، اور ایسا بہت کم مورخوں نے کیا ہے، یعنی وہ خود کنیسوں اور دیارات میں جاتا تھا اور کتابوں کے بارے میں پوچھ تاچھ کرتا تھا؛ اس معیار سے الطبری کی تاریخ کا دوسرا حصہ کمزور معلوم ہوتا ہے، یعنی وہ حصہ جو اس زمانے کی تاریخ پیش کرتا ہے جس میں خود مورخ زندہ ہے، کیوں کہ صرف روایات پر اعتماد کرنے کا رجحان ہی کافی نہیں ہو سکتا۔ خلفاء کے محلوں کے رجسٹر، دفتروں کے ریکارڈ اور وہ دستاویزیں بھی دیکھنا ضروری ہیں جنھیں رجالِ سیاست و تدبیر نے مدوّن کیا تھا[56]۔

اگرچہ الطبری کی یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے شروع میں ختم ہو گئی تھی، مگر فی الواقع تیسری صدی کی تالیفات کا آخری نمونہ پیش کرتی ہے، وہ صدی جو تالیف میں روایتِ عربیہ اور اسلوبِ عربی کی پختگی کے سلسلے میں زیادہ واضح ہے اور حقیقت میں تنہا یہ کتاب تاریخ نگاری کے ایک عہد کے خاتمے کی علامت اور دوسرے انقلابی دور کے آغاز کا اشاریہ ہے۔

طریقۂ محدثین الطبری ایک محدث تھا اور اس نے اپنی علمی زندگی کا آغاز درسِ حدیث سے کیا تھا، چنانچہ وہ جمعِ روایات

Marfat.com

تاریخ طبری کے ماخذ

تاریخی میں اور اُن کے نقد کے معاملے میں طریقۂ محدّثین سے متاثر تھا، وہ ماثور روایات جمع کرتا تھا اور انھیں اُن کے مصدرِ اصلی تک اسناد کے ساتھ مدوّن کرتا تھا۔ مثلاً کوئی شیخ جس پر وہ اعتماد کرتا ہو یا کوئی گواہ جو حادثے میں شریک رہا ہو یا اس کے بارے میں علم رکھتا ہو یا کوئی کتاب جسے اُس نے اسنادِ متصلہ کے ساتھ پڑھا ہو یا سنا ہو، یا اجازت لی ہو، یا اہلِ بادیہ کی کسی جماعت سے، یا دوسرے شہروں سے آنے والوں سے۔ جنھوں نے حادثے پر وثوق کیا ہو۔ چنانچہ فنِ نقد یعنی جرح و تعدیل۔ اور اس نے مسلمانوں میں ترقی کر کے باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ زیادہ تر راویوں کی ذات سے متعلق ہو کر رہ گیا تھا۔ مؤرخ کے نزدیک راوی کا ایک اعتبار و منزلت رہے اس کے مرویات کا نہیں: اس طریقے نے عصورِ اسلامیہ کے اخبار کے سلسلے میں تو صحت کی ضمانت کر لی لیکن یہ ماقبل اسلام کی تاریخ کے سلسلے میں صحت کی ضمانت کرنے میں ناکام رہا۔ اور یہ حصّہ جدید مؤرخ کی نظر میں عربوں کی تاریخ کا ضعیف ترین حصّہ بن گیا۔[۳]

اس کے علاوہ الطبری کے اس طریقے نے نصوصِ تاریخیہ کے محفوظ کرنے میں بڑا اہم احسان کیا خصوصاً بعض فصلیں یا وہ اکّا دکّا حادثے جو آج "کان" کی خبر بن کر آتے ہیں۔

تاریخ الرسل والملوک ایک ایسا حیرت انگیز کارنامہ ہے

Marfat.com

جو اپنے مؤلف کی وسعتِ معلومات اور غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتا ہے، بعد میں آنے والے مصنفوں میں کوئی بھی جمع و تحقیق کا جدید معیار پیش نہیں کر سکا۔ ان متاخر تاریخ نگاروں میں مختلف روایتوں کے جمع کرنے کا وہ شغف نظر آتا ہے جو ہم الطبری کے ہاں دیکھتے ہیں، ان تاریخ نگاروں کے ایک گروہ نے کچھ ایسی چیزیں البلاذری سے اخذ کی ہیں جن کا ذکر الطبری کے ہاں نہیں ملتا۔ لیکن اس پر بھی انھوں نے الطبری سے اضافہ کیا ہے، بلکہ اکثر اوقات وہ وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں الطبری نے ختم کیا ہے۔ اور اس معاملے میں بھی الطبری کو فضیلت حاصل ہے۔

روایات پر اعتماد لیکن تاریخ نگاری میں الطبری کا مذہب اور حوادث کے سلسلے میں اس کے نقطۂ نظر کا ادراک اس کی کتاب کا مقدمہ پڑھ کر ہو سکتا ہے۔ ہم اس مقدمے میں اُسے ایک ایسے عالم کے روپ میں دیکھتے ہیں جو حفظِ روایت کا شوقین ہے۔ روایتوں کو جمع کرنے اور انھیں ترتیب دینے کا اہتمام کرتا ہے، اور عملی فائدے کی طرف اس کا رجحان نہیں ہے، اسی لیے اس کا نقطۂ نظر دوسرے راویوں کے نقطہ ہائے نظر میں دب کر رہ گیا ہے اور راویوں کی بہتات میں وہ ظاہر نہیں ہو پاتا۔ الطبری نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ممالک اسلامیہ کی سیاحت میں بسر

Marfat.com

کیا تھا۔ وہ علاقے جو مشرقِ قدیم میں اسلامی ثقافت کے مراکز تھے اور اُس نے اُن شہروں کی زیارت بھی کی تھی، جن کے آس پاس دنیا کے قدیم ترین شہروں کے آثار موجود تھے، اسی لیے اس نے اپنی تاریخ ایک شاہدِ عینی کی طرح لکھی ہے مگر اس نے جو تاریخ قدیم مدوّن کی ہے اس میں جتنا وہ مواد ہے جو دوسروں کے ہاں نہیں ملتا۔ وہ اس نے اپنے مشاہدات سے نہیں لکھا ہے نہ ان کھنڈروں کا ذکر کیا ہے جن سے وہ گذرا تھا یا جن کے بارے میں لوگ کہانیاں سنایا کرتے تھے، اسی لیے وہ ہمیں کم از کم حیرہ یا واسط کے حالات بھی نہیں بتاتا ہے۔ نہ کسی دوسرے اسلامی یا جاہلی ملک کے حالات لکھتا ہے نہ ان نے ان شہروں کی تاریخ میں سے کچھ مدوّن کیا ہے جن سے وہ گذرا تھا، اس معاملے میں وہ المسعودی کا نقیض ہے جس نے اپنی کتابوں میں مشاہدات بھی قلم بند کیئے ہیں خواہ وہ غیر منظم اور منتشر ہی ہیں، اس سے فی الواقع معلومات کی گردآوری کا اشتیاق اور ان کے ادراک کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے جو ایک مؤرخ کے لیے واجب ہے اور نقد کا میلان بھی پایا جاتا ہے جو تاریخ کے اہم مستلزمات میں سے ہے، وہ ان قبیلوں کی عادتوں کا ذکر کرتا ہے جن میں وہ گیا تھا، اُن کے عقائد اور ادیان بتاتا ہے، اُن کی اجتماعی رسموں کا اور عجیب وغریب باتوں کا بیان کرتا ہے۔ یہ سب باتیں

Marfat.com

الطبری کو متوجّہ نہیں کرتیں نہ وہ ان سے متاثر ہوتا ہے۔

الطبری روایات کا شائق ہے اور انھیں اُن کی دوسری سکلوں کے ساتھ پیش کر دیتا ہے، یہ امر وہ قاری کے لیے چھوڑ دیتا ہے کہ اُن مختلف روایتوں سے جو نتیجہ چاہے اخذ کر لے اور جس روایت کو چاہے صحیح سمجھے، اس کے نزدیک استنباط اتنا اہم نہیں جتنی تعلیم تاریخ اہم ہے، یہ اس کا فلسفہ ہے اور یہی اس کا نقطۂ نظر ہے، یہ اس کے ایک قول سے واضح ہوتا ہے:

"اور ہماری اس کتاب میں ناظرین دیکھیں گے کہ میں نے جو کچھ یہاں ثبت کیا ہے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ وہی اخبار ہیں جو مجھ سے روایت کیے گئے اور میں اُن کا بیان کرنے والا ہوں، یا وہ آثار جن کے راویوں کی اسناد میں نے جمع کی ہیں، غیر اس سے کہ عقلی دلیلوں سے ان کو سمجھا جائے یا غور و فکر سے استنباط کیا گیا ہو، سوائے چند مقامات کے۔ جب کہ اخبار ماضین کا علم یا اپنے زمانے کی خبریں ان لوگوں سے پہنچی ہیں جنھوں نے ان کا مشاہدہ نہیں کیا نہ ان کا زمانہ وقوع پایا۔ بلکہ مخبروں اور ناقلوں کے ذریعے سے آئی ہیں اور ان میں عقلی استخراج یا فکری استنباط سے کام نہیں لیا، اس لیے اگر میری اس کتاب میں کوئی ایسی خبر آئے جسے ہم نے

Marfat.com

اگلے لوگوں سے نقل کیا ہے، اور جن کے تسلیم کرنے سے آج کا قاری ابا کرے یا وہ سامع کو اچنبھے میں ڈال دیں اس لیے کہ اُن کی صحت معروف نہیں یا معنی میں حقیقت نہیں، تو جان لینا چاہیے کہ اس میں (صحت یا صداقت) ہم سے پہلے ہی سے نہیں ہے اور بعض ناقلوں نے اُسے ہم تک پہنچایا ہے اور ہم تک جس شکل میں یہ روایت پہنچی تھی ہم نے جوں کی توں بیان کر دی ہے"[۵۹]

الطبری اور ابن مسکویہ یہ تاریخ کے معاملے میں الطبری کی رائے ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے کا موازنہ ایک دوسرے مؤرخ کی رائے سے کیا جائے جو اگرچہ الطبری کے بعد کے زمانہ کا ہے، لیکن یہ اختلاف زمانہ دو آدمیوں کے مابین موازنہ کرنے سے منع نہیں کرتا — یہ مؤرخ ابن مسکویہ ہے جس نے الطبری کی تاریخ سے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس تاریخ کے راوی ابنِ کامل سے اس کی روایت کی اجازت حاصل کی ہے۔

ابنِ مسکویہ کی نظر میں تاریخ ایسے مدوّن تجربات کا نام ہے جو اسلاف پر گذرے اور یہ اچھا ہے کہ اخلاف اُن سے آگاہ ہوں اور انھیں پڑھیں اور پیش آنے والے حوادث سے نپٹنے میں انھیں اپنا امام بنائیں:

"کیوں کہ دنیا کے معاملات ایک جیسے ہیں اور احوال

Marfat.com

بھی یکساں ہیں اور انسان نے جو کچھ محفوظ کیا ہے وہ گویا اس کے تجربات ہیں، جو اس نے دوسروں تک پہنچائے ہیں اور اس طرح بیان کیے ہیں گویا وہ اس سارے زمانے میں خود زندہ رہا ہے اور ان احوال سے خود گزرا ہے۔ انسان نے اپنے ان احوال کا ایک باخبر کی طرح سواگت کیا ہے اور اُن کے وقوع سے پہلے اُن کا عرفان حاصل کر لیا ہے، اور انھیں اپنا نصب العین اور مینی فیسٹو بنا لیا ہے۔ اس نے اُن سے مقابلہ کرنے اور دشواریوں پر فتح پانے کے لیے اپنے تئیں تیار کیا ہے ۔ کوئی امر اپنے وقوع سے پہلے واضح نہیں ہوتا، اس لیے وہ انھیں ایک ایسے اجنبی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا جسے ہر نئی پیش آنے والی مصیبت پریشان کر دیتی ہے، یا ہر جدید حادثہ دہشت زدہ بنا دیتا ہے۔" ۹۰

اور اسی نظریۂ تجربات کے پیشِ نظر ابن مسکویہ نے زمانہ قبل اسلام کی تاریخ میں اختصار سے کام لیا ہے اور صرف وہی باتیں اخذ کر لی ہیں جن میں کوئی فائدہ یا موعظت ہے، یا وہ کچھ سکھاتی ہیں، یا وہ باتیں جن کا تعلق شہروں کی عمارتوں یا سیاسات سے ہے۔ اس نے رعایا کے اقوال، اور فوج کی نبات کی اصلاح، یا جنگ

Marfat.com

کے حیلے، لوگوں کے مکروفریب، یا جو ترکیبیں دشمن کے لیے اختیار کی گئیں یا وہ جو کرنے والے ہی کے گلے پڑگئیں، یا اُن اسباب کا ذکر جن سے کسی قوم نے اقتدار کے زمانے میں پیش قدمی کی یا وہ احوال جن کی وجہ سے دوسرے پیچھے رہ گئے ـــ اور ان سب باتوں کے پیش کرنے سے اس کا مقصد یہ ہے کہ علمِ تاریخ وزیروں اور سیاست دانوں کے لیے اور ارباب حل وعقد کے لیے ایک سبق بن سکے۔ وہ کہتا ہے:

"اسی لیے میں نے یہ کتاب جمع کی ہے اور اس کا نام تجارب الامم رکھا ہے۔ اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے اور سب سے زیادہ بہرہ مند ہونے والے اور حظ حاصل کرنے والے وزیر، اور فوجی لوگ، سیاست داں، اور امورِ عامّہ وخاصّہ کے معتمدین ہیں، پھر انسانوں کے سارے ہی طبقات ہیں، اور سب سے کم فائدہ اٹھانے والے بھی اسے تدبیر منزل کی باتوں سے اور دوستوں کے قصّوں اور عجیب وغریب باتوں کے بیان سے خالی نہیں پائیں گے اور اس کے ساتھ ہی وہ داستاں سرائی بھی ملے گی جسے وہ دوسری کتابوں میں پاتے ہیں، اور جسے ہم نے چھوڑ دیا ہے"۔[۹۱]

Marfat.com

نظریۂ افادیت انھیں مذکورہ اسباب کی وجہ سے ابنِ مسکویہ نے اخبارِ ماضی کے اُن اہم حوادث کے بیان پر اکتفا کیا ہے جن میں انسانوں کے لیے کوئی عملی فائدہ ہے۔ چنانچہ وہ اُن لوک قصّوں اور اساطیر کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کرتا جو پرانی قوموں سے نقل ہوتے آئے ہیں اور نہ اسرائیلیات کی طرف توجّہ کرتا ہے، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب وہ اخبار ہیں:

"جو اُن خبروں سے بھرے ہوئے ہیں جو خرافیات اور قصّہ کہانیوں کی راہ سے آتی ہیں، جن کا فائدہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ خواب آور ہیں یا حیرت آفریں ہیں، یہاں تک کہ وہ اُنھیں سنتے سنتے نیند میں غرق ہو جاتا ہے، یا اُن سے اُکتا جاتا ہے تو اُن کا فائدہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور اُن کے سامع یا قاری کو کوئی ایسا رشتہ ہاتھ نہیں آتا جو ایک واقعے کی کڑی دوسرے سے ملا دے، بلکہ وہ ایک نکتے کو دوسرے کے سامنے آنے سے پہلے ہی بھول جاتا ہے ...... محض اسی سبب سے ہم نے انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا یا اُن سے متعلق تنبیہوں کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ ہمارے زمانے کے لوگ ان باتوں سے کوئی ایسا تجربہ حاصل نہیں کر سکتے جو اُنھیں پیش

Marfat.com

آنے والے امور میں معاون ثابت ہو۔ بلکہ ان میں جو بشری تدابیر ہیں اُن کا اعجاز سے علاقہ نہیں..... اور ہم نے اسے خدائے عزّوجل کے ذکر سے شروع کیا ہے، اور پھر طوفان (نوح) کے بعد جو اخبار ہم تک پہنچے ہیں'۔ اس سے پہلے کے حوادث کو غیر معتبر ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا ہے اور اس لیے بھی کہ جو کچھ منقول ہوا ہے اس میں افادیت کا عنصر نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم ذکر کرتے اور اپنی کتاب کے شروع میں جگہ دیتے۔" ۹۲

ابن مسکویہ نے زمانہ ما قبلِ اسلام کے اخبار میں اختصار سے کام لیا ہے، مگر وہ اہلِ فارس کے اخبار قدرے تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ کیوں کہ وہ خود بھی اُن میں سے ہے، یہ رجحان اس کے قومی شعور کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کے برعکس الطبری نے زمانہ ما قبلِ اسلام اور زمانہ ما بعدِ اسلام دونوں کے اخبار میں تفصیل کو ملحوظ رکھا ہے کیوں کہ وہ ایک عالم اور محدّث ہے اور اپنا علم لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے اور اپنی تحقیقات طالبین علم تک پہنچانا چاہتا ہے۔

حولیات حولیات کی صورت میں تاریخ کی تدوین کا طریقہ مورخ کو ترتیب سنین کا پابند بنا دیتا ہے اور یہ تاریخ کے قدیم ترین طریقوں میں سے ہے، یہ آشوریوں میں رائج تھا اور مصری و بابلی بھی اس سے واقف تھے، یونان اور رومان کے بھی بہت سے مورخوں نے

Marfat.com

اسے برتا ہے۔ اس میں اور تاریخ نگاری (Chronicles) میں یہ فرق ہے کہ موخر الذکر میں اگرچہ کہ وہ بھی ترتیبِ زمانی کی پابند ہے تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا جاتا ہے، پھر بھی مہینوں اور برسوں کی منطقی ترتیب لازمی نہیں ہوتی۔[۹۳] عربوں کی عام تاریخوں میں سے بیشتر دونوں طریقوں کی جامع ہیں جیسا کہ الطبری نے کیا ہے۔

الطبری نے اپنی کتاب میں تسلسلِ حوادث کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ اس نے وقائع کو اُن کے حدوث کی ترتیب سے سال بہ سال لکھا ہے، اور اس طرح اس نے ہجرت کے پہلے سال سے ۳۰۲ھ تک کے واقعات قلم بند کیے ہیں، ان برسوں میں جو کچھ ہوا ہے، اگر وہ قابلِ ذکر ہے تو الطبری نے اس کا ذکر کیا ہے، لیکن اگر حادثہ طویل ہے تو وہ اسے باعتبارِ سنین اجزاء میں تقسیم کر دیتا ہے، یعنی جس سال میں اس حادثے کا جتنا جز واقع ہوا اتنا بیان کر دیتا ہے یا پہلے پورا واقعہ مجملاً بیان کر دیتا ہے پھر اسے مناسب مقامات پر تفصیل سے قلم بند کرتا جاتا ہے، اسی طریقے کو حولیات (Annals) کہا جاتا ہے۔

وقائع | لیکن اس کی تاریخ کا پہلا حصہ، اور وہ ماقبلِ اسلام سے ابتدائے آفرینش تک کے واقعات پر مشتمل ہے وہاں الطبری نے حوادث کے بیان کا دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے یہاں وہ واقعات کی سال بہ سال ترتیب ملحوظ نہیں رکھتا یہ غیر ممکن بھی تھا۔ بلکہ وہ

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

اس نہج پر چلا ہے جس پر اکثر مورخین عمل کرتے ہیں جو علماء سے تورات کے اسلوب کی تقلید میں پہلے آفرینش کا پھر انسان کی پیدائش اور انبیاء کی بعثت کا بیان کرتے ہیں جیسا کہ تورات میں وارد ہوا ہے پھر ان حوادث سے بحث کرتے ہیں جو ان انبیاء کے زمانے میں پیش آئے یا اُن بادشاہوں کا بیان کرتے ہیں جو اُن کے ہم عصر تھے اور پھر اُن بادشاہوں نے جو لڑائیاں کیں یا اُن سے متعلق جو حوادث ہیں اُن کا بیان ہوتا ہے۔ پھر اُن اُمتوں کا تذکرہ آتا ہے جو انبیاء کے بعد ظہورِ اسلام تک پیدا ہوئیں۔ یہ اہلِ کتاب کا معروف طریقہ ہے اور اسے تدوینِ تاریخ میں "تاریخ" یا وقائع (Chronicles) کہا جاتا ہے[۹۴]۔

مذکورہ بالا دونوں طریقوں میں الطبری کے پیش رو علماء کی ایک جماعت ہے۔ جس میں الہیثم بن عدی (متوفی ۲۰۷ھ) بھی شامل ہے جس نے تاریخ کی ایک کتاب شہور وسنین کی ترتیب سے لکھی تھی[۹۵]۔ اسی طرح جعفر بن محمد بن الازہر بن عیسیٰ الاخباری (متوفی ۲۷۶ھ) نے بھی سنین کی ترتیب سے ایک تاریخ لکھی تھی[۹۶]۔

الطبری نے اپنی کتاب میں بعض ایسی کتابوں کے اقتباسات محفوظ کر دیے ہیں، جنھیں زمانے نے ضائع کر دیا۔ اور حضرات عبداللہ بن عباس، مجاہد، عاصم، قتادہ، کعب الاحبار، وہب بن منبہ، عبداللہ بن سلام، الزھری، الشعبی، ابومخنف وغیرہ کے اقوال سے

Marfat.com

بہترین حصے ہم تک پہنچا دیے ہیں۔ اسی طرح اُن قدیم کتابوں کی عبارتیں محفوظ کر دی ہیں جو صدرِ اسلام کی تاریخ اور احداثِ سیاسی کے موضوع پر لکھی گئی تھیں، اُس نے یہ اقتباسات اُن کتابوں سے لیے ہیں جو ان موضوعات سے مختص تھیں یا اُن لوگوں سے جو ان حوادث کو درایۃً یا اپنی اطلاعات کی رو سے جانتے تھے۔ اس نے اسرائیلیات کا موضوع ان کتابوں سے لیا ہے جو وہب بن منبہ کے اقوال پر مبنی تھیں اور عرب قدیم کی تاریخ کے بیان میں اُن اخباریوں پر اعتماد کیا ہے جو اس کا علم رکھتے تھے مثلاً عبید بن شریہ اور الاصمعی اور الشعبی و محمد بن سائب الکلبی، خاص طور سے فارس اور عراق کی تاریخ میں اور سیرۃ میں اس نے سیرۃ محمد بن اسحٰق پر اعتماد کیا ہے، سیرۃ کی بعض دوسری کتابوں سے بھی اخذ کیا ہے جن کا ہم بعد میں ذکر کریں گے۔ اس نے وہب بن منبہ کے مغازی سے کچھ اخذ نہیں کیا، کیوں کہ وہ اس معاملے میں وہب کو معتبر نہیں سمجھتا جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے۔

کلیسائی نظریۂ تاریخ الطبری نے عام تاریخ لکھنے والے اکثر مورخوں کی طرح، اپنے عہد کی عام اسپرٹ سے متاثر ہو کر سیاسی تاریخ پر توجہ کم رکھی ہے، صرف عالمِ عربی کے جمہور مورخین ہی اس نظریے کے پیرو نہیں تھے بلکہ عرب سے باہر کی دنیا میں بھی یہی حال تھا۔ مثلاً نصرانی دنیا کے مورخ کلیسائی نظریات سے متاثر تھے اور انھیں صرف

Marfat.com

پر تاریخ کی تفسیر کرتے تھے، سب سے پہلے ایک کلیسائی فلسفی اغسطین ST. AUGUSTINUS نے اپنی کتاب "خدا کی مملکت کے بارے میں بارہ صحیفے"۹۷ میں اس نظریے کو اپنایا اور اس کے قواعد وضع کیے۔ چنانچہ اس نے تاریخ کو دو قوتوں کی نبرد آزمائی کی داستان بنا کر پیش کیا یعنی ایک آسمانوں میں خدا کی حکومت جو حق اور عدل پر مبنی ہے اور دوسری شیطان کی مملکت TEUFELSREICH جو زمین پر قائم ہے اور جس سے گراوٹ اور گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی تکوین خطاؤں سے ہوئی ہے اور اس کا پہلا باشندہ قابیل Kain تھا، اور ھابیل Abel جسے خدا نے اپنی مہربانی سے نوازا تھا، آسمانوں کی مملکت کا رہنے والا تھا، اسی خیروشر کی نزاع سے تاریخ پیدا ہوتی ہے جو بالآخر خداوند کی مملکت کے غالب آنے اور انسان کے خطاؤں سے نجات پانے پر منتہی ہوگی اور ایک نجات دہندہ کے ظاہر ہونے اور زمین پر اپنی تعلیمات پھیلانے پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اس وقت مومنین گمراہوں کی حکومت کا مقابلہ کریں گے اور عدل کی سیادت قائم ہو جائے گی اور شیطان کا عمل زائل ہو جائے گا اور امن قائم ہوگا۔ ہر قسم کے آثارِ فساد فنا ہو جائیں گے اس کے بعد ہی قیامت آئے گی جب کہ "اللہ کی اولاد" آسمانی حکومت میں "ابدیت" حاصل کرے گی۹۸

بنا بریں انسانیت کی تاریخ دراصل قوموں کے مقابلے اور اُن

Marfat.com

کے انقلابات کی داستان ہے جس کا انجام فضیلت اور ایمان پر ہوتا ہے اور اس میں پیش رفت کرنا مومنوں پر بحیثیت افراد اور بحیثیت حکومت واجب ہے تاکہ اللہ کے اوامر کو نافذ کیا جا سکے اور گمراہوں میں صداقت کا کلمہ پہنچایا جائے، اگر ایسا کیا گیا تو آسمانی حکومت کی وطنیت حاصل ہو جاتی ہے، اور یہیں سے "پاپائیت" کا اقتدار دوسرے تمام اقتداروں پر غالب ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ خود کو زمین پر "مسیح" کا نمائندہ کہتی ہے، پس اس کے اوامر کی اطاعت کے معنی ہیں اللہ کے احکام کی پیروی کرنا۔ اور اس کے احکام کی مخالفت کا مطلب ہے خدا کے احکام سے روگردانی۔ یہی تفسیرِ تاریخ میں کلیسا کا رسمی نظریہ ہے اور اس نے قرونِ وسطیٰ میں سیاست عالم کی توجیہ میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔"

یہ نظریہ جو تاریخ کو افراد کے عمل کا نتیجہ سمجھتا ہے، آج تک لکھنے والوں کے ذہن پر حکومت کر رہا ہے۔ خاص طور سے اُن ملکوں میں جہاں مخصوص نظریات یا مخصوص اقوام کی حکومت ہے۔ جس زمانے میں خلفاء یا ملوک و سلاطین قوموں پر حکومت کرتے تھے اور جنگی معاملات کو چلاتے تھے، ہم الطبری سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ تفسیر تاریخ میں کسی اور مسلک پر چلے گا، جیسا کہ ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ ایسی تفسیر الطبری کے سوا کسی اور شخص کی طرف سے کی گئی ہو۔ کیونکہ آٹھویں صدی کے آخر تک دنیا میں رائے عامہ کو یا اقوام کو قوت حاصل نہیں تھی تاآنکہ مونخوں

Marfat.com

نے اس کا ادراک کیا اور پھر اُن کی توجہ تاریخ کے سیاسی اور عسکری عوامل کی طرف مبذول ہوئی۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ الطبری نے اپنی تالیفات میں اپنی تاریخ کے آغاز کا سال نہیں بتایا ہے نظر بظاہر پہلے اس نے املاء کرانا شروع کیا تھا جب وہ ۳۰۲ھ کے واقعات تک پہنچا تو اس نے املاء کرانا بند کر دیا اور ایک روایت سے جسے الذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ابن جریر نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا تم دنیا کی تاریخ لکھنے کے لیے تیار ہو؟ انھوں نے پوچھا: کتنے صفحوں میں آجائے گی؟ الطبری نے کہا کہ تقریباً تیس ہزار ورق ہوں گے۔ انھوں نے کہا: اس کے ختم ہونے سے پہلے تو عمریں تمام ہو جائیں گی۔ اس نے کہا: انا للہ... تم تو ابھی سے ہمت ہار بیٹھے۔ پھر اس نے املا کرانا شروع کیا اور تقریباً تین ہزار اوراق لکھوائے۔ پھر جب اس نے اپنی تفسیر املاء کرانے کا ارادہ کیا، اس نے ان لوگوں سے وہی بات کہی۔ پھر اسے بھی تاریخ کی طرح (تین ہزار صفحوں میں) املا کرایا..."۱۰۰

زمانۂ آغاز | الطبری نے تفسیر سے پہلے تاریخ لکھی تھی۔ اور یہ بات ان روایات کے برعکس ہے جو اُن کتابوں میں ملتی ہیں جن میں الطبری کا ترجمہ شامل ہے۔ کتبِ تراجم میں ہے کہ الطبری نے پہلے تفسیر لکھی اور پھر تاریخ کی تالیف کی!۱۰۱ یہ بات پہلی روایت سے باعتبارِ واقعہ زیادہ قریب ہے۔ معروف تو یہی ہے کہ الطبری نے چاہا تھا کہ اس کی تاریخ

Marfat.com

تفسیر کی معاون اور تکمیل کرنے والی ہو۔ جیسے وہ اس کے بعد ہی لکھنے والا تھا۔[۱۰۲] اس بات کی تصدیق خود الطبری بھی کرتا ہے، چنانچہ اس نے اپنی تاریخ میں اشارہ کیا ہے کہ اس کی تفسیر تیار تھی جب اس نے تاریخ لکھنی شروع کی ہے۔ "اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں اور ان میں سے چند ہم نے اپنی کتاب موسوم بہ جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں بیان کر دیے ہیں، یہاں ہم نے موضوع کی طوالت کے خوف سے ان کا اعادہ پسند نہیں کیا۔"

جب الطبری نے بغداد میں ایک روایت کے مطابق ۲۷۰ھ میں اور دوسری کے مطابق ۲۸۳ھ میں اپنی تفسیر لکھوانی شروع کی اور سات سال تک اسے املاء کراتا رہا یہاں تک کہ ۲۹۰ھ میں اسے تمام کیا تو یقینی ہے کہ الطبری نے اس کا آغاز ۲۷۰ھ کے بعد کیا ہوگا، اور شہر بغداد میں اپنے زمانہ قیام میں، جبکہ اس کے پاس تاریخ کا وافر مواد اکٹھا ہو چکا تھا وہ اس کے املاء سے ۲۷ ربیع الاوّل ۳۰۳ھ کو بدھ کے دن فارغ ہوا۔[۱۰۳]

فارسی ترجمہ | تاریخ الرسل والملوک اپنی اہمیت کی وجہ سے ابو صالح منصور بن احمد بن اسماعیل بن سامان السامانی کے حکم سے فارسی میں ترجمہ ہوئی۔ منصور سامانی اس تاریخ کو بہت پسند کرتا تھا اور اکثر مطالعہ میں رکھتا تھا۔ یہ فارسی ترجمہ ۳۵۲ھ میں ہوا اور اسے محمد بن عبداللہ البلعمی نے کیا تھا جس نے چوتھی صدی ہجری کے نصف

Marfat.com

آخر میں وفات پائی۔[105]

البلعمی نے اپنے ترجمے کے مقدمے میں ان اصولوں اور طریق کار کی وضاحت کی ہے جو اس نے ترجمے کے سلسلے میں ملحوظ رکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں نے بغیر اسناد کے اخبار نقل کرنے میں احتیاط برتی ہے اور جو اس کتاب میں کسی پیغمبر یا کسی بادشاہ کے بارے میں لمبی چوڑی سندیں دی گئی ہیں انھیں چھانٹ دیا ہے..." پھر وہ لکھتا ہے:

"میں اس کتاب کو ترجمہ کر رہا ہوں اور اس کا مقابلہ التقسیم الکبیر سے کر رہا ہوں اور جہاں ضروری سمجھتا ہوں قصوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر بھی کر دیتا ہوں تاکہ ہر قصہ اسی نہج پر آجائے اور ہر خبر اسی انداز سے بیان ہو اور پھر ہر شے کا موازنہ اس سے کر کے دیکھ لیتا ہوں اور الکبیر ہی کے اسلوب پر اس کی جمع و ترتیب کر دیتا ہوں۔ میں نے اس کتاب کو اخبار انبیاء اور اخبار ملوک کے ابواب میں تقسیم کر کے پھر اسے ترتیب زمانی دے دی ہے۔"[106]

اسی ترجمے کی بنیاد پر ترکی زبان کا ترجمہ امیر الامراء احمد پاشا کے عہد میں کیا گیا۔ پھر دوسرا ترجمہ ۹۲۵ھ اور ۹۳۵ھ کے مابین ہوا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طبری کی مانگ بہت زیادہ تھی اور اس کے نسخے بہت تھوڑی تعداد میں ملتے تھے بلکہ بعض علاقوں میں تو یہ نادر کا حکم رکھتے تھے، اسی لیے خضر بن خضر الحاج حسن الآمدی نے اسے فارسی زبان سے پھر عربی میں ترجمہ کر ڈالا، اس ترجمے کو اصل

Marfat.com

سے مطلق نسبت نہیں ہے، مگر مستشرقین نے جب تاریخ طبری کے چھاپنے کا آغاز کیا تو اس سے بھی مدد لی۔[1] جس طرح انھوں نے دوسرے ناقص نسخوں سے مدد لی تھی کیونکہ انھیں اس تاریخ کا مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہوا تھا۔ اور یورپ میں چھپا ہوا نسخہ اب تک کے مطبوعہ نسخوں میں سب سے زیادہ صحیح ہے، مگر وہ بھی ناقص ہے۔ اس کے بعد کچھ حصے مخطوطات کی شکل میں ایسے دستیاب ہوئے جو ناشروں کی دسترس میں نہ تھے اور ممکن ہے کہ مستقبل میں کچھ اور حصے بھی ملیں۔ لیکن بظاہر یہ بطور مجموعی کتاب کا کوئی اہم نقص نہیں ہے۔ نہ اس سے نسخۂ مطبوعہ کی قدر و قیمت میں کمی واقع ہوتی ہے نہ اُن نسخوں کی اہمیت گھٹتی ہے جو مشرقی ممالک میں نسخۂ یورپ کی مدد سے چھاپے گئے ہیں۔[1]

یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے۔ یہ اُن بہت سی تاریخی کتابوں کی طرح ہے جن کا ابھی تک جدید نظریاتِ نقد کی روشنی میں گہرا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ یہ اُن کتابوں کی طرح نہیں ہے جو اس سے پہلے یا اُسی کے زمانے میں تالیف ہوئیں یا اب چھپی ہیں، یا ابھی تک مخطوطوں کی شکل میں ہیں۔

اس کے سلسلۂ اسانید کی پڑتال ابھی تک نہیں ہوئی ہے، جو تعداد میں بہت ہیں۔ اگرچہ بعض مستشرقین نے اس کتاب کو سرسری طور سے پڑھا ہے اور اس پر لکھا بھی ہے، اور بطور نقد اُن مصادر سے بھی گفتگو کی ہے جن سے طبری نے اپنی کتاب کی جمع و تالیف میں

Marfat.com

مدد لی ہے۔ مثلاً سیرۃ ابن اسحٰق، یا ابو الفضل احمد بن ابی طاہر طیفور[109] (المتوفی ۲۸۰ھ) کی تاریخ بغداد سے بہت کچھ اخذ کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ بہر حال اس کتاب (تاریخ الطبری) کے تنقیدی و تحلیلی مطالعے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بہت وسیع اور پہلو دار کتاب ہے۔ اور اسی ضرورت نے مجھے الطبری کے اسانید کی کھوج اور مطبوعات و مخطوطات سے اس کے مقابلے پر آمادہ کیا تاکہ علمی سطح پر اس کا ایک قابلِ اعتبار اور بھرپور تحقیقی مطالعہ کیا جا سکے۔

الطبری کی آزادروی میرا خیال ہے کہ الطبری ضعیف راویوں کے لیے اپنے اوپر اہل الحدیث کی سی قیود عائد نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے اپنی تفسیر اور تاریخ دونوں میں الکلبی[111] کے اقوال شامل کیے ہیں اور اس کے بیٹے ہشام اور السدی کے بھی[112]۔ اور یہ لوگ ضعیف راویوں میں شمار ہوتے ہیں مگر الطبری اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا

اس نے ردّہ لڑائیوں کے باب میں سیف بن عمر کو الواقدی پر ترجیح دی ہے اسی طرح بعض دوسری فصلوں کا حال ہے۔ حالانکہ سیف مطعون ہے اور اس پر زندقے کا اتہام لگایا جاتا ہے، اور الطبری کی بھی اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں ہے۔ تاریخ طبری اور تفسیر طبری کا شمار اُن کتابوں میں بھی کیا جاتا ہے جو اسرائیلیات سے بھری

Marfat.com

ہوئی ہیں، چنانچہ اس نے بہت سے ایسے مصادر سے مدد لی ہے جن کا سرچشمہ یہودیت ہے۔ مثلاً وہ کعب الاحبار، وھب بن منبہ اور عراق کے رجال یہود سے روایات اخذ کرتا ہے، اسی طرح وہ نصرانی ماخذ کو بھی اپنا لیتا ہے مثلاً اس نے "ابن اسحٰق سے ابی عتاب" کی روایات لے لی ہیں، حالانکہ عتاب قبیلہ تغلب کا تھا، وہ پہلے نصرانی تھا، بعد میں اسلام[111] قبول کر لیا تھا۔ پھر اس نے بہت سے نصرانی قصے روایات میں ملا دیے۔ ایسے ہی اور لوگ بھی ہیں جن سے ابن اسحٰق روایت کرتا ہے[112]

تاریخ طبری، بہت سے اہم اور قدیم تاریخی مصادر اور پرانی دستاویزات کا مجموعہ ہے جن میں بیشتر کے اصل متون دستبردِ زمانہ سے ضائع ہو چکے ہیں، الطبری نے اُن سب کتابوں سے نقل کیا ہے اور اُن کے اقتباسات کو مناسب مقامات پر درج کر دیا ہے، اور بنا بریں وہ روایات و نصوص کا ایک خزانہ بن گئی ہے جسے مولف نے (الطبری) بڑی توجہ اور تحقیق سے فراہم کیا ہے اور واقعات کے نقل کرنے میں حتی الوسع امانت اور غیر جانب داری کو ملحوظ رکھا ہے، یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے اس نے زمرۂ مورخین میں ایسی شہرت فائقہ حاصل کر لی ہے۔

چنانچہ الطبری کی تاریخ اپنے مصادر کے مقابلے میں ایک ممتاز کتاب ہے اور آج کے مورخ کے لیے لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ جدید طرز

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

پُرعربی تاریخ یا اسلامی فرقوں کی تاریخ لکھنے کے سلسلے میں اُن مصادر کی طرف رجوع کرے کیونکہ یہ کتاب اس کے لیے اصل مواد پیش کرتی ہے اور وہ دستاویزیں بھی جو مؤلف نے اپنے زمانے میں جمع کی تھیں اور اب زمانے کے ہاتھوں تاراج ہو چکی ہیں۔ لیکن آپ اس تاریخ میں ایک ناقد مورخ کا اسلوب نہیں پائیں گے نہ کوئی ایجابی رائے ملے گی بلکہ عمومی طور پر اس میں تنقیدی نگاہ کا فقدان ملے گا۔ اس کا انداز سہل ترین صورت میں سیاسی جنگوں یا افراد کے کارناموں کی عمومی تاریخ بیان کرنے کا ہے اس میں آپ سماجی اور جماعتی معاملات کی طرف بھی کم رجحان پائیں گے۔ حوادث کی علتوں سے بحث یا اُن کا سُراغ لگانے کی کوششیں بھی اس میں نہیں ہیں۔ یہ ایک عام کمزوری ہے جس میں اکثر مورخین الطبری کے شریک ہیں[115]

ایک ہی واقعے کے بارے میں جتنی روایتیں اور اقوال مل سکتے ہیں الطبری ان سب کو یکجا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور طبعاً وہ دوسروں پر چشم دید گواہوں کے بیان کو ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ ان کی گواہی سے موقف کی تصویر میں خاص اثر پیدا ہوتا ہے اور اسے زیادہ دقیق اور محسوس شکل میں بیان کیا جا سکتا ہے، اسی لیے معاصرین کی خبروں اور حوادث کے سلسلے میں ہم عصروں کی شہادت کو وزن حاصل ہوتا ہے اس سے قاری کو ان کے اقوال پڑھ کر اور اُن میں غور و تامل کرنے کے بعد اپنا ایک خاص ذہن بنانے میں مدد ملتی ہے۔ یہ ایک ایسا وصف

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

ہے جو ہمیں اس زمانے میں لکھی ہوئی دوسری قوموں کی کتبِ تاریخ میں بہت کم ملتا ہے۔ اور اگر ہمیں تاریخ طبری کے وہ اصلی نسخے دستیاب ہو جاتے جو اس نے پہلے پہل لکھے تھے اور جنھیں امتدادِ زمانہ نے ضائع کر دیا، اور وہ زیادہ مفصل نسخے تھے جن کی مدد سے تاریخ کے متداول اجزاء تیار ہوئے تھے، تو اس کتاب کی کچھ اور ہی شان ہوتی۔ اور ہم ان نسخوں کی مدد سے بہت سی وہ باتیں جان لیتے جن کا علم متداول مختصر نسخوں سے نہیں ہوتا۔ میں اسے "مختصر" کہہ رہا ہوں حالانکہ یہ بہت ضخیم اور دوسری کتابوں کی نسبت باعتبار مواد بھی زیادہ مال دار ہے ــــ اس کتاب نے اسلامی تاریخ کے بعض نازک اور اہم مسائل کے بارے میں ہمارے نقطہ ہائے نظر اور احکام تبدیل کر دیے ہیں۔

بنیادی مواد کو فراہم کرنا اور پچھلی تاریخی کتابوں کے متن کو یا دستاویزوں اور ایک دوسری سے مختلف شہادتوں کو فراہم کرنا پھر انھیں ایک کتاب میں مدوّن کر دینا۔ چاہے اچھا اور پسندیدہ طریقہ رہا ہو، مگر آج اس نے ہمیں بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ صرف یہ ہے کہ اس طریقے نے رُواۃ اور اخباریوں کو بعض ایسے اہم واقعات اور مسائل میں تفتیش کرنے سے باز رکھا جنھیں جزوی و ثانوی امور میں استقصار کی جگہ اہمیت دی جانی چاہیے تھی۔ کبھی تو وہ بہت ہی معمولی باتوں کے پیچھے پڑ گئے، کبھی انھیں باتوں کو تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ اکثر مواقع پر دہرانے لگے۔ اب خواہ یہ ترمیم لفظی ہو یا عبارت میں ہو

Marfat.com

اس کی چنداں اہمیت نہیں۔

غرض انھوں نے روایتوں میں گڈمڈ کردی، آرار کو پسِ پشت ڈال دیا ثانوی شخصیت کو صفِ اوّل کی ایسی شخصیات میں خلط ملط کردیا جن کو نفسِ واقعہ میں محوری حیثیت حاصل ہونا چاہیے تھی۔ پھر انھوں نے کسی حادثے میں کلی پھندنے لگانے شروع کردیے، اس طرح اصل موضوع سے نکل کر ایسے موضوعات میں جا پڑے جن کا نفسِ واقعہ سے کچھ علاقہ نہیں اور جو محض گفتگو میں بھٹکنے کی وجہ سے سامنے آگئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راوی یا اس کی روایات کا ناقل تاثیرِ بیان کے تحت اصل حادثے کو تو بھول گیا اور اخبار کے اسلوب سے نکل کر ادبی روایات کے ڈھرے پر آگیا: یعنی مجلسی قصے جن میں بات سے بات نکلا کرتی ہے۔ پھر اپنے موضوع سے اتنا بھٹکا کہ اصل سے بالکل ہی دور جا پڑا، اور آخر بیان کرنے والا یہ بھی بھول گیا کہ بات کہاں سے چلی تھی۔

الطبری نے رسولوں اور نبیوں کی تاریخ کا مواد دو ماخذوں سے فراہم کیا۔ ایک توسیرۃ کی کتابوں سے، دوسرے کتبِ تفسیر سے۔ خاص طور سے عبد اللہ ابن عباس کے شاگردوں کی تفسیروں سے یا اس مدرسۂ فکر سے متاثر ہونے والوں کی تفاسیر سے۔ مگر فارس کی تاریخ کا مواد ان فارسی کتابوں سے اخذ کیا ہے جو عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں۔ خصوصاً ابن المقفع کی تصانیف یا ابن الکلبی کی کتابوں سے

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

جس کے پاس عجم کی تاریخ کا وسیع علم تھا۔ اس نے فارس کی تاریخ بیان کرنے میں اسناد وغیرہ کی پابندی بھی ملحوظ نہیں رکھی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس نے یہ تاریخی مواد کتابوں سے بلاواسطہ نقل کیا ہے۔ بعض فصلوں کو اس نے ایسی عبارتوں سے شروع کیا ہے: "عرب و عجم کی پرانی قوموں کے حالات جاننے والے بعض علماء نے ذکر کیا ...."[116] یا ایسی عبارتیں بکثرت ہیں: "ھشام بن محمد الکلبی[117] سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا ..." یا "اُن میں سے بعض نے کہا کہ ....."[118] یا "بعض اہلِ عجم کا خیال ہے[119] ....." یا "بعضوں نے کہا ہے ....[120]" یا "ھشام کے سوا لوگوں نے کہا ....[121]" ان وجوہ سے ہم ان ابواب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا مقابلہ دوسری کتابوں سے کرنے اور ان کے مآخذ متعین کرنے سے خود کو عاجز پاتے ہیں، کیونکہ یہ شاید اس نے اوروں کی کتابوں سے نقل کیا ہے اس کی بعض عبارتیں اسی پر دلالت کرتی ہیں مثلاً یہ کہ: "..... قال و ذکر غیر ھشام أن ....[122]" اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ کسی اور شخص کا قول نقل کر رہا ہے اور اسے جس طرح اس شخص نے بیان کیا ہے ویسے ہی یہ اقتباس کر رہا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مولف سے اخذ کیا ہے حالانکہ ایسا ہوتا تو وہ اس کا نام بھی درج کرتا۔ دراصل یہ الطبری کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کتاب سے کچھ نقل کرتا ہے تو مؤلف کا نام لکھتا جاتا ہے۔

زمانہ ما قبل اسلام کی اکثر تاریخ اس نے ھشام بن الکلبی سے لی۔

Marfat.com

خصوصاً عراقی تاریخ کا حصہ اسی کا ہے اور وہ اس کی روایت میں منفرد تھا۔[۱۲۳] اور جو حصہ تاریخ یمن سے مخصوص ہے۔ وہ سیرۃ ابن اسحٰق سے لیا گیا ہے اور ابن اسحٰق نے اس کا اکثر حصہ وھب بن منبّہؒ اور محمد بن کعب القرظی سے لیا ہے۔ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودی تھے۔[۱۲۴] رہی تاریخ روم، یہ بہت ہی کمزور حصہ ہے، ملوک فرس کے بارے میں الطبری نے جو کچھ لکھا ہے اس معیار سے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

تاریخ کا جو حصہ سیرۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متعلق ہے اس میں سیرۃ ابن اسحٰق کو تقدم حاصل ہے۔ پھر ان دوسری کتابوں کا ہے جو سیرۃ اور مغازی کے موضوعات پر لکھی گئیں، اس حصے میں الطبری نے اُن بہت سے لوگوں کی ابتدائی روایات اور اقوال محفوظ کر دیے ہیں جو اس موضوع سے شغف رکھتے تھے۔ مثلاً:

ابان بن الخلیفہ عثمان بن عفان (متوفی ۱۰۵ھ) اور عروۃ بن الزبیر بن العوام (متوفی ما بین ۹۱ھ و ۱۰۱ھ) اور شرحبیل بن سعد (متوفی ۱۲۳ھ) موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) عاصم بن عمر بن قتادہ (متوفی ۱۲۰ھ ۱۲۵) ابن شہاب الزھری وغیرہ۔ ان لوگوں کے بارے میں ہم مناسب محل پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ردہ لڑائیوں کا حال الطبری نے سیف بن عمر الاسدی کی کتاب سے اخذ کیا ہے۔[۱۲۶] اور وہ اسے دوسرے اُن لوگوں پر ترجیح دیتا ہے جو ردہ کے اخبار سے واقف سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً کتاب الردہ کا مؤلف

Marfat.com

الواقدی، یا المدائنی کہ وہ بھی ردّہ کے موضوع پر ایک کتاب کا مصنف ہے۔ الطبری فتوح کے اخبار اور خلفائے راشدین کے زمانے کے حوادث کے لیے سیف پر بھروسا کرتا ہے۔ کیونکہ ہم اس کے اخبار کو ان لوگوں کی روایات سے بھی مقدم پاتے ہیں جنھیں ہم پیش رو کی حیثیت سے جانتے ہیں مثلاً المدائنی یا ابن الکلبی یا الواقدی وغیرہ حالانکہ وہ سیف بن عمر اکثر مؤرخوں اور محدثوں کے نزدیک ضعیف ہے۔

سیف بن عمر کی آواز معرکہ جمل کے خاتمہ پر دھیمی ہو جاتی ہے اور اب جنگ صفین سے ایک نئی صدا ابھرتی ہے یہ ابو مخنف الازدی کی ہے۔ یہ صفین اور اس کے بعد کے واقعات میں الطبری کے معتبر راویوں میں سے ہے، اس کی تائید اور اضافت المدائنی عوانہ، الواقدی، عمر بن شبہ اور ابن الکلبی کرتے ہوئے ملتے ہیں۔

پھر دولت عباسیہ کے وقائع آتے ہیں۔ یہاں الطبری نے بہت سے مآخذ کے علاوہ ابن ابی خیثمہ، احمد بن زہیر کی کتابوں سے بہت مدد لی ہے جو مشہور مورخین میں شمار ہوتا ہے۔ اسی سے الطبری نے دولت امویہ کے آخری ایام اور دولت عباسیہ کے اوائل کی خبریں نقل کی ہیں، اس کے علاوہ المدائنی، عمر بن راشد، الھیثم بن عدی وغیرہ اس کے ماخذ ہیں جن سے ہم آیندہ بحث کریں گے۔

Marfat.com

فن سیرۃ و مغازی

مورخینِ عرب کی لکھی ہوئی عام تاریخوں میں جو اسلام سے قبل کے زمانے (فترہ) سے بحث کرتی ہیں۔ جو رنگ سب سے نمایاں ہے وہ خیالی اور قصصی اسلوب ہے اور اسے ان کا سب سے طویل حصہ بھی کہا جاسکتا ہے اور اس میں اُن مذہبی اساطیر اور حکایات نے خوب اضافے کر دیے ہیں جن کا مرجع انسان کے قدیم تاریخی واقعات و تجربات ہیں، جن میں فکر کی سادگی اور بے تکلفی کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ اور اسرائیلیات کا مواد بھی بڑی مقدار میں ہے جس کے مصادر کی ہم عہد نامۂ قدیم میں تحقیق کر سکتے ہیں کیونکہ اُس میں بتوں سے متعلق قومی اساطیر ہیں لیکن یہ حصۂ اسرائیلیات، تاریخ ماقبلِ اسلام کے دوسرے عناصر کی نسبت کم ہے۔

ہمیں اس حصے کو تاریخِ طبری میں شامل دیکھ کر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ الطبری نے اپنی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ اس کے عنوانوں سے ظاہر ہو جاتا ہے: ان میں پہلا حصہ تاریخ الرسل کا ہے اور دوسرا تاریخ الملوک پر مشتمل ہے جس میں خلفاء کی تاریخ بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس کے پہلے حصے میں تو وہ ساری روایتیں اور اقوال

Marfat.com

جو انبیاء کے بارے میں اسے معلوم ہوئے بغیر تنقید کیے جمع کر دیے ہیں
اس نے یہ پروا بھی نہیں کی کہ پڑھنے والا ان اقوال سے کیا فائدہ حاصل
کر سکے گا۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ ایک عالم اور محدث تھا اور ایسے
حضرات کی خصوصیت کثرتِ حفظ رہی ہے چنانچہ وہ یہ چاہتا ہے کہ جو
کچھ علم کا سرمایہ اس کے پاس ہے وہ سارا پڑھنے والوں تک پہنچا دے

الطبری نے اپنی تاریخ ”زمانے“ کی بحث سے شروع کی ہے
زمانہ کیا ہے؟ اس کی ابتدا اور انتہا کیا ہے؟ اوقات اور زمانے،
دن اور رات کیسے پیدا ہوئے اور کیا خدا نے زمانے اور لیل و نہار
کی تخلیق سے پہلے بھی کچھ پیدا کیا تھا؟ پھر اس نے 'قدیم' اور 'اول'
سے بحث کی ہے، جو خدا ہے، جس نے زمانے کی آفرینش کی اور جو
شئے ناکر تا رہے۔ اس کے بعد آفرینش کی ابتدا اور ان دونوں کی بحث
ہے جن میں خدا نے کائنات کو پیدا کیا، پھر آدم کا پیدا ہونا اور ان کا
آسمان سے زمین پر اترنا اور وہ جگہ جہاں آدم و حوا نے پہلی بار قدم رکھا
پھر آدم کے عہد کے واقعات وغیرہ کا ذکر کرتا ہوا طوفان نوح کے قصے
تک آتا ہے اور ان نبیوں اور رسولوں کی حکایات بیان کرتا ہے جو
اسلام سے پہلے گذرے ہیں۔

یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ تدوین تاریخ میں یہ طریقہ جس مورخ
نے سب سے پہلے بیان کیا وہ سکٹس یولیوس افریقانوس (افریقی)
Sextus Julius Africanus تھا جو تیسری صدی

Marfat.com

عیسوی میں ہوا ہے[۱۲۸]۔ اس نے ابتدائے آفرینش سے ۲۲۱ء تک کی دنیا کی تاریخ لکھی تھی، اس کے بعد مورخ یوسیبوس EUSEBIUS (۲۶۰ - ۳۴۰ء) قیساریوں کا اسقف (پادری) تھا اور کلیسائی تاریخ نگاری کے بانیوں میں سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب CHRONICA میں دنیا کی تاریخ کو اس طرح مدوّن کیا کہ پہلے پیدائش کا بیان کیا پھر آدم کا قصہ، اُن کا حوّا کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترنا۔ پھر طوفانِ نوح کا واقعہ، ابراھیم کا قصہ، پھر داؤد کے تذکرہ سے حضرت عیسیٰ کے ظہور تک بیان ہوا۔ اس سلسلے میں جو کچھ توراۃ میں بیان ہوا ہے وہ اس نے تاریخ میں درج کر دیا۔ یہ اسلوبِ تاریخ نگاری مورخوں کا پسندیدہ انداز بن گیا، اور مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے محتاط مورخوں کے لیے جو تاریخ عالم سے بحث کرتے ہوں ایک مکمل نمونہ قرار پا گیا۔ ان مورخوں کے بعد جو لوگ آئے انھوں نے اسی میں حولیات کا اضافہ کر کے اس تاریخِ قدیم کا سلسلہ اپنے زمانے تک مربوط کر لیا مگر انھوں نے اس کی عام روش میں کچھ تبدیلی نہیں کی یعنی پہلے آفرینش کے بیان میں تاریخ CHRONICLES کی تکنیک، پھر اس میں حولیات ANNALS کا اضافہ[۱۲۹] جو اسے مورخ کے زمانے تک ملا دے۔ اسی نہج پر الطبری نے اپنی تاریخ الرسل والملوک میں عمل کیا ہے۔ اور اس سے قبل لغظ بظاہر وھب بن منبہ اور ابن اسحٰق بھی اسی طریقے کے پیرو رہے ہیں۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اُن مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں جن سے الطبری نے فائدہ اٹھایا ہے۔ حقیقت میں الطبری کے مآخذ سے بحث کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں اُس کے زمانے تک "عربوں کی تاریخ نگاری کی تاریخ" لکھنا نیز اُن مورخوں سے بحث کرنا اور اُن کی تالیفات میں جن نظریات کا گہرا اثر ملتا ہے اُن کی کھوج لگانا ہے۔ اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، خصوصاً جب کہ اُن میں سے بہت سے اخبار ضائع ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں کی عادت یہ رہی ہے کہ سیاسی اور عسکری تاریخ لکھنے میں اختصار یا کوتاہی برتیں، اور تاریخ میں ثقافت کے اثرات سے کبھی بحث نہ کریں۔ یہاں تک کہ عام نظریہ یہ ہو گیا کہ عربوں کی علمی اور ثقافتی تاریخ عہد عباسیہ سے شروع ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے لوگ صرف جنگ و جدل ہی میں منہمک رہتے تھے۔ اور یہ وہ نظریہ ہے جسے مخالف سیاست نے پھیلایا تاکہ وہ پچھلے زمانے میں اپنی شکستوں کا انتقام لے سکے۔

وھب بن منبّہ | قصص انبیا اور تاریخ رسل کے سلسلہ میں جو نام سامنے آتے ہیں اُن میں وھب بن منبّہ کا نام سب سے پہلے آتا ہے پھر کعب الاحبار، عبداللہ بن سلّام اور محمد بن کعب القرظی آتے ہیں۔ لیکن وھب بن منبّہ کی طرف اخباریوں نے بہت سی کتابوں کی نسبت کر دی ہے جن کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ وھب ان کے مترجم یا مؤلف ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب قدر کے بارے میں ہے جس کے عمرو بن دینار

Marfat.com

کا قول ہے کہ انھوں نے شہر صنعار میں وھب بن منبہؒ کے گھر پر دیکھی تھی۔[131] دوسری "کتاب الملوک المتوجہ من حمیر وأخبارھم و قصصھم وقبورھم وأشعارھم"[132] ہے اسے ایام العرب کے طریقے پر مدوّن کیا گیا ہے اس میں وھب بن منبہ نے طریقۂ اسناد کی پابندی نہیں کی ہے۔[133] اسی کتاب کی بنیاد پر ابو محمد عبدالملک بن ھشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ) نے اپنی "کتاب التیجان فی ملوک حمیر" تالیف کی۔[134] اس نے جو کچھ وھب کی کتابوں سے اخذ کیا اس میں وہ نیا مواد بڑھا دیا ہے جو اسے دوسری کتابوں میں ملا تھا مثلاً محمد بن السائب الکلبی[135] کی تالیفات یا ابو مخنف لوط بن یحییٰ جو زمانہ اسلام کے عراق کے واقعات پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے[136]، یا زیاد بن عبداللہ بن الطفیل العامری ابو محمد الکوفی[137] جو البکائی کے نام سے مشہور ہے اور جو ابن اسحٰق کی سیرۃ کے راویوں میں سے ہے جن کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی اور اس سے ابن ھشام نے ابن اسحٰق کی سیرۃ نقل کر کے موجودہ سیرۃ ترتیب دی جو آج کل سیرۃ ابن ھشام کے نام سے معروف ہے۔ وہ خود عالم تھا اور سیرۃ کے موضوع سے شغف رکھتا تھا، اس سے علماء کی ایک جماعت کثیر نے روایت کی ہے جن میں محمد بن اسحٰق کے دوست الحسن بن عرفہ بھی شامل ہیں۔[138]

ابن ھشام نے وھب بن منبہؒ کی روایات کے حصول میں جس اہم مرجع پر اعتماد کیا ہے وہ اسد بن موسیٰ ہے جس نے ابو ادریس بن سنان

Marfat.com

سے اخذ کیا ہے جو وھب کی روایات کا ناقل اور مدون بھی ہے [139]
اسی لیے آپ ابن ھشام کی تالیفات میں دیکھیں گے کہ وہ وھب بن منبہ کی اصل کتابوں سے اخذ کرتا ہے اور ان باتوں کا ان میں اضافہ کر دیتا ہے جو اس نے دوسرے لوگوں سے نقل کی ہیں۔

بظاہر الطبری نے وھب بن منبہ سے یا ابن ھشام کی دوسری مولفات سے کچھ نقل نہیں کیا۔ شاید اسے اپنے زمانہ قیامِ مصر میں یہ کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں حالانکہ ابن ھشام فسطاط میں مرا تھا اور وہاں خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا۔[140]

وھب کی ایک اور کتاب مغازی میں بھی بتائی جاتی ہے جس کا نام بعضوں نے مغازی رسول اللہ بیان کیا ہے، لیکن اس کے کچھ آثار نہیں ملتے تھے، حتیٰ کہ مستشرق بیکر C.H BECKER نے قلمی اوراق کے ایک مجموعے میں جو جرمنی کے شہر ہائیڈل برگ میں ملا تھا۔ اور جس کا نام "بیاض بیکر" SCHOTT-REINHARDT بتایا جاتا ہے، اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مغازی و سیرت کے موضوع پر ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوا کہ یہ وھب بن منبہ کی روایت ہے جسے عبد المنعم بن ادریس ابن بنت وھب نے روایت کیا ہے، اس میں ہجرت سے قبل کے کچھ حوادث کا ذکر ہے اور کچھ غزوہ خثعم کا۔[141]

اس طرح ایک کتاب المبتدا یا المبدا بھی وھب کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یہ دنیا کی پیدائش کے بارے میں ہے اور عبد المنعم بن

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

ادریس (متوفی ۲۲۸ھ) بن سنان (وھب کا نواسا) کے پاس تھی۔ مگر ابن الندیم نے اسے عبدالمنعم ہی سے منسوب کیا ہے۔ عبدالمنعم مشہور قصہ گو تھا، اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ وھب کی طرف جھوٹی روایتیں گھڑ دیتا تھا اور اپنے باپ سے بھی موضوع احادیث منسوب کر دیتا تھا۔ وہ وراقوں سے کتابیں خریدتا تھا اور پھر انھیں اپنی بتا دیتا تھا یا سیرۃ کی کتابیں خرید کر اُن کی روایت کر دیتا تھا کہ میں نے اپنے باپ سے سنی ہیں، اور انھیں اپنے دادا سے منسوب کرتا تھا۔ بہر حال کچھ بھی ہو، یہ ظاہر ہے کہ وہ ایک ذہین آدمی تھا اور وھب بن منبہ کے بیشتر اخبار اس سے حاصل ہوئے ہیں

وھب سے ایک ترجمہ (زبور داؤد) بھی منسوب ہے جس کا نام "کتاب زبور داؤد ترجمۃ وھب ابن منبہ بتایا جاتا ہے۔ غالباً یہ وہی معروف ترجمہ ہے جسے "کتاب المزامیر ترجمۃ الزبور" کہا جاتا ہے اور اس کے نسخے آج تک پائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ "علمائے اسلام" کا کیا ہوا ترجمہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس وھب کی طرف کچھ مواعظ بھی منسوب کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انھوں نے صحفِ سماوی اور حکمت لقمان کے مطالعے سے اخذ کیے تھے۔

قصص پر وھب بن منبہ کا گہرا اثر ہے چنانچہ ان یمانی قصص کی روایتوں کے بڑے حصے کا مرجع وہی ہے۔ اور یہ دو طرح کے ہیں:

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

اسرائیلی رنگ کے قصے، جو یقیناً یہودیت کے اثر سے یمن میں گھس گئے پھر عرب کے یہودیوں نے اپنے ماحول اور زمانے کی رعایت سے اس میں تبدیلیاں کریں، دوسرے مقامی رنگ کی داستانیں، جو اہل یمن کا اپنی قدیم تاریخ کے بارے میں تعصب ظاہر کرتی ہیں اور اس علاقائی عصبیت کی نمایندگی کرتی ہیں جو اہل یمن پر حاوی تھی اور جس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ وہ اپنا جدِ اعلیٰ قحطان کو بتاتے ہیں، ان اساطیر کا کچھ حصہ جس کی روایت وھب بن منبہ نے کی ہے۔ عربی کتابوں میں بھی داخل ہوگیا۔ ان میں سے ایک الطبری کی کتاب بھی ہے جس کے بارے میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اس نے سیرۃ ابن اسحٰق سے بہ حصہ اخذ کیا ہے۔ اس کے مشائخ میں جو لوگ وھب بن منبہ کی روایات سے واقفیت رکھتے تھے۔ مثلاً ایک محمد بن سہل بن عسکر بن عمارہ مولی بنی تیم البخاری (متوفی ۲۵۱ھ) شہر بغداد میں تھا۔ اور بظاہر الطبری نے اس سے اسی شہر میں اپنے پہلے قیام کے زمانے میں تعارف حاصل کیا ہوگا۔ وہ ایسا راوی ہے جس سے علما کی بڑی جماعت نے نقل کیا ہے مثلاً عثمان بن عمر بن فارس اور عبدالرزاق اور یحییٰ بن حسان، قاسم بن کثیر۔ سعید بن ابی مریم۔ عبداللہ بن موسیٰ وغیرہ۔ ان میں سے اکثر کے اخبار تاریخ طبری میں موجود ہیں جو اس کے پاس اُن مشائخ کے طریق سے پہنچے ہیں جن کے نام اسانید میں درج ہیں، مگر وہ شیخ جس سے

Marfat.com

محمد بن اسہل نے وھب بن منبہ کی روایات نقل کی ہیں، اس کا نام اسماعیل بن عبدالکریم بن معقل بن منبہ ابو ھشام (متوفی ۲۱۰ھ) ہے اور یہ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس میں وھب بن منبہ نے پرورش پائی تھی۔ اس کی نمایندہ روایات میں اکثر وہ ہیں جن کا علاقہ اسرائیلیات یا 'عہدنامہ قدیم' سے ہے

اسماعیل بن عبدالکریم اس خاندان کا نفس ناطقہ تھا وہ اس خاندان کے جداعلیٰ (وھب) کی مدح میں متعدد اخبار کی روایت کرتا ہے جو اس خاندان کی ناک تھا اور اسی نے یمنی مدرسے میں اس گھرانے کا گہرا اثر قائم کیا تھا — خصوصاً صنعاء کا مدرسہ جو وھب بن منبہ اور یمانی یہودیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے چنانچہ وہ ایک حدیث کی سند پیش کرتا ہے کہ اس سے محمد ابن داؤد نے اپنے باپ داؤد بن قیس الصنعانی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

میری امت میں دو شخص ہوں گے، ان میں ایک وھب ہے جسے اللہ حکمت سے بہرہ وافر عطا فرمائے گا اور دوسرا غیلان ہے جس کا فتنہ اس امت میں شیطان کے فتنے سے بدتر ہوگا" یہی اس خبر کا راوی بھی ہے جو ان کتابوں میں ملتی ہے جن کی نسبت داؤد بن قیس الصنعانی سے کی جاتی ہے، کہ داؤد نے کہا: "میں نے وھب بن منبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ۹۲ کتابیں وہ پڑھی ہیں جو سب کی سب آسمان سے نازل ہوئی تھیں ان میں سے ۲، تو وہ ہیں جو کلیساؤں

Marfat.com

ہیں اور عوام الناس کے ہاتھوں میں ہیں اور بیس وہ ہیں جن کا علم بہت ہی قلیل لوگوں کو ہے۔ ان میں سے ہر کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جس نے اپنی ذات سے ذراسی مشیت (اختیار) کو بھی منسوب کیا وہ کافر ہو گیا۔"[155] میں نہیں جانتا کہ وھب بن منبہ نے توراۃ کو بھی صحیح صحیح پڑھا ہو گا یا نہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک ذہین آدمی تھے اور ہر بات کی معرفت کا دعویٰ کر سکتے تھے حتیٰ کہ ان زبانوں سے واقفیت کے بھی جنہیں وہ قطعاً نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے مدعی تھے کہ اس سے فضیلت میں اضافہ ہو اور لوگ ان کے گرد جمع ہوں۔

اسماعیل بن عبدالکریم نے اس خاندان کے لوگوں سے روایت کیا، چنانچہ وہ اپنے چچازاد بھائی ابراہیم بن عقیل بن معقل بن منبہ الصنعانی سے روایت کرتا ہے اور اپنے چچا عبدالصمد بن معقل سے بھی نقل کرتا ہے اسی طرح یمن کے اُن متعدد لوگوں سے روایت کرتا ہے جو اس خاندان سے کسی نہ کسی طرح متصل تھے مثلاً عبدالملک بن عبدالرحمٰن الذماری جو یمن کے ایک شہر ذمار کے باشندے تھے یا علی بن الحسین جو اہل یمن میں سے ہے اور وھب بن منبہ کا خاص آدمی تھا۔[156]

ان میں ابراہیم بن عقیل[157] ایسی شخصیت ہے جس کے بارے میں ہم کچھ گفتگو کریں گے۔ اس نے اپنے باپ عقیل سے اور عقیل نے اپنے والد معقل (برادر وھب بن منبہ) سے روایت کی ہے جو وھب سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ اور پھر وھب نے اُن سے روایت کی۔[158]

Marfat.com

اور عبد الصمد جو الطبری کے رجالِ سند میں داخل ہے وہ معقل کا بیٹا ہے اس طرح وھب بن منبہ اس کے چچا ہوئے۔ اس کا انتقال ۸۳ھ یا ۹۱ھ میں ہوا[159]۔ اس نے اپنے چچا وھب بن منبہ اور طاؤس و عکرمہ سے روایت کی پھر اس سے اخباریوں نے، خاص طور سے صنعاء کے باشندوں مثلاً عبد الوہاب ابن معقل، یا عبد الصمد کے بیٹوں یحییٰ اور یونس کی اولاد، یا عبد الرزاق، محمد بن خالد اور عمر ابن عبید وغیرہ نے روایت اخذ کی جو سب کے سب صنعانی ہیں[160]۔

وھب کے اخبار الطبری نے ایک اور شخص سے بھی اخذ کیے ہیں جس کا نام الحسن بن یحییٰ بن الجعد ابن نشیط العبدی ابو علی بن ابی الربیع الجرجانی ہے (متوفی ۲۶۳ھ یا ۲۸۵ھ) یہ بغداد میں رہتا تھا[161]۔ یہ عبد الرزاق بن ھمام بن نافع بن منبہ (برادر وھب) کے راویوں میں سے ہے۔ ۲۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوا اور ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا تھا، اس کی متعدد کتابیں اور تالیفات ہیں ان میں سے ایک کتاب السنن فقہ کے موضوع پر ہے، ایک کتاب المغازی ہے[162]۔ شاید اس نے یہی اس کتاب کی تالیف میں جسے وھب بن منبہ نے شروع کیا تھا، اس سے استفادہ کیا ہے اور عبد المنعم بن ادریس کو اجازت دی ہے۔ اس نے معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) سے بھی روایت کی ہے جو ازد کے موالی میں سے تھا اور بصرہ چھوڑ کر یمن میں آباد ہو گیا تھا اور قدرتی طور پر اس کا رابطہ آلِ منبہ سے قائم ہو جاتا تھا جو شہر صنعاء میں قصص و اخبار

Marfat.com

اور مغازی میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ اُن سے متاثر ہوا اور اس نے بھی مغازی کے موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ غالباً یہی وہ کتاب ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یا وہ اس پر مبنی ہوگی، اسے عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وھب بن منبہ کے اقوال نقل کرنے والے اکثر مورخوں نے اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا، اس لیے جو کتابیں وھب کی روایات سے مقتبس ہیں، مثلاً: ابن قتیبہ الدینوری[167] (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب المعارف اور عیون الاخبار، یا تاریخ یعقوبی[168] جس کا مصنف احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب مشہور کاتب ہے جو ابن واضح کے نام سے معروف ہے۔ جس کا انتقال ۲۹۲ھ میں ہوا۔ ان کا موازنہ المسعودی کی مروج الذھب، یا الثعلبی[189] (متوفی ۴۲۷ھ) کی قصص الانبیاء سے مفید ہوگا۔ کیونکہ یہ کتاب بھی ایسی ہے جس کا مواد اُن اخبار سے فراہم ہوا ہے جو وھب بن منبہ کعب الاخبار اور عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب ہیں۔ اس طرح الطبری کی تاریخ میں وھب بن منبہ سے منسوب صحیح روایات کو جاننے اور اُن کے قدیم ترین مآخذ سے رجوع کرنے میں مدد ملے گی جن کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وھب نے اُن مآخذ سے مواد حاصل کیا ہے اور وہ تورات تالمود اور قصص بنی اسرائیل ہیں۔

جب میں نے تاریخ طبری میں وھب بن منبہ سے منقول روایات

Marfat.com

کا عہد نامہ قدیم سے موازنہ کیا تو یہ نتیجہ برآمد کیا کہ وھب نے بعض جگہ تو ٹھیک نقل کیا ہے۔ مثلاً توراۃ میں جو کچھ آیا ہے وہ ٹھیک نقل ہوا ہے۔ لیکن کہیں اُس نے ایسے معاملات میں غلطی کی ہے جو بالکل بدیہی تھے اور یہ غلطی ایک ایسے یہودی نژاد سے نہیں ہونی چاہیئے تھی جو احکام توراۃ سے واقف ہو، مثلاً شجرۂ انساب میں۔

بظاہر اس کی مرویات میں کچھ اقوال ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ لازماً نصرانی رہا ہوگا۔ کچھ اقوال وہ ہیں جن پر جاہلیت یا اسلامی ذہن کی چھاپ ہے یہ انبیاء و عباد کے قصوں میں یا بنی اسرائیل کی احادیث میں شامل ہوگئے ہیں جنھیں عبدالمنعم بن ادریس بن سنان، (متوفی ۲۲۸ھ) بغداد میں لوگوں کے سامنے روایت کرتا تھا اور یہ توراۃ سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے پھیل جاتے تھے۔[۱۷]

وھب بن منبہ کی احادیث میں آپ کو کچھ باتیں وہ ملیں گی جن کی اصل یونانی ہے یا یونان کا نصرانی فلسفہ ہے جو یہودیت پر اثر انداز ہوگیا تھا مثلاً وہ باتیں جو وھب نے عناصر کے یا چار طبائع کے بارے میں کہی ہیں ان کی اصل یونانی نظریہ ہے جسے فلسفی انباذقلس (Empedokles) (مابین ۴۹۰ - ۴۳۰ قبل مسیح) نے پیش کیا تھا پھر اس میں طالیس (Thales) (۶۲۵ - ۵۴۵ ق م) کا نظریہ بھی شامل ہوگیا جو کہتا ہے کہ دنیا کی اصل پانی سے ہے۔ اور انکسی مینس (ANAXIMENES) (۵۸۵ - ۵۲۵ ق م) کا قول ہے کہ کائنات

Marfat.com

کی بنا پر ہوا ہے[174]۔ پھر ہر قلیطس (HERAKLEITOS) ۵۰۵ - ۵۲۵ ق م) نے کہا کہ بنائے عالم آگ سے ہوئی ہے[175]، اور انکسمندر (ANEXIMANDAR) (۶۱۱ - ۵۴۵ ق م) کا گمان تھا کہ ہر شے کی اصل[176] (APEIRON) "لانہائیت" یا "ازلیت" پر ہے جس کا بیان یا شناخت ممکن ہی نہیں۔ یہ گویا "پہلی علت" یا پہلا مسبّب یا پہلا فاعل ہے[177]۔ اب انبادقلس نے پچھلے تینوں عناصر کو لے کر ان میں ایک عنصر "مٹی" اور شامل کر دیا کیونکہ یہ محسوس عنصر ہے جسے چھوا جا سکتا ہے اور ان عناصر کی ترکیب کے لیے مناسب بھی ہے، اور اس نے دعویٰ کیا کہ دنیا کی ہر شے ان چار عناصر سے مرکب ہوئی ہے، چنانچہ انھیں عناصر اربعہ سے طبائع اربعہ کا نظریہ پیدا ہوا جس کے لیے وھب بن منبہ کا بیان بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے توراۃ میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔ میں نے توراۃ میں دیکھا: "میں نے جب آدم کو پیدا کیا تو اس کا جسم چار چیزوں سے ترکیب دیا، پھر اسے اس کی اولاد میں متوارث کر دیا کہ یہ چاروں عناصر اُن کے جسموں سے پیدا ہوتے رہیں اور قیامت کے دن تک اُن کے توالد کا سلسلہ جاری رہے"[178]۔ اس قول کی نسبت اگر وھب کی طرف درست ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مدراشیم (المدراش) سے اور فلسفۂ یونانی کے زیر اثر لکھی جانے والی شرحوں اور تفسیروں سے واقفیت رکھتے تھے لیکن ان کا یہ قول کہ "میں نے توراۃ میں لکھا دیکھا" محض بے بنیاد ہے

Marfat.com

یہ غالباً از روئے تعمیم لکھ دیا ہے، جیسا کہ مسلم اخباریوں کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ عہد نامہ قدیم یا تالمود کو بھی توراۃ کہہ دیتے تھے۔[۱۶۹] اسی طرح مدراشیم ترکوم بابلی اور ترکوم فلسطینی اور دوسری کتابوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق کرتے تھے۔ لوگوں کو ان سب کتابوں کا علم نہیں تھا اس لیے وہ ہر کتاب کو توراۃ ہی کہہ دیتے تھے جو زیادہ مشہور تھی

میرا خیال ہے کہ اس نے (عبد المنعم بن ادریس) اوّل سے آخر تک وھب کے لیے وضع کیا ہے۔ بلکہ ایک اور بہت سے ہم دیکھتے ہیں کہ، کعب الاحبار کی طرح وہ بھی بہت سی پیشین گوئیاں، بہادری کے قصے، لوک کہانیاں، حتیٰ کہ بادشاہوں اور خلفاء کے اوصاف وغیرہ توراۃ کی طرف منسوب کرنے میں مطلق نہیں جھجھکتا اور یہ کچھ احاد حدیثوں کے قبیل سے نہیں، نہ اتنی قلیل روایات ہیں جن سے اسے باسانی بری الذمہ قرار دینا ممکن ہو، بلکہ یہ بہت کثرت سے وارد ہوتی ہیں اور اس کے اس لمبے چوڑے دعوے کی تائید کرتی ہیں کہ وہ "اخبار ماضین سے نیز ان کتابوں سے جو انبیاء و مرسلین پر نازل کی گئیں پوری واقفیت رکھتا ہے، نیز وہ ان کتابوں کو بھی پڑھ سکتا تھا جن کو پڑھنا اور لوگوں کے بس کی بات نہیں تھی"۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وھب نے یہ سب اخبار اپنی طرف سے گھڑ لیے ہیں ان میں کچھ تلمود سے ماخوذ ہیں، کچھ اس کی ان شرحوں سے لیے گئے ہیں۔ جو حضرت مسیح کے بعد ربانیوں نے تیار کی تھیں، یا نصاریٰ کی کتابوں سے ہیں، جیسا کہ

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

جزیرہ نمائے عرب میں نصرانیت کے پھیلاؤ سے اس کی واقفیت دلالت کرتی ہے۔ یا نجران میں نصاریٰ کے مقتولوں کے حوادث سے ماخوذ ہیں۔ کچھ حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کے قصّے ہیں، یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں بتاتی ہیں کہ وہ نصاریٰ سے قریب رہے تھے اور ان اخبار کی فراہمی میں نصاریٰ کی کتابوں سے مدد لیتے تھے۔[۱۸۰]

بظاہر وھب بن منبّہ نے کتابوں سے مدد لی ہے اور اُن کا حصول وھب کے لیے آسان تھا۔ اخبار میں آیا ہے کہ ھمام بن منبّہ بن کامل بن شیخ الیمانی ابوعقبہ الصنعانی الانباوی جو وھب بن منبّہ کے سگے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کے لیے کتابیں خریدا کرتے تھے۔[۱۸۱] انھوں نے یقیناً ان کتابوں سے بہت استفادہ کیا، انھیں اپنے اعلان اور ادّعا کا واسطہ بنالیا، انھیں کتابوں کے ذریعے انھوں نے اسرائیلیات کے ضخیم مواد سے مسلمانوں کی کتابوں کو بھر دیا اور انھیں سے خلفاء کا تقرب اس بنیاد پر حاصل کیا کہ وہ اگلی امتوں کا علم رکھتے ہیں اور انھیں پہلے لوگوں کے اخبار اور آسمانی کتابوں سے واقفیت ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ لیکن ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ان روایتوں میں وہ حصہ بھی کم نہیں ہے جو بنی وھب کے دوسرے افراد نے وھب کی شہرت کا فائدہ اٹھا کر اس کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ انھوں نے وہ باتیں نہیں کہیں۔ ایسے لوگوں کا سرخیل عبدالمنعم

Marfat.com

بن ادریس ہے جو کتاب المبتداء کا راوی ہے اور جس پر الثعلبی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء میں اعتماد کیا ہے۔

ہم تاریخ الطبری میں وہ حصہ بھی پاتے ہیں جو بلیغ اور سلیس عبارت میں توراۃ کی عبارتوں کا محتاط ترجمہ ہے۔ اسی طرح کچھ عبارتیں مزامیر سے یا دوسری کتابوں سے، یا تلمود سے یا کبھی انجیلوں سے لی ہوئی ہیں۔ اس کے سوا کچھ ایسے قصے بھی ہیں جنھیں وہ توراۃ یا ان آسمانی کتابوں کے قصّے ظاہر کرتا ہے جو انبیائے بنی اسرائیل پر نازل ہوئے، حالانکہ یہ ایک طرح کے لوک قصّے ہیں جو عربوں میں یا عرب کے یہودی یا نصرانی قبائل میں رائج تھے اور انھیں کتب یہود سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ اندریں حالات ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتب رجال کے مصنّفین اور قصاص جو یہ سمجھتے رہے ہیں کہ کعب الاحبار یا وھب بن منبّہ نے خدا کی طرف سے نازل ہونے والی "بہت سی" کتابیں پڑھی تھیں، تو اُن کی مراد دراصل اسفار توراۃ یا کتب تلمود اور ان کی تفاسیر سے ہوتی ہے۔

کعب الاحبار: اب کعب الاحبار کو لیجیے۔ ان سے الطبری نے انبیاء اور اسرائیلیات کے بارے میں اقوال نقل کیے ہیں۔ وہ یمن کے رہنے والے یہودی تھے اور انھیں ابو اسحٰق کعب بن مطیع بن ھیسوع بتاتا ہے۔ یہ ابوبکرؓ یا عمرؓ کے زمانے میں ایمان لائے اور کعب الاحبار یا کعب الحبر کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لفظ حابیر HABER سے

Marfat.com

ماخوذ ہے[۱۸۲] جس کے معنی بابلی یہودیوں کے نزدیک "عالم" ہیں۔ یہ درجہ ربانیوں[۱۸۳] RABBI کے بعد کا ہے۔ اس سے زیادہ ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے نہ اُن سے کوئی کتاب منسوب ہے اور بظاہر جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی بطریق روایت ہی ہے۔ الطبری نے اپنی تاریخ میں جو جملے ان سے منسوب اقوال کے نقل کیے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قدیم مصادر سے لیے ہیں۔ اور اُن کا ابھی تک گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا گیا۔ نہ ان کا موازنہ و مقابلہ یہودی مصادر اور کلیسائی روایات سے کیا گیا ہے۔ جس سے ان اقوال کا اُن سے قرب یا بُعد معلوم ہو جاتا۔ وہب بن منبہ کے بعد یہ سب سے اہم ماخذ ہے جس پر قصص انبیاء میں اعتماد کیا گیا ہے[۱۸۴]

کعب سے سب سے زیادہ روایت کرنے والے ابن عباس اور ابو ہریرہ ہیں[۱۸۵]۔ اگرچہ جدید تحقیقات کو ابھی تک کوئی دلیل ایسی نہیں ملی ہے جو ابن عباس اور کعب کی ملاقات کو ثابت کر دے اس لیے ہم اُن احادیث کی تصدیق نہیں کر سکتے جو "ابن عباس عن کعب" کی سند سے روایت کی گئی ہیں۔ البتہ ابو ہریرہ نے کعب سے جو روایات نقل کی ہیں، وہ اکثر قصص انبیاء یا اسرائیلیات سے متعلق ہیں، گہرے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں، خصوصاً جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس طرح کی بیشتر احادیث جو ابو ہریرہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں غیر صحیح ہیں۔ جیسا کہ روایت کی جاتی ہے کہ صحابہ کی ایک

Marfat.com

جماعت نے خود ابوہریرہ کی کثرتِ روایت پر اعتراض کیا تھا جب یہ بات اُن کو معلوم ہوئی تو کہنے لگے! "تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثوں کی روایت کرتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ میں ایک غریب انسان تھا اور رسول اللہ کی خدمت کیا کرتا تھا جس کے عوض مجھے پیٹ بھر کھانے کو مل رہتا تھا، جبکہ مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت کرتے رہتے تھے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں مصروف ہوتے تھے"[186] لیکن ظن غالب یہ ہے کہ مذکورۂ بالا روایت اس شخص کی اختراع ہے جو ابوہریرہ سے روایت کرنے کا مدعی تھا۔ ابوہریرہ سے منسوب احادیث کی تعداد (۳۵۰۰) ساڑھے تین ہزار تک پہنچتی ہے اور ان سے تقریباً آٹھ سو آدمیوں نے روایت کیا ہے"[187] جن میں بڑی تعداد موالی کی ہے جو مختلف مقامات اور قوموں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ الطبری کے ہاں کعب الاحبار کے اقوال بہت کم ہیں خصوصاً اگر اُن کا مقابلہ وھب بن منبہ کی روایات سے کر کے دیکھا جائے۔

الطبری نے کعب کے اقوال ان مشائخ سے اخذ کیے ہیں جن سے اس نے اپنے زمانہ شباب میں حدیث کا درس حاصل کیا تھا[188] ان میں ابنِ حمید رازی بھی ہیں جنھوں نے الطبری کو سیرۃ ابنِ اسحٰق دی تھی۔ ابن حمید نے کعب کے اقوال اپنے شیخ جریر سے انھوں نے الاعمش سے انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے خود کعب سے

Marfat.com

اخذ کیے تھے۔[189] ان رواۃ پر ہم آیندہ گفتگو کریں گے۔

جو اقوال وھب بن منبہ اور کعب الاحبار سے منسوب ہیں ان میں ملاحم (رزمیہ قصے) یا پیشین گوئیاں شامل ہیں۔ الطبری کی تاریخ میں کعب الاحبار کی وہ پیشین گوئی موجود ہے جو انھوں نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے قتل کے سلسلے میں تین دن پہلے کر دی تھی اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ انھوں نے توراۃ میں دیکھی ہے۔ الطبری نے اسے اپنے شیخ سلمہ ابن جنادہ کے حوالے سے درج کیا ہے۔[190]

المقریزی نے روایت کی ہے کہ ایک بار ابن ابی حذیفہ کعب کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سفر کر رہے تھے تو انھوں نے پوچھا: "کیا یہ سفر بھی تمھاری توراۃ میں مذکور ہے؟" کعب نے اس سوال کا تو کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ کہنے لگے: "ہماری توراۃ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک لمبے بالوں والا نوجوان بری طرح پیٹا جائے گا حتیٰ کہ وہ گدھے کی موت مر جائے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ جوان کہیں تم ہی نہ ہوں"[192] بہرحال ابن ابی حذیفہ کا یہ چبھتا ہوا انوکھا سوال ــ اور پھر خلیفہ عمر ابن خطاب کا ان سے پوچھنا، جب انھوں نے کعب سے یہ سنا کہ وہ تین دن کے بعد قتل کیے جائیں گے۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" کہنے لگے: "میں نے یہ خدا کے کلام توراۃ میں پڑھا ہے۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "اللہ! کیا عمر بن خطاب کا ذکر توراۃ میں تجھے ملا ہے؟" جواب دیا: "خدا کی قسم نہیں ــ بلکہ اُس میں آپ کا وصف اور حلیہ موجود ہے، جس سے آپ

Marfat.com

کی وفات کا علم ہوتا ہے"۔ حضرت عمرؓ نے کہا: "مگر عمر کو تو کوئی تکلیف یا درد وغیرہ بھی نہیں![193]" یہ دونوں باتیں واضح طور سے بتاتی ہیں کہ کعب سازشی آدمی تھے اور سازشوں میں حصہ لیتے تھے۔ ساتھ ہی ان سے اُن مصادر کا علم بھی ہوتا ہے جن سے کعب اور ان جیسے راوی اخبار وضع کرنے میں مدد لیتے تھے۔ ان سے اُن کی احادیث کی صحت بھی کھل جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کعب اور وھب محض ہر چیز کے بارے میں اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں جھجکتے تھے۔ ایسا ہی وہ قصہ ہے جو المسعودی نے وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب الولید نے جامع دمشق کا سنگِ بنیاد رکھا تو اُسے مسجد کے صحن میں پتھر کی ایک تختی پڑی ہوئی ملی جس پر یونانی زبان میں کچھ لکھا تھا اس نے اہلِ کتاب کی ایک جماعت کے سامنے وہ کتبہ رکھا، مگر وہ لوگ اسے نہ پڑھ سکے۔ پھر اس نے وھب بن منبہ کو دکھایا، تو انھوں نے کہا: یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانے کا ایک خط ہے، اور اس کی عبارت یوں پڑھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے ابن آدم۔ اگر تو دیکھ لے کہ تیری موت میں کتنی مہلت باقی رہ گئی ہے، تو اپنے طول امل میں بہت کچھ کم کر دے اور اپنی خواہشات گھٹا دے اور اپنے حیلے چھوڑ دے، اور جب تیرے قدموں میں لغزش ہوگی تو ندامت محسوس کرے گا! تیرے اہل تجھے چھوڑ دیں گے،

Marfat.com

دوست روگردانی کریں گے، ساتھی بچھڑ جائیں گے، تو پکارتا
رہے گا اور جواب نہیں ملے گا۔ پھر تو نہ اپنے گھر والوں کی طرف
لوٹ سکے گا، نہ اعمال میں کچھ اضافہ کر سکے گا، لہٰذا موت سے
پہلے زندگی کو اور زائل ہونے سے پہلے قوت کو غنیمت جان
لے۔ اس سے پہلے کہ تو آفت میں گرفتار ہو اور تیرے اعمال
کے درمیان فاصلہ حائل کر دیا جائے۔ یہ سلیمان ابنِ داؤد کے
زمانے میں لکھا گیا۔"

الولید نے حکم دیا کہ لاجورد کی تختی پر سونے کے حروف میں یہ عبارت لکھ کر مسجد میں نصب کر دی جائے: "ہمارا رب اللہ ہے۔ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اس مسجد کے بنانے کا حکم امیر المومنین الولید نے ذی الحجہ ۸۶ھ میں جاری کیا اور اس کی جگہ جو کلیسا تھا اسے ڈھا دیا" المسعودی کہتا ہے کہ "ہمارے زمانے یعنی ۳۳۲ھ تک یہ عبارت دمشق کی مسجد میں سونے کے حروف سے لکھی ہوئی موجود ہے"۔[194]

میں اس نمونے کا یہاں ذکر نہ کرتا اگر اسی طرح کے نمونے وھب سے کتابوں میں منقول نہ ہوتے۔ خاص طور سے کتاب التیجان میں متعدد رقیمے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اُن تختیوں کے تراجم ہیں جو ایسی زبانوں میں لکھی ہوئی ملی تھیں جنھیں سوائے وھب بن منبہ اور کعب الاحبار کے کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

الطبری نے جس فصل میں حضرت یوسفؑ کا قصہ[195] بیان کیا ہے

Marfat.com

اس میں کعب کا ذکر نہیں آیا نہ اُن سے کسی خبر کی روایت ہوئی ہے حالانکہ دوسری کتابوں میں، خصوصاً الثعلبی کی قصص الانبیاء میں قصۂ یوسفؑ کے لیے بار بار کعب کا نام آتا ہے[196]۔ اس سلسلے کے بیشتر قصوں میں اُن کا نام داخل ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ "قصہ یوسف و زلیخا" مصنفہ فردوسی میں بھی شامل ہے[197]۔ پھر انھیں کتابوں سے کعب الاحبار کا نام قصۂ یوسفؑ میں داخل ہوا۔ جو اسپینی ادب میں بہت مشہور رہے[198]۔ اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ قصۂ یوسف میں کعب الاحبار کا نام الطبری کے زمانے کے بعد شامل ہوا ہے اور اسی لیے وہ تاریخ طبری میں اس ذیل میں ہمیں نہیں ملتا

وھب بن منبہ اور کعب الاحبار نے عرب عاربہ مثلاً عاد و ثمود کے بارے میں بھی اخبار کی روایت کی ہے جو ہمیں الکسائی کی قصص الانبیاء میں ملتی ہے[199]۔ تاریخ طبری میں وھب بن منبہ کی ایک روایت قوم عاد کے بارے میں ہے جسے الطبری نے محمد بن سہل عسکر عن اسماعیل بن عبدالکریم عن عبدالصمد عن وھب بن منبہ "کے سلسلے سے اخذ کیا ہے، اسی طرح اس نے جنوبی عرب کے شہروں میں نصرانیت کے فروغ کے بارے میں جو کچھ ابن اسحٰق سے لیا ہے وہ وھب بن منبہ کی روایات پر مبنی ہے"[200]

یہاں یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ وھب سے منسوب روایات میں اور کتاب التیجان میں جو نام آئے ہیں اُن کا ایک حصّہ ایسا ہے جو وھب نے ٹھیک اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ وہ توراۃ میں ملتے ہیں، کبھی وہ لفظ کی شکل بھی بیان کر دیتے ہیں جو عبرانی میں بولی جاتی ہے

Marfat.com

یا جس طرح وہ سریانی کے تراجم سے نقل ہوئی ہے[201]۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وھب بن منبہؒ ان معلومات کے حصول کے لیے مزعومہ مآخذ سے رجوع کیا کرتے تھے۔

محمد بن کعب القرظی جب ہم نے کعب اور وھب کے حدود عمل کا جائزہ لیا ہے، تو اب ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم ایک اور یہودی الاصل شخص سے بحث کریں جو مدینہ کے یہود قبائل سے تعلق رکھتا تھا، اور وہ ہیں: محمد بن کعب بن سلیم بن اسد القرظی (متوفی ما بین ۱۱۸ و ۱۲۰ ھ) یہ قبیلہ قریظہ کے فرد تھے جو اوس کا حلیف تھا۔ ان کا شمار علمائے قرآن و حدیث میں کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعضوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ "وہ تاویل (تفسیر قرآن) کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے[202]" یہ بھی وھب بن منبہ کی طرح ایک قصہ گو تھے اور مسجد میں قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ اور یہ دوسرے قصاص میں اپنی حکایات کے انوکھے پن اور مبالغہ کی وجہ سے ممتاز تھے جس سے لوگوں کا دل لامحالہ اُن کی طرف کھنچتا تھا اسی قصہ گوئی میں ان پہ بہت سی آفتیں بھی آئیں، چنانچہ ایک دن وہ مسجد میں قصہ بیان کر رہے تھے کہ اچانک چھت گر پڑی اور وہ دب کر مر گئے

محمد بن کعب القرظی کے اخبار تاریخ طبری میں سیرۃ ابن اسحٰق کے راستے سے آئے ہیں اور اس معروف طریقے سے جسے ہم آئندہ الطبری کے سلسلے میں سیرۃ ابن اسحٰق کا جائزہ لیتے وقت تفصیل سے دیکھیں گے: یعنی "ابن حمید عن سلمہ بن الفضل عن ابن اسحٰق" صاحب سیرۃ نے یہ اخبار

Marfat.com

محمد بن کعب سے براہِ راست بھی اخذ کیے ہیں اور بالواسطہ بھی۔ مگر جو اخبار ان سے مروی ہیں وہ انبیاء اور رسولوں کی سیرۃ، یہودیت اور نصرانیت کے یمن میں فروغ، اور ان امور سے متعلق ہیں جو حجاز کے یہودیوں سے مخصوص ہیں [۲۰۳] یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خاص مقربوں میں سے تھے کیونکہ اُن کے ولی عہد خلافت ہونے سے پہلے ہی ان کا تعارف ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو یہ اُن کی خدمت میں جاتے تھے اور اُن سے زہد کے موضوع پر باتیں کیا کرتے تھے اور ایسے قصّے سناتے تھے جن پر اسرائیلیات کی چھاپ ہوتی تھی [۲۰۴]۔ نیز وہ تفسیر بھی بیان کرتے تھے جس کے لیے وہ مشہور ہوئے۔

آج جب کہ نئے سیاسی مذاہب نے جو ذہنوں اور تاویلوں کو اپنی طرف مرکوز رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی ہی رائے کے مطابق انھیں چلاتے ہیں، سب سے پہلا نشانہ یہ بنایا ہے کہ بیسویں صدی میں مخالف مذاہب کی کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا ہے۔ خاص طور سے اُن مذاہب کی جو منسوخ ہو چکے ہیں، کیونکہ یہ مذاہب جدید ان کے ناسخ ہیں اور وہ مذاہب ذہنوں کے لیے خطرہ ہیں۔ مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس نے توراۃ پڑھنا ممنوع نہیں قرار دیا نہ انجیلوں کے مطالعہ پر پابندی لگائی نہ مسلمانوں کو اہلِ کتاب کے بیان کردہ قصّے سننے سے روکا۔ اسی لیے رسولوں اور نبیوں کے قصّے اور ابتدائے آفرینش کی داستانوں نے مسلمانوں میں بھی نفوذ کر لیا۔ براہ راست ان کتابوں

Marfat.com

کے مطالعے کی وجہ سے یا اہلِ کتاب کے مدارس کے اثر سے۔ چنانچہ الطبری نے انبیاء ورسل کی سیرت پر جو حصّہ مدوّن کیا ہے اس کا مواد توراۃ اور انجیلوں کے مطالعے سے حاصل کیا ہے، اسی طرح ابن قتیبہ الدینوری اور احمد بن واضح الیعقوبی اور المسعودی وغیرہ نے بھی توراۃ سے استفادہ کیا ہے۔ چونکہ توراۃ قصّوں اور اس تاریخی دیومالا کا مجموعہ ہے جو آفرنیش سے یا اُن امتوں سے متعلق ہیں جن کا یہودیوں سے ربط رہا، یا اُن نبیوں اور رسولوں کے حوادث ہیں جن کا اسلام نے بھی اعتراف کیا ہے، اس لیے یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ یہ قصے علمائے اسلام میں انجیلوں سے بھی زیادہ مشہور و مقبول ہوگئے۔ ابن اسحٰق تو یہودیوں اور نصرانیوں سے مواد اخذ کرتا ہے اور انھیں اپنی کتابوں میں اہل العلم الاول[25] (اگلے زمانے کا علم رکھنے والے) کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ ان لوگوں سے سعید بن جبیر بھی معلومات کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز جیسے خلفا بھی اہل کتاب سے اخذِ معلومات میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے[26]۔

توراۃ وانجیل کے تراجم آج کے مورخ کے لیے یہ تعین کرنا بہت دشوار ہے کہ عربی زبان میں توراۃ وانجیل کا پہلا ترجمہ کب کیا گیا۔ لیکن دورِ جاہلی کے اشعار سے، کہاوتوں سے اور اُن مذہبی اصطلاحوں سے جو یہودیت یا نصرانیت سے آئی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نصرانی پادری اور واعظین (جنھیں مبشرین کہا جاتا تھا) عہد نامہ قدیم وجدید

Marfat.com

یا ان سے متعلق حصوں کی تفسیر، جاہلی عرب میں اپنے پیروؤں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ اور ایسے شواہد بھی ملتے ہیں کہ دونوں عہد ناموں کا ترجمہ عہد اموی میں دستیاب تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ احمد بن عبد اللہ بن سلام نے خلیفہ ہارون الرشید کے لیے توراۃ کا صحیح ترجمہ تیار کیا تھا اور یہ ترجمہ المامون کے خزانے میں محفوظ تھا[۲۰۸]۔ المسعودی نے یہود و نصاریٰ کی ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جس نے توراۃ و انجیل کا ترجمہ کیا تھا[۲۰۹]۔ بہر حال اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ ترجمے زمانہ ماقبل اسلام کی تاریخ لکھنے میں بڑے مددگار ثابت ہوئے، اسی طرح جیسے تاریخ رسل و انبیاء کا ہیولیٰ تیار کرنے میں توراۃ و انجیل نے اعانت کی۔ اس کے سوا بھی کچھ مواد تھا جس نے وہ اسلوب بنانے میں مساعدت کی جس کی یہ مورخ تاریخ نویسی میں پابندی کرتے ہیں ــ یعنی تاریخ کی وہ کتابیں جو نصرانیوں نے لکھی تھیں ــ ہم اس حقیقت سے منکر نہیں ہو سکتے ــ کیونکہ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ الطبری اور اس کے پیش رو مورخوں نے تاریخ نویسی کا یہ ڈھرا خود ہی ایجاد کر لیا ہو جو آفرینش سے شروع ہوتا ہے پھر توراۃ کے سہارے چلتا ہوا زمانہ مابعد مسیح تک آتا ہے بالکل اسی انداز پر جو تدوین تاریخ میں کلیسائی مورخ اختیار کیا کرتے تھے۔ یہ بات یقیناً ناقابل فہم ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تدوین تاریخ کا یہ اسلوب انھیں اتفاق یا الہام سے ہاتھ آ گیا تھا۔ یقیناً نصرانی

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

فرقوں کے پاس رسولوں، حکمرانوں اور امتوں کی تاریخ پر لکھی ہوئی کتابیں موجود تھیں جن کا ذکر المسعودی کسی قدر تفصیل سے کرتا ہے اور یہ مشابہت ہم تاریخ طبری کے نام تک میں محسوس کرتے ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ الطبری نے انھیں کتابوں سے یہ اصطلاحیں یعنی "تاریخ الرسل والانبیاء والملوک — یا کبھی "الامم" اخذ کی ہوں گی جو غالباً انھیں ناموں سے موسوم تھیں وہ کتابیں بھی تاریخ طبری کی طرح آغاز آفرینش سے شروع ہوتی تھیں پھر اسی ڈھنگ سے رفتہ رفتہ اپنے زمانے کے بادشاہوں کی سیرۃ پر تمام ہوتی تھیں اس میں ترتیب زمانی یعنی (نظام حولیات) کا بھی خیال رکھا جاتا تھا سیرۃ ابن اسحٰق / تاریخ طبری کے ابتدائی حصوں کی تدوین میں ایک کتاب کا اثر بہت واضح ہے۔ وہ ابن اسحٰق کی سیرۃ ہے جس کے مؤلف نے تاریخ رسل وملوک اور اسرائیلیات کا وہ وسیع مواد اپنی کتاب میں جمع کیا ہے جو اس تاریخ کے بھی بڑے حصے پر حاوی ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ سیرۃ معدوم ہو گئی۔ لیکن اس کے اقتباسات کا بڑا حصہ دوسری کتابوں میں موجود ہے اور اسے ہم تاریخ طبری کے صفحات میں بھی بکھرا ہوا پاتے ہیں۔ ابن ھشام نے اپنی سیرت میں اس کتاب کا بیشتر حصہ خصوصاً جو سیرت نبوی ؐ سے متعلق تھا محفوظ کر دیا ہے۔ لیکن سیرۃ نبوی ؐ سے قبل کے حصے کو یعنی انبیاء میں حضرت آدم ؑ سے حضرت ابراہیم تک کی تاریخ کو اس نے چھوڑ

Marfat.com

دیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد کی تاریخ میں بھی اس نے صرف وہی حصّہ لیا ہے جس کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسب سے تعلق ہے۔ علیٰ ہذا، اس نے غلط اخبار اور غیر متحقق اشعار بھی حذف کر دیے ہیں اور سیرۃ میں ان باتوں کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے جو ابن اسحٰق نے چھوڑ دی تھیں[۲۰۹]۔

الطبری نے اپنی جوانی کے ایام میں سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت ایک ایسے عالم سے اخذ کی جو شہر رے کے علماء کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا یعنی محمد بن حمید بن حیان التیمی ابو عبداللہ الحافظ المروزی (متوفی ۲۴۸ھ) جنھیں علم حدیث اور سیرۃ ومغازی میں وسیع شہرت حاصل تھی۔ انھوں نے علماء کے جس گروہ سے استفادہ علمی کیا تھا اس میں یعقوب بن عبداللہ القمی، ابراہیم بن المختار، جریر بن عبدالحمید، ابن المبارک، ھارون بن المغیرہ، اور سلمہ بن الفضل[۲۱۰] شامل ہیں۔ پھر عالموں کی ایک بڑی جماعت سے خود بھی روایت کی جو دور دراز شہروں سے ان کی طرف کھنچ کر آتے تھے ان میں کبار محدثینؒ مورخین کے نام ہیں مثلاً: ابوداؤد، ترمذی، یحییٰ بن معین، عبداللہ بن عبدالصمد بن ابی خداش، محمد بن اسحٰق الصاغانی، ابوبکر بن ابی الدنیا محمد بن ھارون، الرویانی اور الطبری —— نیز اس طبقہ علماء کے باقی افراد جو تصنیف وتالیف میں احتیاط اور بحث وتدقیق میں گہرائی کے لیے معروف ہیں۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے محمد بن حمید کی وفات ۲۴۸ھ میں یعنی الطبری کے شہر رے سے رخصت ہونے اور بغداد پہنچنے کے کچھ سال بعد[۲۱۱] ہو چکی تھی۔ اس صورت میں یقینی ہے کہ الطبری نے اُن سے اور اُن کے شیوخ سے روایت کرنے کی اجازت مدینۃ اسلام (بغداد) میں آنے سے پہلے ہی حاصل کی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ الطبری اسی سال سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت میں مشغول ہوا ہوگا اور یہ زمانہ اس کی تاریخ کی تالیف سے بہت پہلے کا ہے۔ یا شاید اپنی طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں جب وہ اپنے شیخ کی مجلس میں سماعت حدیث کے لیے یا جو کچھ وہ اپنے شاگردوں کو املا کراتے تھے اس کی تدوین کے لیے اکثر جایا کرتا تھا، یہ سماعت حدیث مکمل ہو گئی تو الطبری نے اپنے شیخ کے اقوال قلمبند کر لیے پھر ان پر نظر ثانی کر لی، اس خوف سے کہ اس میں سہو و نسیان سے کوئی غلطی نہ رہ گئی ہو، اس میں وہ رات گئے تک مصروف رہتا تھا؛ انھیں کتابوں میں، جو ابن حمید نے لوگوں کے سامنے روایت کی تھیں، سیرۃ ابن اسحٰق بھی تھی جس کی اجازت انھوں نے سلمہ بن الفضل سے حاصل کی تھی[۲۱۲]۔

محمد بن حمید کے استاذ سلمہ بن الفضل جن سے انھوں نے سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی اجازت لی تھی، وہ سلمہ بن الفضل الابرش الانصاری (متوفی ۱۹۰ھ) شہر رے کے قاضی تھے۔ یہ محمد

Marfat.com

ابن اسحٰق کے دوستوں میں تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مولف سیرۃ نے اس کتاب کا ایک نسخہ کاغذوں پر لکھ لیا تھا، پھر وہ کاغذ سلمہ بن فضل کے پاس آ گئے تھے اسی لیے سیرۃ میں سلمہ بن فضل کی روایت کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اُن کے پاس یہ کتاب لکھی ہوئی تھی۔ نیز کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس ابن اسحٰق کے مغازی بھی تھے اور انھوں نے ابن اسحٰق سے مبتدا اور مغازی کی روایت کی ہے۔[۲۱۳]

ایڈورڈ سخاؤ (Edward Sachau) کا خیال ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ ابن اسحٰق نے شہر رے میں اپنے قیام کے زمانے میں یہ نسخہ سلمہ بن فضل کو دیا ہو اور یہی وہ نسخہ ہے جسے الطبری نے اپنا سب سے اہم ماخذ بنایا ہے[۲۱۴] سلمہ نے خود بھی مغازی کی ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ "کتابوں میں اس سے زیادہ مکمل کوئی نہیں ہے"[۲۱۵] بظاہر یہ اسی سیرۃ سے ماخوذ تھی۔ یہی سیرۃ سلمہ کی روایت کردہ تھی جس پر تنقیحات کا اضافہ ہوا اور پھر اسی کے نام سے مشہور ہو گئی جیسا کہ ابن ھشام کی سیرۃ کے معاملے میں ہوا ہے۔

ابو بکر بن کامل کا گمان ہے، اور یہ وہ شخصیت ہے جس نے الطبری سے علم حاصل کیا اور اپنے شیخ کی سیرۃ لکھی اور اس پر وارد کیے گئے اعتراضوں کا جواب دیا، کہ الطبری نے سیرۃ ابن اسحٰق کا نسخہ اپنے شیوخ میں سے ایک اور شیخ سے حاصل کیا تھا جو رے کے قریب کسی گاؤں میں رہتے تھے اور سیر و مغازی کے لیے مشہور تھے

Marfat.com

ان کا نام احمد بن حماد الدولابی ہے۔ الطبری حصول علم کے لیے ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ ایک کتاب "المبتداء والمغازی"[216] کے مصنف بھی تھے اور انھوں نے سیرۃ کی روایت سلمہ بن الفضل سے اخذ کی تھی اسی لیے وہ بھی محمد بن حمید کی طرح سلمہ کے شاگردوں میں ہیں جس کے پاس سیرۃ ابن اسحٰق کا اصلی نسخہ تھا۔ قطع نظر اس سے کہ الطبری کے اسانید سے اس روایت کی تصدیق نہیں ہوتی، نہیں تاریخ طبری میں بھی کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ الطبری نے اپنی تاریخ کی بنیاد اس نسخے پر رکھی تھی۔

الدولابی "دولاب" کے رہنے والے تھے جو رے کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، ان کے ایک صاحبزادے حدیث، اخبار اور تواریخ میں بہت مشہور ہوئے اور اس زمانے میں ایسے علماء کی عادت کے مطابق انھوں نے مختلف شہر و دیار کی خاک طلب علم میں چھانی، ان کا نام ابو بشر محمد بن احمد المتوفی ۳۱۰ھ ہے اور ان کی متعدد تصانیف تاریخ اور موالید اور وفیات کے موضوعات پر ہیں جن میں سے کتاب الکنی والاسماء چھپ گئی ہے[216]۔

علاوہ ازیں الطبری نے صرف محمد بن حمید والے نسخہ سیرۃ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے اضافوں میں یہ اشارہ کر دیا ہے کہ وہ دوسرے شیوخ سے بھی حاصل کرتا ہے مثلاً ھناد بن السری بن مصعب التیمی الکوفی (متوفی ۲۴۳ھ) جو اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے راہب کوفہ

Marfat.com

کے لقب سے مشہور تھے۔ حفاظ سیرۃ سے شغف رکھتے تھے اور اس کی روایت کی اجازت انھوں نے کوفہ کے ایک محدث و مورخ یونس بن بکیر بن واصل ابوبکر الشیبانی الجمال (متوفی ۱۹۹ھ) سے حاصل کی تھی جو صاحب المغازی کے لقب سے معروف تھے [۲۱۷]۔ یہ الاعمش اور عروۃ بن ھشام جیسے مشاہیر محدثین کے راویوں میں تھے۔ پھر انھوں نے علماء کی ایک جماعت کو مغازی روایت کرنے کی اجازت دی جن میں کوفہ کے مشہور عالم ابوکریب بھی شامل ہیں جن سے الطبری اخذ کرتا ہے اور اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر کرتا ہے اور ان میں احمد بن عبد الجبار العطاردی ابو عمرو بھی ہیں جنھوں نے کچھ اور لوگوں کو سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی اجازت دی اور اُن سے یہ سلسلہ ابن الاثیر تک پہنچا چنانچہ وہ اپنی کتاب "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ [۲۱۸]" میں اس کی توثیق کرتا ہے۔ الطبری نے سیرۃ ابن اسحٰق کے ایک اور نسخے سے بھی استفادہ کیا ہے جو اصحاب سیرۃ و مغازی میں سعید بن یحیٰی بن سعید [۲۱۹] بن العاص الاموی کے پاس تھا، جو اگرچہ اموی تھے مگر روایت میں کوفہ اسکول کی نمائندگی کرتے ہیں ان کا قیام کوفہ اور بغداد میں رہتا تھا [۲۲۰]۔ انھوں نے اپنے باپ (متوفی ۱۹۴ھ) سے بروایت ابن اسحٰق، نیز اپنے چچا محمد بن سعید سے روایتِ حدیث کی۔ جنھوں نے ابن اسحٰق ہی سے اخذ کیا تھا [۲۲۱]۔ یحیٰی بن سعید الاموی ابن اسحٰق کے خاص شاگردوں میں تھے، انھوں نے ہی اس کی کتاب الخلفاء کی بھی روایت کی تھی [۲۲۲]

Marfat.com

بہر حال یہ سیرۃ ابن اسحٰق کا دوسرا نسخہ تھا جو اسے رواۃ کوفہ سے حاصل ہوا تھا، یا اس شخص کے پاس تھا۔ جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ مولف (ابن اسحٰق سے مل چکا ہے اور اسی کی روایت سے اس نے یہ نسخہ اس شہر (کوفہ) میں لکھا ہے جو تاریخ اسلامی کی تدوین وروایت کے معاملے میں عرب کے سارے شہروں سے حتیٰ کہ مدینۃ الرسول سے بھی بازی لے گیا تھا۔ پھر بعد میں کتب سیر کی تنظیم، مغازی اور احداث اسلامیہ کی روایت میں بھی مدینے سے آگے نکل گیا اگرچہ یہ سب علم اس نے مسلمانوں کے اسی اولین دار الخلافہ (مدینہ) سے حاصل کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے اپنی تالیف کوفہ کے طبقۂ اشراف کے اُن رواۃ میں اچھی طرح شائع کر دی تھی جنھوں نے تاریخ کو کوفیوں کا خاص رنگ دیا، اس نے اپنی سیرۃ کی روایت کو یحییٰ بن سعید الاموی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے متعدد رواۃ پیدا ہو گئے جنھوں نے ابن اسحٰق کی سیرت کو آگے بڑھایا، ان میں ایک ہارون بن ادریس الاصم[۲۲۳] ہے، جسے رواۃِ کوفہ کا سرخیل سمجھا جاتا ہے، اس نے مغازی ابن اسحٰق کا علم اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد ابو محمد الکوفی المحاربی[۲۲۴] (متوفی ۱۹۵ھ) سے نقل کیا جو ابن اسحٰق کے راویوں میں سے تھا، پھر اس سے علماء کی ایک بڑی جماعت نے اخذ کیا۔ جس میں ھناد بن السری بھی ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، ان کے پاس بھی سیرۃ ابن اسحٰق کا ایک نسخہ موجود تھا[۲۲۵]۔ اور اس جماعت میں ابو کریب بھی ہیں جو طبری کے استاذ ہیں، ان کا ذکر طبری کے اسناد

Marfat.com

میں بار بار آتا ہے ان پر ہم آیندہ بحث کریں گے۔

سیرۃ ابن اسحٰق بصرہ میں بھی اسی طرح معروف تھی۔ یہ وہ شہر ہے جو نحو، لغت، قصص اور اخبار میں کوفے کا مقابلہ کرتا تھا۔ اس شہر میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جس کا ان صنعانیوں سے ربط ضبط تھا جو اسرائیلیات کی روایت کثرت سے کرتے تھے۔ لیکن یہ شہر اخبار اور تاریخ کے معاملے میں کوفے سے بازی نہ لے جا سکا۔ علمار کی ایک جماعت نے ان سے سیرۃ کی روایت کی جن میں ابن مثنیٰ بھی ہیں۔ جن کا حوالہ بار بار تاریخ طبری میں آتا ہے۔ ان کا پورا نام محمد بن المثنیٰ بن عبید بن قیس بن دینار العنزی ابو موسی البصری الحافظ (متوفی ۲۵۲ھ)[۲۲۶] ہے۔ الطبری نے اپنے سفر بصرہ کے زمانے میں ان سے اخذ کیا تھا اور ابن المثنیٰ نے سیرۃ کو وھب بن جریر بن حازم ابو العباس البصری الحافظ (متوفی ۲۰۶ھ)[۲۲۷] سے اخذ کیا تھا جو بصرہ کے معروف علماء میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن اسحٰق سے روایت کی تھی نیز جویریہ سے اور اسی ڈھب کے دوسرے رواۃ سے بھی نقل کیا ہے۔ ان کے اخبار آپ کو کتاب انساب الاشراف میں بھی ملیں گے۔[۲۲۸] جن سے اندازہ ہوگا کہ یہ مشہور مؤرخوں میں سے تھے۔

سیرۃ کے نسخے لیکن الطبقات کے مؤلف ابن سعد نے ــــ جیسا کہ الطبقات الکبریٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، سیرۃ ابن اسحٰق کے اس نسخے سے مدد لی ہے جس کی روایت شہر بغداد میں ابراہیم بن سعد بن ابراہیم ابن عوف

Marfat.com

الزہری (متوفی بین ۱۸۲ھ و ۱۸۵ھ) نے کی تھی[۲۲۹]۔ یہ مدینہ کے باشندے اور ابن اسحٰق کے دوستوں میں تھے اور اس سے احکام کی بہت سی حدیثیں انھوں نے روایت کی ہیں، مغازی بھی نقل کیے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ واحد مدنی ہیں جنھوں نے سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کی ہے[۲۳۰]۔ ایک اور نسخہ بھی ابن سعد کے پیش نظر رہا جو ابن اسحٰق کے ایک اور راوی اور کاتب ھارون بن ابو عیسیٰ الشامی کا تھا۔ اپنے شیخ ابن اسحٰق سے روایت کرنے میں انھیں معتبر سمجھا گیا ہے۔ تیسرا ایک نسخہ اور تھا جو محمد بن عبداللہ بن نصیر الہمدانی ابو عبدالرحمٰن الکوفی النفیلی کے پاس تھا جو کوفہ کے ممتاز محدثوں میں سے تھے۔ اور ان معدودے چند اشخاص میں ہیں جن سے اہل الحدیث خوش ہیں۔ انھوں نے شہر حران میں انتقال کیا۔ میرا خیال ہے کہ النفیلی کا یہ نسخہ ابراہیم بن سعد کے نسخے سے اخذ کیا ہو۔ اگرچہ ابن الندیم نے اپنی کتاب میں یہ صراحت کی ہے کہ النفیلی نے کتاب السیرۃ والمبتدا والمغازی کی روایت ابن اسحٰق سے کی تھی[۲۳۲]۔

راویوں کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے خلیفہ ابوجعفر المنصور کی فرمائش کی تعمیل میں سیرۃ کی تالیف کی تھی، جس سے وہ حیرہ میں ملا تھا۔ رواۃ کہتے ہیں کہ جب ابن اسحٰق باریاب ہوا تو خلیفہ کے پاس اس کا بیٹا المہدی بیٹھا ہوا تھا، جب اس سے آنکھیں چار ہوئیں تو خلیفہ نے پوچھا: ابن اسحٰق، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں یہ امیرالمومنین کے صاحبزادے ہیں!" خلیفہ نے کہا: "بس تو ان کے لیے ایک کتاب

Marfat.com

لکھو جس میں تخلیق آدم سے اس دم تک کے حالات ہوں"۔ ابن اسحق نے واپس آکر کتاب لکھنی شروع کی اور جب اسے لے کر دوبارہ گیا تو خلیفہ نے کہا: "تم نے اسے بہت طویل کر دیا، جاؤ اسے مختصر کر کے لاؤ"۔ اب کی مرتبہ اس نے کتاب کا خلاصہ تیار کیا اور یہ متداول کتاب (سیرۃ) وہی خلاصہ ہے، اسے امیرالمومنین کے خزانے میں داخل کر لیا گیا[۲۳۳] دوسری روایت میں ہے کہ ابن اسحق نے یہ کتاب کاغذوں پر لکھی تھی پھر وہ کاغذات سلمہ بن فضل کے پاس آگئے تھے اسی لیے سلمہ بن فضل کی روایت کو دوسرے رواۃ سیرۃ پر فوقیت حاصل ہوئی[۲۳۴]

واقعہ یہ ہے کہ ابن اسحق نے مدینہ کے زمانۂ قیام ہی میں سیرۃ کی تصنیف مکمل کر لی تھی۔ اس کے بعد وہ ۱۳۲ھ میں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوا۔ اس نے سیرۃ کو اہل مدینہ کے طریقے پر ترتیب دیا اور اسے مدینہ کے راویوں ہی سے اخذ کیا تھا۔[۲۳۵] یہاں سے وہ اسے اپنے ساتھ لیتا گیا اور عراق کو جاتے ہوئے راستے میں (جن) علماء سے ملاقات ہوئی انھیں اس کی روایت کرنے کی اجازت دیتا گیا، پھر جب وہ عراق پہنچا تو ایک نسخہ اس نے خلیفہ کو بھی پیش کیا۔[۲۳۶] یہاں سے وہ رے گیا اور المہدی سے ملا اور رے کے علماء کی ایک جماعت کو روایت سیرت کی اجازت دی، اور شاید اس نے خود ایک نسخہ رے کے قاضی سلمہ بن فضل کو دیا۔ یہاں سے بغداد کو واپس ہوا جہاں ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ میں یا اس سے کچھ بعد اس کا انتقال ہو گیا[۲۳۷]

Marfat.com

سیرۃ کی تقسیم | سیرۃ ابن اسحٰق کی تالیف تین حصوں میں ہوئی ہے:
المبتدا، اور قصص انبیاء، یا المبداء، جو زمانۂ ماقبل اسلام کی تاریخ ہے
یہ سیرۃ کا پہلا باب یا مقدمہ ہے۔ پھر دوسرا حصہ سیرۃ و مغازی کا ہے[238]
اس کے بعد تیسرا باب آتا ہے جسے کتاب الخلفاء کہا گیا ہے[239]

ایک گروہ سیرۃ اور مغازی میں فرق کرتا ہے۔ جو لوگ ا سے الگ الگ بیان کرتے ہیں وہ مغازی میں ایسی باتیں بھی شامل کر دیتے ہیں جو مغازی رسولؐ کے ذیل میں نہیں آتیں مگر ان کا مقصد اس حصے کی ضخامت بڑھانا ہوتا ہے۔ ابن ھشام نے پہلے حصے پر کم توجہ مرکوز کی ہے لیکن الطبری اس کی نقل میں بخل نہیں کرتا اور المبداء کے سلسلے میں ابو الولید احمد بن محمد الولید بن الازرقی صاحب کتاب اخبار مکہ المشرفہ نے اپنے پوتے ابو الولید محمد بن عبداللہ الازرقی اور مطہر بن طاہر البلخی کی روایت سے نقل کیا ہے[240]

بظاہر تیسرے باب یعنی کتاب الخلفاء میں بہت کچھ گھڑنت تھی اسی لیے مورخین نے اس کی طرف قابل ذکر التفات نہیں کیا۔ نہ اس نے وہ شہرت حاصل کی جو سیرۃ کو حاصل ہوئی، لیکن اس حصے سے الطبری نے خلفاے راشدین اور خلافت معاویہ نیز خلافت اموی کے ابتدائی دور کی تاریخ لکھنے میں اخذ کیا ہے[241] یہ حصہ اس نے اپنے شیخ محمد بن حمید سے اس نے شیخ عمر بن شبہ سے (عن

Marfat.com

زہیر عن وھیب عن ابیہ عن ابن اسحٰق[242] سے اخذ کیا ہے۔ عمر بن شبہ بھی علی بن مجاہد بن رفیع الکابلی ابو مجاہد (متوفی ۱۸۰ھ) سے اخذ کرتا ہے جو مغازی میں ایک کتاب کا مصنف تھا اور ابن اسحٰق اور ابو معشر السندی سے مغازی کی روایت کرنے والوں میں شامل ہے۔ اس نے امویوں کے اخبار پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

تاریخ طبری میں متعدد مقامات پر اس کا نام آیا ہے[244] اس کے بارے میں ہم آیندہ تفصیل سے لکھیں گے جب امویوں کی تاریخ زیر بحث آئے گی۔ اسی طرح البلاذری کی کتاب انساب الاشراف میں بھی کئی جگہ اس کا حوالہ ان مواقع پر آیا ہے جہاں اس نے بنو امیہ کے اخبار کا ذکر کیا ہے[245] اور یہ شاید اس نے کسی ایسی کتاب سے اخذ کیا ہے جو امویوں کی تاریخ پر مشتمل تھی۔

سیرۃ ابن اسحٰق میں اشعار کی حیثیت

ابن اسحٰق نے اپنی سیرۃ میں اشعار کی بڑی وافر مقدار استعمال کی ہے اور اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ ہم ابن ہشام کے ہاں اشعار کی مقدار پر نظر ڈالیں، کیونکہ اس نے اُن بہت سے شعروں کو چھوڑ دیا ہے جنھیں ابن اسحٰق نے استعمال کیا تھا، پھر بھی جو کچھ بچا ہے وہ پوری کتاب کے پانچویں حصے کی برابر ہے وہ ابن اسحٰق پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اس نے شعروں کے معاملے میں صحیح اور فاسد کی تمیز بھی نہیں کی اور یہ کہ اس کے لیے اشعار گھڑ کر لوگ لاتے تھے اور اس سے کہتے تھے کہ انھیں کتاب سیرۃ

Marfat.com

میں شامل کرلیا جائے اور وہ ایسا ہی کرتا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی کتاب میں ایسے اشعار آگئے ہیں جو رواۃ شعر کے نزدیک غیر معتبر ہیں[۲۴۶]۔ اسی لیے ابن ھشام نے سیرۃ ابن اسحٰق میں آنے والے اشعار کی بڑی مقدار کو حذف کر دیا ہے، کیونکہ کسی اہل علم نے اُسے شعر کے معاملے میں معتمد نہیں گردانا، یا اس لیے کہ اُس کے شیخ البکائی نے، جس نے خود ابن اسحٰق سے سیرۃ کی روایت اخذ کی تھی، ان اشعار کی قرأت نہیں کی[۲۴۷]

وہ اس معاملے میں ابن اسحٰق کو مطعون کرتا ہے، مگر فی الواقع ابن اسحٰق پہلا شخص نہیں ہے جس نے گھڑے ہوئے اشعار کتاب میں داخل کیے ہوں، نہ وہ غلط اور صحیح شعروں میں تمیز کر سکنے کے معاملے میں منفرد ہے بلکہ زمانہ ماقبل اسلام سے متعلق جو اخبار و انساب کی کتابیں وجود میں آئیں ان میں جعلی شعروں کی یہ تعداد برابر بڑھتی گئی ہے اور محدث کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ ہر روایت پر اعتماد کر لیتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں راوی کا ایک اعتبار ہے اور وہ روایات کو معتبر جانتا ہے، اسی ایک بات سے راویوں کا کمزور پہلو ظاہر ہو جاتا ہے۔

اہلِ مدینہ پر روایت کی گرفت بہت مضبوط تھی اور اسی لیے وہ "سنۃ" کو اہمیت دیتے تھے اور "رائے" کو پسند نہ کرتے تھے اس معاملے میں وہ اہلِ عراق کے نقیض تھے، خاص طور سے اہل کوفہ کے۔ جو رائے اور قیاس کا آزادانہ استعمال کرتے تھے۔ اکثر

Marfat.com

حالات میں اہلِ مدینہ کے اسانید قوی، پختہ اور مستحکم ہوتے تھے۔ ان میں ربط و تسلسل بھی پایا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ رائے کے مقابلے میں ٹک سکیں یا نقاد کی تنقید جھیل جائیں اسی سبب سے اہلِ مدینہ کے نزدیک سیرۃ بھی اگرچہ واضح اور متصلۃ الاسانید تھی لیکن اس کی بنیادیں اتنی پائیدار نہ تھیں جتنی سیرۃ کی ان کتابوں کی ہیں جو علم سیرۃ کا مرکز حجاز سے عراق کو منتقل ہونے کے بعد کوفے میں مرتب کی گئیں۔ محمد بن اسحٰق حقیقت میں اہل مدینہ کے رجحان کی نمائندگی کرتا ہے اس لیے شاید اس نے یہ جعلی اشعار جان بوجھ کر سیرۃ میں نہ داخل نہ کیے ہوں گے بلکہ ان کی ذمہ داری اُن راویوں پر عاید ہوتی ہے جنھوں نے ابن اسحٰق تک انھیں پہنچایا ہے

قواعد اسناد کی خلاف ورزی

علمائے حدیث نے ابن اسحٰق پر یہ الزام بھی لگایا کہ وہ قواعدِ اسناد کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اخذ روایت میں پوری طرح محتاط نہیں رہتا اور یہ باتیں اہل الحدیث کے نزدیک نامناسب ہیں اس لیے اُن کی نظر میں ابن اسحٰق کی سندیں غیر مربوط اور شکستہ ہیں مثلاً اس کا یہ قول: "حدثني من لا أتهمه" [248] "حدثني بعض أهل العلم" [249] "حُدِّثتُ أنّ..." [250] "يقال..." "حدثنا.... وغيره من أهلِ العلمِ أنّ...." [252] وغیرہ یہ وہ مثالیں ہیں جو سیرۃ ابن ہشام میں یا سیرۃ ابن اسحٰق سے منقول ہو کر تاریخ طبری میں ملتی ہیں۔ اگر یہ مثالیں

Marfat.com

قابل نقد و جرح ہو سکتی ہیں تو ان کا اطلاق الطبری پر اور اس جیسے بہت سے مورخوں پر بھی ہوتا ہے جنھوں نے طریقۂ اسناد کا اتباع کیا ہے لیکن روایت کی شرائط کو پورا نہیں کیا۔

پھر ابن اسحٰق پر یہ الزام ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے اخذ کرتا ہے اور ان پر اعتماد کرتا ہے اور انھیں "اہل العلم الاول" بتاتا ہے اس کی سیرۃ میں متعدد مقامات ایسے ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہیں اس کے سوا اور لوگوں نے بھی اہل کتاب سے اخذ کیا تھا، لیکن اتنی کثرت سے نہیں، اور نہ ان سے کسی غریب روایت کو قبول کیا تھا اس لیے انھیں مطعون نہیں کیا جاتا۔

اس کتاب کے بعض حصے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ نقل پر بھروسا کرنے میں مبالغہ کی حد تک جانے والوں میں سے ہے اسی لیے اہلِ کتاب نے جو کچھ اس کے سامنے یہ کہہ کر روایت کیا کہ یہ "علم الاول" ہے یا اُن کے صحفِ سماوی میں آیا ہے اس نے اُن کی تصدیق کر دی اس حصے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہی ہے جو ان حصوں میں بیان ہوا ہے جنھوں نے اسرائیلیات کی عجیب و غریب باتوں کی تصدیق کی ہے

ابن اسحٰق کے شیوخ | ابن اسحٰق نے مشائخ کی ایک پوری جماعت سے اخذ کیا ہے جن کی تعداد ۱۴۰ تک پہنچتی ہے اور یہ تعداد اس زمانے کے لحاظ سے جب کہ علم ایک غیر منقسم قومی سرمایہ بنا ہوا تھا، کچھ زیادہ نہیں ہے، اس عہد میں رجال العلم کی عام عادت تھی کہ زندگی کے آخری

Marfat.com

لمحے تک خدمتِ علم میں منہمک رہتے تھے اور علم کی پیاس بجھانے کے لیے بڑے دور دراز مقامات کا سفر اختیار کرتے تھے، اس لیے چاہے وہ کتنا ہی حاصل کریں مگر اُن کا ذوقِ طالب علمی کبھی ختم نہیں ہوتا تھا کیونکہ ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا۔

تاریخ طبری میں ابن اسحٰق کے باپ اسحٰق بن یسار کا نام ۱۵ جگہ آیا ہے[۲۵۳]۔ اور عبداللہ بن ابی بکر (متوفی ۱۳۶ھ) جس کا نام ۴۰ جگہ آیا ہے[۲۵۴]۔ نیز یحییٰ بن عباد بن عبداللہ ابن الزبیر جن کا نام ۱۴ مرتبہ آتا ہے۔[۲۵۵] اور محمد بن جعفر بن الزبیر[۲۵۶] اور نافع مولیٰ ابن عمر[۲۵۷] عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج[۲۵۸] محمد بن ابراہیم التیمی[۲۵۹]، عبداللہ بن ابی نجیح[۲۶۰]، ھشام بن عروۃ[۲۶۱] اور یزید بن ابی حبیب المصری[۲۶۲]، سعید المقبری[۲۶۳]، یحییٰ بن سعید الانصاری، شعبہ بن الحجاج روح بن القاسم، وغیرہ[۲۶۴]۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے نام تاریخِ طبری میں آتے ہیں اور ہم آگے چل کر کسی قدر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

عبداللہ بن عباس | جس طرح سیرۃ ابن اسحٰق نے الطبری کے لیے زمانہ ماقبل اسلام سے متعلق کثیر مواد فراہم کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس کے علم نے اس باب کی تدوین میں الطبری کی بہت مدد کی ہے جو بلاشبہ کچھ تو سیرۃ ابن اسحٰق کے واسطے سے الطبری تک پہنچا، اور کچھ تفسیر کے مختلف اسکولوں اور عبداللہ بن عباس کے ان شاگردوں کی جماعت سے ملا جنھوں نے اپنے استاد کے علم کو خلافت اسلامیہ کے کونے کونے

Marfat.com

میں پہنچادیا تھا، اور کچھ مغازی کی ان کتابوں کے واسطے سے آیا جن سے سیرۃ رسول کے مقدمے کے طور پر، رسل وانبیاء کی تاریخ بنائی گئی ہے۔

الطبری کی تاریخ میں، اور تفسیر میں بھی، ابن عباس کے اقوال کثرت سے نقل ہوئے ہیں، صرف تاریخ الطبری میں ان کا نام ۲۸۶ جگہ آیا ہے۔ یہ عدد بجائے خود "تاریخ الرسل والملوک" میں ان کے اقوال کی اہمیت ظاہر کرنے کو کافی ہے۔ جبکہ اسی تاریخ میں ابو ہریرہ کا نام ۵۲ جگہ انس بن مالک کا ۶۵، ۴ جگہ اور ابو ذر الغفاری، سلمان الفارسی اور ابن عمر کا دو دو جگہ آیا ہے۔ اس تاریخ میں صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک سے اتنا اسناد نہیں کیا گیا جتنا ابن عباس سے ہوا ہے۔

عبداللہ بن عباس نے جن موضوعات سے بحث کی ہے ان کا اندازہ یہ خبر پڑھ کر ہو سکتا ہے جسے ابن سعد نے اپنے شیوخ سے اور انھوں نے عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے: " ابن عباس چند خصوصیات میں سب لوگوں سے بازی لے گئے تھے۔ زمانۂ ماضی کے علم میں، اور جن امور میں ان سے مشورے کی ضرورت پڑتی تھی ان کے درک میں، حلم میں، نسب میں، اور تاویل (تفسیر) میں، — میں نے کوئی شخص ان سے زیادہ احادیث رسول کا جاننے والا نہیں دیکھا، نہ ابو بکر، عمر، اور عثمان کی خلافت کے حالات جاننے میں کوئی ان سے بڑھ کر تھا، نہ فقہ میں، نہ شعر کے علم میں، نہ عربیت میں، نہ قرآن کی تفسیر، حساب اور فرائض میں، نہ پچھلے دور کی تاریخ کے علم میں، نہ ان سے زیادہ گہری اور پختہ رائے رکھنے والا

Marfat.com

کسی کو پایا۔ اُن کی مجلس کا یہ حال تھا کہ ایک دن صرف فقہ کی گفتگو ہوتی تھی تو دوسرے دن تاویل کی، کسی دن مغازی کی، کبھی شعر و شاعری کی کبھی ایامِ عرب کی۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اُن کی مجلس میں کوئی عالم بیٹھا ہوا اور ان کے سامنے سرِ تعظیم خم کر کے نہ اُٹھا ہو، اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی سائل نے ان سے کچھ پوچھا ہو اور ان کے پاس علم نہ پایا ہو[۲۶۶]"

آپ الطبری کی تاریخ میں کوئی بھی فصل پڑھ جایئے، اس میں ایک آدھ قول، یا بکثرت اقوال عبداللہ بن عباس کے ضرور پائیں گے جو اسرائیلیات یا عرب کے بدوی قبائل یا مغازی سے متعلق ہوں گے، بلکہ ان موضوعات پر کوئی بھی کتاب پڑھیے ان میں ابن عباس کا قول ضرور ملے گا۔ محدثوں نے ان کی طرف ۱۶۶۰ حدیثوں کی نسبت کی ہے۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ بخاری و مسلم نے ان میں سے ۹۵ حدیثیں منتخب کی ہیں، وہ احادیث ان کے سوا ہیں جو مختلف محدثوں نے اپنے اپنے طور پر انتخاب کی ہیں۔ نیز ان سے کلام اللہ کی تفسیر کے سلسلے میں ۱۰۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں[۲۶۷]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابن عباس کے مولی کریب بن ابی مسلم کے پاس یک بارِ شتر کتابیں ابن عباس کی کتابوں میں سے تھیں، اور جب علی بن عبداللہ بن عباس کو ان میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اسے لکھتے تھے کہ فلاں فلاں کتاب میرے پاس بھجوا دو، پھر اُسے

Marfat.com

نقل کرتے تھے اور ان میں سے ایک نسخہ واپس کر دیتے تھے۔[۲۹۶] اس خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عباس کے اقوال کی تدوین ان کی زندگی ہی میں شروع ہو چکی تھی اور یہ کہ انھوں نے اپنے وارثوں کے لیے کتابیں چھوڑی تھیں، البتہ اخبار میں یہ نہیں آیا کہ انھوں نے آج کے اصطلاحی مفہوم میں کوئی کتاب تصنیف بھی کی تھی۔

اس خبر سے ایک اور مشکل مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ ابن عباس نے ترکے میں ایک بارِ شتر یا کم و بیش کتابیں چھوڑی تھیں تو پھر ابن عباس کے اقوال میں جنھیں راویوں نے مدون کیا ہے۔ اختلاف اور تناقض کیوں پایا جاتا ہے؟

حقیقت میں اس اشکال کا ایسا علمی اور تسلی بخش جواب ممکن نہیں جو آج کے ناقد کو مطمئن کر دے! کیا ابن عباس اپنے اقوال ادلتے بدلتے رہتے تھے؟ آج کچھ کہا اور کل اس سے رجوع کر لیا، یا کہہ کر بھول جاتے تھے؟ اس کے نتیجے میں یہ تناقض پیدا ہوتا تھا؛ یا اس کی ذمہ داری اُن معتمد راویوں پر ہے، جو بصرہ، مکہ، طائف یا دوسری جگہوں پر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر اُن کے اقوال کی تدوین کرتے تھے، یا ان میں سے کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ یہ ذمہ داری اس سیاست پر ہے جس نے اخبار گھڑنے والوں سے چشم پوشی کی اور انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم اس حیلے سے حکومت عباسیہ کے اہل سیاست کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اور انھوں نے ابن عباس سے بھی اسی طرح جھوٹے

Marfat.com

اقوال بکثرت منسوب کرنے شروع کر دیے جیسا کہ انھوں نے رسول اللہؐ اور ان کے خلفاء اور جاہلی و اسلامی شعراء سے منسوب کیے تھے۔

اشپرنگر SPRENGER نے اس مشکل کو یوں دور کیا کہ ابن عباس پر کذب و افتراء کا الزام لگا دیا[۲۶۹] مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ذرا غور و فکر سے کام لیتا اور ان اقوال کا جو ابن عباس سے منسوب ہیں۔ دقیق علمی مطالعہ کرتا، اور اُن سیاسی عوامل پر بھی سوچ بچار کر لیتا جو ممکن ہے اس وقت بہت ذمہ دار اور دخیل رہے ہوں مگر آج ہماری تحقیق میں خارج نہیں ہیں ـــ تو ان اسباب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد وہ ایسا حکم لگانے میں جو جرح و تعدیل کے معمولی اصولوں کے بھی خلاف ہے، اتنی جلد بازی سے کام نہ لیتا۔

ابن عباس کے تلامذہ | ابن عباس نے اپنے پیچھے شاگردوں کی بڑی تعداد چھوڑی، جن کا عہدِ بنی امیہ میں عربوں کے ذہن پر گہرا اثر تھا . . . .

یہ لوگ عراق، شام، حجاز اور دوسرے علاقوں میں پھیل گئے اور اپنے استاد کی طرح متعدد درسی حلقے بنا لیے جن پر سب سے غالب رنگ تفسیر کا تھا پھر حدیث، ایام العرب اور شعر کا۔ اسلام کے ابتدائی عہد کی ثقافتی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لیے ان لوگوں کی علمی کاوشوں کے اثرات اور ان کے اقوال و مولفات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ابن الاثیر ان میں سے اکثر کے نام لکھتا ہے[۲۷۰] جن میں سے عبد اللہ بن عمر، انس بن مالک، کثیر بن عباس (ابن

Marfat.com

عباس کے بھائی، علی بن عبداللہ بن عباس، عکرمہ، کریب، عطاء بن ابی رباح، مجاہد بن ابی ملیکہ، عمرو بن دینار، بن عمر، سعید بن المسیب قاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر، محمد بن کعب، طاووس، وھب بن منبہ، کعب الاحبار، سعید بن جبیر اور ابو صالح باذام قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں سے اکثر کا تاریخ طبری سے تعلق ہے۔ کیوں کہ ان کے اقوال وروایات اس میں موجود ہیں، جنھیں الطبری نے اپنے شیوخ سے ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے ہم وھب بن منبہ کا ذکر کر چکے ہیں کہ تاریخ الطبری میں ان کی روایات کا کیا حصہ ہے اور جن اسناد کے ذریعے وہ الطبری تک پہنچی ہیں ان پر بھی گفتگو ہو چکی ہے۔ وھب کی کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے اخذ کی تھیں۔ مجھے اس کی صحت میں شک ہے، یہ بات باور کی جاسکتی ہے کہ وھب بن منبہ نے اسرائیلیات کا یہ حصہ ابنِ عباس سے حاصل کیا ہوگا حالانکہ وھب خود اس موضوع پر اُن سے زیادہ جانتے تھے، آلِ منبہ اور صنعا میں کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے درجنوں کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور کتب سماویہ کے احکام سے باخبر تھے نیز انھیں توراۃ، تلمود اور مدراش کا بھی علم تھا البتہ اس کے برعکس ہوسکتا ہے، روایات میں جو کچھ آیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عباس اپنا اشکال رفع کرنے کے لیے اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے۔ بظاہر وھب بن منبہ کے رواۃ نے یا خود وھب نے ایسے اقوال ابن عباس کے نام سے وضع کر لیے تاکہ

Marfat.com

وہ مسلمانوں میں آسانی سے رائج ہو جائیں۔

رہا کعب الاحبار کا ابن عباس سے روایت کرنا۔ یہ بھی محلِ نظر ہے اگرچہ اہل اخبار نے اور خود الطبری نے اس میں تامل نہیں کیا، وہ اُن کی سند سے متعدد روایات نقل کرتا ہے[271] لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کعب الاحبار اور ابن عباس کی ملاقات ہونے کا کوئی قوی شاہد یا قرینہ موجود نہیں ہے۔

سعید بن جبیر ابن عباس کے شاگردوں میں جنھوں نے تاریخ الطبری میں سب سے زیادہ روایات کی ہیں۔ سعید بن جُبیر (متوفی ۹۵ھ) مجاہد بن جبر (متوفی ۱۰۳ھ) عکرمہ (متوفی ۱۰۶ھ) عطار بن ابی رباح (متوفی ۱۱۴ھ) ابو صالح باذام (متوفی سنہ ھ) اور عمرو بن دینار (متوفی ۱۲۶ھ)[272] قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں سعید بن جبیر کی متعدد روایات تاریخ طبری میں ہیں۔ ان میں کچھ ابن عباس سے ہیں، کچھ کسی اور سے، اور کبھی روایت کی سند خود ان پر ختم ہو جاتی ہے[273] یہ ابن عباس کے بڑے سرگرم تلامذہ میں سے تھے، ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے، حاضرین کے سوالات اور ابنِ عباس کے جوابات غور سے سنتے تھے، پھر انھیں قلمبند کر لیتے تھے اور جب دوبارہ ابن عباس کی خدمت میں جاتے تھے تو یہ اوراق اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ وہ حساب سے بھی واقف تھے اس لیے لوگ اُن سے فرائض کے بارے میں پوچھا کرتے تھے[274] فجر اور عصر کی

Marfat.com

نماز کے بعد لوگوں کے درمیان بیٹھ کر وہ قصے بیان کرتے تھے یا قرآن پڑھ کر سناتے تھے، لکھنے پڑھنے میں خوب ماہر تھے اس لیے ابن عباس کے معتمدین میں سے تھے۔

سعید بن جبیر نے کوفے میں اقامت اختیار کر لی، اور وہاں بڑی شہرت کمائی۔ ابن عباس کا علم کوفے میں انھیں نے پہنچایا۔ چنانچہ اہل کوفہ کو جب ابن عباس کی کسی روایت کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سعید بن جبیر ہی سے رجوع کیا کرتے تھے[۲۷۵] وہ لوگ کسی حدیث کے بارے میں عبداللہ بن عباس سے لکھ کر استفسار کرتے تو ابن عباس بھی ابن جبیر ہی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ وہ اس شہر (کوفہ) میں اسی طرح مجلس علمی منعقد کرتے تھے جیسے ان کے استاد طائف اور مکہ میں کیا کرتے تھے، ان مجلسوں میں تشنگانِ علم کو سیراب کیا جاتا تھا، ان کے سامنے احادیث کا درس ہوتا تھا، ان سے روایات اخذ کی جاتی تھیں، اخبارِ گذشتگان کی تلاش کی جاتی تھی اور اہلِ کتاب کے ہاں رسل وانبیاء اور آفرینش کے سلسلے میں جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کی کھوج ہوتی تھی۔ ان دنوں ملتِ عربی کو اس موضوع سے گہرا شغف تھا، چنانچہ سعید نے ان میں سے جس سے بھی جو کچھ ملا وہ حاصل کیا۔ اس لیے ہمیں تاریخ طبری میں کچھ اقوال ایسے ملتے ہیں جن کی سند ابن جبیر نے اہلِ یہود تک پہنچائی ہے بظاہر یہ لوگ کوفے میں جمع ہوتے تھے۔ باہم مباحثے کرتے تھے اور یہ ان سے اس نوع کی

Marfat.com

تاریخی روایات اخذ کرتے تھے، ان کے ساتھی عزرہ نامی تھے جو اکثر سعید بن جبیر کے پاس آیا کرتے تھے، ان کے ساتھ تفسیر کی کتاب اور دوات ہوتی تھی اور وہ (ابن جبیر سے پوچھ پوچھ کر) اس میں تبدیلیاں کیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کی تفسیر نے بہت شہرت حاصل کی اور ان سے شیوخ کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی۔

ابن جبیر کے تلامذہ | ابن جبیر نے اپنے پیچھے شیوخ کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جنھوں نے اُن سے علم حاصل کیا تھا۔ خاص طور سے علمِ تفسیر جس کے لیے ابن جبیر کی شہرت ہے۔ ان تلامذہ میں سے ایک الضحاک بن مزاحم[276] (متوفی ۱۰۵ھ) ہیں، جنھوں نے تفسیر کا علم ابن جبیر سے اس زمانے میں اخذ کیا جب وہ رے میں تھے۔[277] ان کی ایک "کتاب" بھی تھی جس میں اصول قرأۃ وکتابت اور تفسیر و قصص بیان ہوئے تھے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں جنھوں نے ان سے علم تفسیر حاصل کیا جویبر بن سعید البلخی، علی بن الحکم، عبید بن سلیمان الباھلی (سلمان) ابوروق بن حارث اور نھشل[278] کے نام آتے ہیں۔ انھوں نے سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس تک سند پہنچائی ہے

سفیان بن وکیع | الطبری کا طریقِ اسناد جو سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے وہ سفیان بن وکیع بن الجراح الرؤاسی ابو محمد الکوفی (متوفی ۲۴۷ھ) کے واسطے سے ہے۔ الطبری نے ان سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں، وہ اکثر لکھتا ہے: حدثنا ابن وکیع ....." یا کبھی کہتا ہے: "حدثنا سفیان بن وکیع ...." سفیان کے باپ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی بن

Marfat.com

فرس بن مجمع الرواسی الکوفی (متوفی ۱۹۷ھ) اصحاب حدیث و اخبار میں سے تھے، تاریخ میں ان کی کچھ مولفات بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے زمانے کے مشہور علمائے حدیث کی جماعت سے روایت اخذ کی تھی جن میں اسماعیل بن ابی خالد، ہشام بن عروۃ، عبداللہ بن عون، ابن جریج، اور بیروت کے مشہور فقیہ الاوزاعی، سفیان ثوری، اسرائیل اور شعبہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کا حوالہ تاریخ طبری میں بھی جا بجا آتا ہے۔ وکیع بن جراح سے نقل روایت کرنے والوں میں خود ان کے فرزند اور الطبری کے شیخ سفیان بن وکیع کے علاوہ عبداللہ ابن المبارک، یحییٰ بن آدم، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی ابو خلیثمہ زہیر بن حرب، شیبہ کے دونوں بیٹے ابو بکر و عثمان، عباس بن غالب الوراق اور یعقوب الدورقی وغیرہ مشاہیر محدثین و مورخین میں سے ہیں۔

کتب فروشوں نے سفیان بن وکیع کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے نام سے جعلی کتابیں بنانی شروع کر دی تھیں۔ ان کی سند سعید بن جبیر سے کئی طریقوں سے ملتی ہے، مثلاً اُن کے والد کا طریق ہے کہ انھوں نے اپنے استاد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ابی محمد (متوفی ۱۹۸ھ) سے روایت کیا جو کوفے کے محدثین میں سے تھے مکہ چلے گئے تھے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی، انھوں نے حجاز کے محدثوں سے حدیث کی سماعت کی حتیٰ کہ اہل حجاز کی حدیثیں جاننے والوں میں سب سے عالم سمجھے گئے۔ امام شافعی کا یہ قول بتایا جاتا ہے کہ "اگر مالک اور سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم

Marfat.com

اُٹھ گیا ہوتا"[۲۸۳] اسی طرح یہ مفسروں میں بھی بلند پایہ تھے انھوں نے علم تفسیر صالح بن کیسان، عمرو بن دینار اور الزھری سے حاصل کیا تھا۔ ایک کتاب کے مصنف بھی تھے۔ ان حضرات کے طریق سے ابن عینیہ کی سند بھی ابن عباس سے متصل ہوتی ہے[۲۸۴]

سفیان بن عینیہ نے ایسے لوگوں سے روایت کی جنھیں علمار نے مشہور محدثین میں شمار کیا ہے، مثلاً: الاعمش، ابن جُریج اور شعبہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے، اور ان جیسے دوسرے علمار، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابو اسحٰق السبیعی وغیرہ نے علم حدیث کی بہت خدمت کی ہے۔ انھوں نے کتنی ہی راتوں کو جاگ جاگ کر احادیث جمع کیں، پھر اُن کی ترتیب میں منہمک رہے اور اس طرح وہ راستہ تیار کر گئے جس پر بعد میں آنے والوں نے سفر کیا ہے۔

الاعمش | الاعمش، یعنی سلیمان بن مہران ابو محمد الاسدی الکوفی (متوفی مابین ۱۴۵ – ۱۴۸ھ)[۲۸۵] ابن عباس کے شاگرد، اور فنِ تفسیر کے مشہور عالم مجاہد بن جبر کے اہم راویوں میں سے ہیں۔ نیز انھوں نے المنہال بن عمرو الاسدی الکوفی سے بھی روایت کی ہے جو انس، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبر، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور الشعبی وغیرہ کوفے کے مشہور محدثوں اور مفسروں سے روایت کرتے ہیں۔

ابن جُریج | ابن جُریج کا پورا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج (متوفی ۱۵۰ھ) ہے[۲۸۶] یہ اُمویوں کے مولیٰ تھے اور رومی الاصل تھے،

Marfat.com

انھوں نے بھی علماء کی ایک جماعت سے، روایتِ حدیث اخذ کی جن میں: الزھری، اُن کے باپ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح، نافع، عکرمہ، صالح بن کیسان عمرو بن دینار وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے صغار صحابہ کا زمانہ بھی پایا تھا۔ ان سے حجاز، شام اور عراق کے علمائے حدیث وتفسیر کی ایک جماعت نے روایت کی، مثلاً سفیان بن عُیَیْنَہ جن کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں اور سفیان بن سعید بن مسروق الثوری، جو کوفے کے فقیہوں اور مفسروں میں سے تھے اور ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے[۲۸۷] یہ قبیلہ "بنی ثور" سے علاقہ رکھتے تھے جو کوفے میں آکر بس گیا تھا، خلیفہ المہدی ان کے درپئے آزار ہو گیا تھا، کیونکہ یہ حق بات کہنے میں بہت نڈر تھے اور خلیفہ کے مسلک سے اختلاف رکھتے تھے اور اس کا بے باکی سے اظہار کرتے تھے۔ آخر انھیں مجبور ہو کر بصرے کی طرف بھاگنا پڑا اور وہاں روپوش رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ انھوں نے اپنی کتابیں عمار بن یوسف کے پاس چھوڑ دی تھیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کتابوں کو محفوظ رکھنے سے گھبراتا تھا اس لیے کچھ کو دھو ڈالا اور بعض کو جلا کر بھسم کر دیا[۲۸۸]

ابن جریج ان علماء میں سے ہیں جنھوں نے کتابیں بھی تالیف کیں چنانچہ ابن الندیم نے اپنی کتاب میں ان تالیفات کے نام گنائے ہیں جو انھوں نے فقہ کے موضوع پر کی تھیں[۲۸۹]۔ اور ان کے ترجمہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ حجاز میں پہلے شخص ہیں، یا پہلے مصنف ہیں جس نے اسلام کے

Marfat.com

موضوع پر کتابیں لکھیں ۔ ان کے ساتھ ہی ابن ابی عروبہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جو عراق کا پہلا مصنف سمجھا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس نے ایک ہزار کتابیں تالیف کی تھیں، جن میں سے ایک مجموعہ خالد بن نزار الایلی کے پاس تھا۔[۲۹] انھوں نے خود الزہری کی کتابوں سے لکھا تھا ۔ بظاہر یہ کثرت سے موٹی موٹی کتابیں تالیف کرتے تھے جو ابواب پر منقسم ہوتی تھیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے: وہ پہلے شخص ہیں جس نے کتابیں تالیف کیں، جس طرح اُن کے ہم عصر اور علم حدیث و فقہ میں ہم پلہ سعید بن ابی عروبہ البصری (متوفی ۱۵۶ھ) کے لیے کہتے ہیں: وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتابیں تصنیف کیں، اور مراد یہ ہوتی ہے کہ بصرہ میں پہلی بار ابواب کی تقسیم کے ساتھ انھوں نے مواد جمع کیا تھا ۔ وہ اپنے شہر بصرہ میں ابن جریج کی طرح بہت اثر و رسوخ والے انسان تھے، ان کے تلامذہ کی بھاری تعداد ان سے فارغ التحصیل ہو کر نکلی اور اس شہر کے علماء میں شمار ہوئی ۔

شعبہ ۔ شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی (متوفی ۱۶۰ھ) بصرہ کے محدث تھے ۔ یہ واسط کے باشندے تھے ۔ اور کوفے میں تعلیم حاصل کی، پھر کوفہ اور بصرہ کی علمی روایات کے جامع بن گئے ۔ مشہور محدث السختیانی ان کے تلامذہ میں سے ہیں، ابن اسحٰق بھی ان کے شیوخ میں سے ہے، اس کے علاوہ سفیان الثوری اور غندر وغیرہ ۔ یہ دوسرے محدثوں کے مقابلے میں شعر کی طرف زیادہ مائل تھے، حتیٰ کہ الاصمعی نے کہا "میں نے الشعبہ سے زیادہ شعر کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا ۔"[۲۹۵]

Marfat.com

الاعمش کی سند المنہال بن عمرو الاسدی الکوفی سے ملتی ہے جو انس بن مالک، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبر، اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلی (متوفی ۸۲ھ یا ۸۳ھ)[۲۹۶] وغیرہ کوفے کے علمائے فقہ سے روایت کرتے ہیں اور موخر الذکر اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ابن الاشعث کے ساتھ الحجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔[۲۹۷]

کوفہ :- مدرسہ ابن عباس | ابن جبیر کا کوفہ میں بہت اثر تھا، یہی حال ابن عباس کے سارے شاگردوں کا تھا۔ چنانچہ یہ شہر جو عربیت اور اخبار و احادیث کے لیے مشہور تھا، علم تفسیر کے لیے سب سے زیادہ معروف ہوگیا، خصوصاً وہ تفسیر جو ابن عباس کے طریقے سے متاثر تھی۔ اکیلے ابن جبیر کے شاگردوں ہی نے وہاں ایک علمی فضا پیدا کردی تھی پھر ابن عباس کے دوسرے تلامذہ کا تو کہنا ہی کیا۔ چنانچہ بہت جلد کوفے میں مفسروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگیا جس کی طرف خلافت کے گوشے گوشے سے لوگ کھنچ کر آتے تھے، حتیٰ کہ اس دارالخلافہ (بغداد) سے بھی جسے اس کے بانی المنصور نے چاہا تھا کہ اس شہر پر فوقیت لے جائے جس کا سیاسی مزاج المنصور اور عباسیوں کو پسند نہ تھا۔

کوفیوں نے حجاج کے ہاتھوں بہت سخت مظالم برداشت کیے اس نے وہاں سے اُن علماء کو جلاوطن کردیا جو ابن الاشعث کی تحریک سے وابستہ تھے۔ ان میں ابن جبیر اور اُن کے تلامذہ بھی شامل تھے لیکن یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی اور اسے شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ آخر

Marfat.com

اُس نے ابن جبیر کے قتل کا حکم دے دیا، ان کے فقہا، قرا، محدثین ومفسرین کی ایک جماعت کو گردن زدنی قرار دیا۔ یہ تحریک فی الحقیقت ان افسوسناک بدبختیوں میں سے ایک تھی جو علم پر نازل ہوئیں۔ اور اُن اندوہ آگیں شکستوں میں سے تھی، عراق میں ثقافت کی تاریخ کو جن کا سامنا کرنا پڑا اس نے نہ صرف اہلِ علم کی آزادیٔ رائے کو متاثر کیا بلکہ علمی فضا کو اُن سیاسی رقابتوں کے آگے سرنگوں کردیا جن کے سامنے کوئی واضح نصب العین یا مقصد نہیں تھا۔

مجاہد بن جبر | مدرسۂ ابن عباس کے شاگردوں میں ایک مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی (متوفی مابین ۱۰۰ھ و ۱۰۴ھ) تھے، یہ ایک طویل مدت تک ان سے وابستہ رہے اور ابن عباس کے سامنے تین مرتبہ شروع سے آخر تک قرآن کی قرأت کی، اس طرح کہ ہر آیت کے بعد ٹھہر جاتے اور اُن سے اس آیت کے وقتِ نزول اور اسبابِ نزول وغیرہ کے بارے میں سوالات کرتے اور جو جوابات ملتے انھیں ذہن نشین کر لیتے، پھر اُنھیں مدون کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی تفسیر تیار ہوگئی، اس تفسیر کی بہت تعریف کی گئی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے تفسیر میں جو کچھ ابن عباس سے اخذ کیا تھا اس میں وہ بھی اضافہ کر لیا جو انھیں صحیفۂ جابر سے حاصل ہوا تھا یا جو کچھ انھوں نے اہلِ کتاب سے سیکھا تھا۔[۲۹۹]

Marfat.com

بظاہر انھوں نے تفسیر میں ایک کتاب چھوڑی جس کی روایت کی اجازت مفسروں کی ایک جماعت کو دی۔ جس میں حمید بن قیس اور ابن ابی نجیح بھی ہیں، ان سے ابوروق اور عیسیٰ بن میمون نے نقل کیا، اسی طرح ان سے عطار، اور عکرمہ اور ابن عون، عمرو بن دینار، ابواسحٰق السبیعی، قتادہ، الاعمش وغیرہ نے اخذ کیا۔ الطبری کی سند ان سے اور ان کے استاذوں سے اس طرح مل جاتی ہے: سفیان بن وکیع عن وکیع خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری۔ ابی عون الحضرمی الجرانی۔ جس سے مجاہد، عکرمہ، اور سعید بن جبیر نے روایت کیا ہے [۳۰۱]

ان حضرات میں سے ہر شخص بذاتِ خود حدیث، تفسیر اور فقہ کا ایک اسکول تھا۔ چنانچہ عطار بن ابی رباح (متوفی [۳۰۲] ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ) جو ابن عباس کے شاگرد اور مکہ کے مفتی و محدث تھے، اُن سے مشہور فقیہوں اور محدثوں کی ایک جماعت نے علم حاصل کر کے چار دانگ عالم میں پھیلایا، ان میں سے کچھ نے اس علم کی حجاز میں اشاعت کی، کچھ یہ سرمایہ یمن تک لے گئے اور بعضوں نے عراق و شام میں اپنا فیض جاری کیا۔ بہرحال اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ علمار کی اس جماعت میں ابن جریج بھی تھے۔ اور الاوزاعی جیسے شام کے فقیہ بھی، جنھوں نے علمِ فقہ میں بعض اہم نظریات کی اشاعت کی، ان کے بارے میں مستشرقین کا کہنا ہے کہ وہ رومی قانون اور اسلامی فقہ کے درمیان حلقۂ وصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں میں فقہ کے مشہور مسلک کے امام ابوحنیفہ بھی تھے جو نقدِ

Marfat.com

روایات اور استعمال رائے اور قیاس میں اہلِ عراق کے نظریات کی نمایندگی کرتے ہیں۔ نیز جریر بن حازم (متوفی ۱۷۵ھ)[۳۰۳] بصرہ کے مشہور عالم اور محدث بھی جو وھب بن جریر بن حازم (متوفی ۲۰۶ھ)[۳۰۴] کے والد ہیں جن سے ابو خیثمہ، اور اُن کے بیٹے ابن ابی خیثمہ نے، جو مشہور مورخ ہیں۔ اور تاریخ کی اہم کتابوں کے مؤلف ہیں اور البلاذری[۳۰۵]، الطبری وغیرہ[۳۰۶] مورخین نے کثرت سے تاریخی اقوال و روایات نقل کی ہیں۔

عکرمہ عکرمہ (متوفی مابین ۱۰۵ھ و ۱۱۰ھ) کے تبحرِ علمی کی بہت تعریف کی گئی ہے[۳۰۷]۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ "تفسیر کے سب سے زیادہ جاننے والے" تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے چالیس سال تک علم حاصل کیا تھا، ابن عباس قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے میرے پیروں میں بیڑی ڈال دیا کرتے تھے"[۳۰۸]، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالشعثاء ان کے بارے میں کہا کرتے تھے: "یہ ابنِ عباس کے مولیٰ عکرمہ ہیں، یہ سب سے بڑے عالم ہیں ...." اسی طرح الشعبی کا قول بتایا جاتا ہے "عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا اب کوئی باقی نہیں رہا"[۳۰۹] لیکن یہ اقوال یقیناً مبالغے سے خالی نہیں ہیں، یہ اسی طرح کے ریمارک ہیں جیسے رجال احادیث یا ابن عباس کے دوسرے شاگردوں کے سلسلے میں بکثرت کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اسی طرح کی عبارتیں اور بھی کچھ لوگوں کی تعریف میں آئی ہیں۔ چنانچہ الشعبی جن راویوں سے خوش ہوتا ہے انھیں اسی میزان میں تولتا ہے۔ ایسی مدح سرائیاں، تراجم رجال

Marfat.com

اور طبقات کی کتابوں میں کثرت سے ملیں گی۔ ان سب کے باوجود وہ (عکرمہ) اتہام سے بچ نہیں سکے، اور متہم کرنے والوں میں بیشتر ابن عباس ہی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے عکرمہ پر "کذب" کا الزام لگایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ ابن عباس سے اپنے تعلق کا اظہار کرنے میں مبالغہ کرتا تھا۔[۳۱۰] فی الواقع اتہام کا یہ انداز بھی بڑا روایتی سا ہے، اکثر قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس جرح و نقد کے معاملے میں تنقید کرنے والے بھی لازماً صحیح نہیں ہوتے، اس طرح کی تنقیدیں کرتے ہوئے وہ انھیں بشری کمزوریوں سے متاثر ہو جاتے ہیں جن سے انسان کو کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ رہا ان کا عبداللہ بن عباس کی اہانت کا واقعہ۔ اس کا سبب دونوں کے تعلقات کی کشیدگی تھا، حتیٰ کہ علی بن عباس نے انھیں بازار میں لے جا کر بیچ ڈالا تھا۔ بعد میں وہ نادم ہوئے اور انھیں آزاد کرایا۔[۳۱۱]

عکرمہ نے بہت سے مقامات کی سیاحت کی تھی۔ چنانچہ وہ بصرہ گئے، جہاں انھوں نے حدیث کا درس دیا۔ اور علماء کی ایک جماعت تیار کر کے چھوڑی۔ پھر سمرقند گئے۔ یہاں ان کا حال ایسا خراب ہوا کہ پھوٹی کوڑی تک پاس نہ تھی۔ ان سے جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان میں اکثر ابن عباس کی طرف راجع ہوتی ہیں، اور الطبری نے اپنی تاریخ میں شامل کیا ہے۔ انھیں اس نے اپنے مشائخ سے حاصل کیا تھا ان میں: احمد بن ابی خلیثمہ، زہیر بن حرب بن شداد (متوفی ۲۹۹ھ) بھی ہیں[۳۱۲]

Marfat.com

جو محدثین و مؤرخین میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے تاریخ میں ایک کتاب تصنیف کی جس کے اسناد میں طریقۂ اہلِ حدیث کا اتباع کیا ہے یعنی وہی طریقہ جس کی پیروی الطبری کرتا ہے۔ مورخوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ بظاہر یہ ابتداے آفرینش سے اس کے عہد تک کی عام تاریخ ہے۔ وہ بغیر اسناد کے اس کی روایت نہیں دیتے تھے جب تک وہ ان کے سامنے قرأت کر کے اجازت نہ حاصل کر لیتا تھا۔

ابن ابی خیثمہ [۳۱۳] | ابن ابی خیثمہ نے حدیث کا علم اپنے باپ زہیر بن حرب اور مشہور محدث یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل سے اخذ کیا تھا۔ علم الانساب میں وہ مشہور شاعر، راوی، ادیب اور محدث مصعب بن عبد اللہ ابن الزبیر (متوفی ۲۳۳ھ) کا شاگرد ہے جو علم نسب میں کئی کتابوں کے مؤلف ہیں مثلاً النسب الکبیر اور کتاب نسب قریش وغیرہ۔ یہ اس خاندان کے فرد ہیں جو اخبار، نسب اور مغازی میں خصوصی مہارت کے لیے معروف تھا۔ نیز یہ چچا ہیں الزبیر بن بکار ابی عبد اللہ الزبیری کے، جنھوں نے ۲۵۶ھ میں مکہ میں وفات پائی اور اخبار و انساب و ادب میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن کا ذکر ابن الندیم نے اپنی الفہرست میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ (ابن ابی خیثمہ نے) ادب کی تعلیم مشہور ادیب ابن سلام الجمحی [۲۱۶] سے اور ایام الناس کا علم ابوالحسن علی بن محمد المدائنی (متوفی ۲۱۵ھ یا ۲۲۵ھ) سے اخذ کیا جو مشہور مورخ ہے اور اکثر تاریخ نگاروں نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ ابن ندیم نے اس کے مصنفات کا ذکر کیا ہے جو

Marfat.com

کثیر تعداد میں ہیں[317] ان پر ہم آیندہ گفتگو کریں گے۔

ابن ابی خیثمہ نے اپنے شیخ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی المنقری البصری[318] (متوفی ۲۱۳ھ) سے اخذ کیا جو محدث داؤد بن بکر ابن ابی الفرات[319] کے شاگردوں میں سے ہیں اور یہ علباء بن احمر الیشکری البصری[320] کے راویوں میں سے تھے جنھوں نے اپنے باپ احمر بن جزء الیشکری[321] اور عکرمہ سے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔

احمد بن زہیر کے والد زہیر بن حرب بن شداد[322] (متوفی ۲۳۴ھ) مشاہیر محدثین میں سے تھے۔ نیز ان کا شمار مورخین اور اصحاب علم و اخبار میں بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں اعتماد کیا ہے۔ البلاذری کے ہاں زہیر کی سند وھب بن جریر بن حازم کے واسطے سے ہے جس پر ہم پہلے گفتگو کرچکے ہیں۔

ابو کریب الطبری نے اپنی عکرمہ والی سند کوفے کے عالموں میں سے ایک عالم سے اخذ کی ہے جس کا نام تاریخ طبری کے اس حصے میں کثرت سے آیا ہے، میری مراد محمد بن العلاء بن کریب الکوفی الحافظ ابو کریب (متوفی ۲۴۷ھ یا ۲۴۸ھ) سے ہے[323] جو اپنے زمانے میں کوفے کے اہلِ حدیث و اہلِ اخبار کے سرگروہ سمجھے جاتے تھے، محدثین اُن سے اخذ روایت کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ الطبری بھی جب کوفے پہنچا ہے تو طالبین علم کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

جب ابو کریب نے الطبری کی علمی صلاحیت کا اندازہ کر لیا تو اسے روایت کی اجازت دے دی تھی۔ اس کی اسناد کا سلسلہ اور بھی کئی محدثوں سے ملتا ہے جو اس کے ہم عصر تھے مثلاً: ابومعاویہ الضریر، الاعمش، عثمان بن سعید، بشر بن عمارہ، یحییٰ بن یعلی المحاربی، یحییٰ بن عیسیٰ وغیرہ ان لوگوں نے اُسے اپنے شیوخ کی سند سے روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی، جن میں یہ حضرات ہیں: اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی الہمدانی ابو یوسف الکوفی (متوفی ۱۶۰ھ یا اس سے ایک دو سال بعد) جو مشہور محدثوں میں شمار ہوتے ہیں، انھوں نے اپنے دادا ابو اسحٰق السبیعی سے روایت کی ہے۔ اور سماک بن حرب بن خالد الذہلی البکری ابو مغیرۃ الکوفی (متوفی ۱۲۳ھ) یہ کوفہ کے اُن رواۃ میں سے ہیں جنھوں نے عکرمہ سے تفسیر اخذ کی تھی، یہ شعر اور ایام الناس کے علماء میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی سند عکرمہ سے ملتی ہے اور عکرمہ کی ابن عباس سے۔

تاریخ طبری کے قسم اول کی اضافی روایتوں میں اور بھی متعدد روایات ہیں جنھیں الطبری نے ابو کریب سے اُن کے مختلف شیوخ کی سند سے اخذ کیا ہے۔ الطبری اُن سب کے نام دیتا ہے اور ان کی اسناد ابن عباس سے روایت کرنے والے رجال تک پہنچتی ہیں۔ اُس حصے کی متعدد روایات میں جگہ جگہ ابو کریب کا نام آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس طرح کے اخبار کی طرف خصوصی رغبت رکھتے تھے۔

ابو صالح باذام | ابن عباس کے تلامذہ میں تفسیر سے گہرا شغف رکھنے والے

Marfat.com

ایک ابو صالح باذان ہیں۔ انھیں باذام مولیٰ ام ھانی بنت ابی طالب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بچوں کو پڑھایا کرتے تھے اور تفسیر سے دلچسپی تھی انھوں نے تفسیر میں ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس میں ابن عباس کی روایات تھیں، اُن سے محمد بن السائب الکلبی نے روایت کیا جو خود بھی مفسر تھا۔ ابو صالح سے الاعمش، اسماعیل السدی، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم، ابو قلابہ، سفیان الثوری، سماک بن حرب[۳۲۸] وغیرہ نے روایت کی ہے یہ اس طبقہ کے لوگ ہیں جو حدیث، تفسیر اور روایت اخبار میں منہمک رہتا تھا۔

الحارث بن محمد | الطبری نے ابو صالح کی کچھ روایات ابن عباس کے سلسلۂ سند سے پیش کی ہیں۔ غالب امکان ہے کہ یہ اس نے اپنے شیخ الحارث بن محمد بن ابی اسامہ التیمی (متوفی ۲۸۲ھ) صاحب المسند کے طریق سے لی ہوں گی جو حدیث کے حفاظ میں سے تھے اور انھوں نے یزید بن ہارون، علی بن عاصم، عمر بن شبۃ البصری ابن سعد، الواقدی ابن المدائنی، القعنی، ھدیہ وغیرہ محدثوں اور مؤرخوں سے سماعت کی تھی[۳۲۹]

الحارث بن محمد کا نام بھی الطبری کے ہاں بکثرت آیا ہے اور ان کے اکثر اخبار الطبقات کے مشہور مؤلف ابن سعد سے بواسطہ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی (عن ابیہ عن ابی صالح باذام عن ابن عباس) نقل ہوئے ہیں[۳۳۰] کبھی وہ: "مجاہد بن جبر عن الحسن عن ورقاء عن ابن ابی نجیح عن

Marfat.com

مجاہد[۳۳۱]" کی سند سے، یا "عبدالعزیز عن سفیان عن رجل آخر عن مجاہد[۳۳۲]" کے طریق سے بھی اخذ کرتا ہے۔

اوپر ہم نے جن علوم کا بیان کیا ان میں کوفہ نمایاں شہرت کا مقام بن گیا تھا۔ اور تاریخ الطبری کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ کوفہ کے مفسرون میں دو عالم السدی اور الکلبی بہت مشہور ہوئے، ان دونوں نے تفسیریں لکھی تھیں، اور دونوں ہی علماء کی نظروں میں مشکوک رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ "کوفے میں دو جھوٹے تھے: السدی اور الکلبی[۳۳۳]" لیکن اس خبرداری کے باوجود الطبری نے اپنی تفسیر میں اور تاریخ میں ان کے کچھ اقوال شامل کیے ہیں اور شبہات کے مواقع نظر انداز کر دیے ہیں۔ شاید اس کا عذر یہ رہا ہوگا کہ اس نے ان کے وہ اقوال نقل نہیں کیے جن کا تعلق احکام سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ الطبری اس قسم کے تصرفات میں یکہ و تنہا ہی ہے چنانچہ اس نے سیف کی جعلی کتاب کو الواقدی پر محض اس لیے ترجیح دیدی ہے کہ محدثوں نے الواقدی کو مشتبہ قرار دیا ہے[۳۳۴]۔

السدی | السدی الکبیر یعنی اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ ابو محمد القرشی الکوفی الاعور (متوفی ۱۲۷ھ) تفسیر قرآن کے وسیع علم کے لیے مشہور ہے، وہ ان تین مفسروں میں سے ایک ہے جو شہر کوفہ کے نامور مفسر سمجھے جاتے ہیں یعنی الشعبی، محمد بن السائب الکلبی اور وہ خود۔ اصحاب حدیث و اخبار نے اس کے بارے میں مختلف رائیں ظاہر کی ہیں۔ چنانچہ ایک اسے کمزور ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے: اس سے اخذ کرنا مناسب نہیں، دوسرا اس کی حمایت

Marfat.com

کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "وہ ثقہ ہے، سچا ہے، امین ہے اور الشعبی سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا ہے۔" الطبری پہلے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا قول بیان کیا جاتا ہے کہ "حدیث میں اس کی حجت تسلیم نہیں کی جاتی"[31] لیکن اس کے باوجود اس نے اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے اپنی تفسیروں میں السدی کی تفسیر سے متفرق سورتوں کی تشریح میں اسباط بن نصر عن[32] السدی کے طریق سے روایات کا اخراج کیا ہے۔

اسباط بن نصر الہمدانی ابو یوسف یا ابو نصر، السدی کا راوی اول شمار ہوتا ہے۔ وہ خود بھی کوفے کے ان رواۃ میں سے مشہور شخصیت ہے جو ناقدوں کی تنقید سے بچ نہیں سکی ہے۔ السدی کی بہت سی روایتیں تاریخ طبری میں اسی کے طریق سے آئی ہیں، یہ اسرائیلیات میں ہیں اس سے کوفہ اسکول کے بیشتر راویوں نے نقل کیا ہے مثلاً: احمد بن المفضل الحضری الکوفی، عمرو بن حماد القناد، ابو غسان الہندی، یونس بن بکیر اور عبداللہ بن صالح العجلی[33]۔ نیز ان میں سب سے زیادہ سرگرم راوی عمرو بن حماد بن طلحہ[34] القناد ابو محمد الکوفی (متوفی ۲۲۲ھ) اور شیخ موسیٰ بن ہارون[35] الکوفی (متوفی ۲۹۴ھ) ہیں جو سدی کے اخبار کی سند الطبری تک پہنچاتے ہیں۔ انھیں میں ابراہیم بن الحکم بن ظہر الفزاری ابو اسحٰق صاحب تفسیر السدی[36] ہیں۔ الطبری کے شیوخ میں ایک اور بھی ہے جو السدی کے اقوال نقل کرتا ہے، یعنی محمد بن الحسین جو احمد بن المفضل بن القرشی الاموی الکوفی الحضری (متوفی ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ) کے رواۃ میں سے

Marfat.com

ہے۔ یہ اسباط، الثوری اور اسرائیل کا بھی راوی ہے۔ لیکن موسیٰ بن ھارون کو الطبری دوسروں پر السدی کے ان اقوال کی روایت کے معاملے میں ترجیح دیتا ہے جو اسی پر منقطع ہو جاتے ہیں اور گویا یہ السدی کی اپنی روایت ہوتی ہے، کبھی ان کا سلسلہ بڑھ کر ابن عباس سے مل جاتا ہے۔ یہاں یہ سند ایک اور سند سے مل جاتی ہے جو عبداللہ بن مسعود تک پہنچتی ہے، پھر اس کا یہ نہج ہوتا ہے:

"مجھ سے موسیٰ بن ھارون نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حماد نے بیان کیا کہ مجھے اسباط نے السدی سے روایت کیا اور وہ خبر انھیں ابو مالک اور ابو صالح سے، انھیں ابن عباس سے پہنچی ـــــ اور مرۃ الھمدانی نے عبداللہ بن مسعود سے، انھوں نے اصحاب رسولؐ میں سے کچھ حضرات سے روایت کیا ...." ۳۴۱

محمد بن السائب الکلبی لیکن الکلبی، جس پر بہت اعتراضات کیے جاتے ہیں، اور جو فقط علم تفسیر ہی میں وسیع معلومات نہیں رکھتا تھا بلکہ ایام، انساب اور احداث، خصوصاً تاریخ عراق پر بھی گہری نظر رکھتا تھا۔ جس کا پورا نام محمد بن السائب الکلبی (متوفی ۱۴۶ھ) ہے، اس نے اپنی تفسیر کے مواد میں ابن عباس کے شاگردوں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے ابن الکلبی سے منسوب تفسیر کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ برلن (مشرقی جرمنی) میں موجود ہے۔ اس کی اسناد کا طریقہ ابن الکلبی کے طریق مالوف سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔ تفسیر کا مطبوعہ نسخہ جو اس کا بتایا جاتا ہے اُسے

Marfat.com

بھی گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے، وہ بھی شاید کسی اور ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اور میرا یہ گمان کہ اس کا کوئی وجود نہیں، ان اختلافات نے اور بھی قوی کر دیا جو نسخہ مطبوعہ کی عبارتوں اور اُن اقتباسات میں پائے جاتے ہیں جو اس تفسیر سے دوسری کتابوں میں نقل ہوئے ہیں، اس تفسیر کے راوی محمد بن مروان بن عبد اللہ بن اسماعیل المعروف بالسدی الصغیر[۲۴۳] (متوفی ۱۸۶ھ) ہیں جو السدی الکبیر کے پوتے ہیں۔ یہ سائے کی طرح ہر وقت الکلبی کے ساتھ لگے رہتے تھے حتیٰ کہ محمد بن مروان الکلبی[۲۴۴] مشہور ہو گئے۔ انھوں نے علم تفسیر میں بڑی وسیع شہرت حاصل کی۔ اسی شہرت کی بنیاد پر سلیمان بن علی نے انھیں بصرہ میں بلا لیا اور اپنے گھر میں رکھا جہاں یہ لوگوں کو قرآن کی ایک ایک آیت کی تفسیر املا کراتے تھے۔ حتیٰ کہ پوری تفسیر تیار ہو گئی۔[۲۴۵] ان کے ایک لڑکے العباس تھے جو ان سے روایت کرتے ہیں، البلاذری[۲۴۶] نے العباس سے بہت روایات اخذ کی ہیں یہی دوسرے اصحاب تاریخ و اخبار کا حال ہے، مگر الطبری نے صرف ہشام سے اخذ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

علماء کے نزدیک السدی کی سند ضعیف ہے، چنانچہ اُن کے ہاں "السدی عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس" جھوٹ کا سلسلہ سمجھا جاتا ہے۔[۲۴۷]

تفسیر الکلبی کی روایت کچھ اور لوگوں نے بھی کی ہے جنھوں نے اسے الکلبی سے اخذ کیا تھا، ان میں محمد بن الفضل ابن غزوان الضبی الکوفی (متوفی

Marfat.com

سنہ ۱۹۵ھ[348] ہے۔ یوسف بن بلال السعدی نے بھی اس سے روایت کی ہے جس نے السدی الصغیر سے یہ تفسیر اخذ کی تھی، اسی طرح حیان بن علی الغزی بھی ابن الکلبی کے راویوں میں سے ہے[349]۔

حسن بصری اور مدرسہ ابن عباس پہلی اور دوسری صدی ہجری میں لکھی ہوئی تفسیریں زیادہ تر مدرسہ ابن عباس سے متاثر ہیں اور ان تفسیروں سے الحسن البصری (متوفی سنہ ۱۱۰ھ) کی تفسیر متاثر معلوم ہوتی ہے[350]۔ ہمارے پاس کوئی ایسی قوی دلیل نہیں ہے جو حسن بصری کی تفسیر اور مدرسہ ابن عباس کے درمیان واضح تعلق ثابت کر دے۔ بس یہ ہے کہ اس تفسیر میں ابن عباس کا نام بار بار آتا ہے اور ابنِ عباس سے متاثر ہونے کی غمازی کرتا ہے[351]۔

قتادہ[352] قتادہ بن دعامہ ابو الخطاب السدوسی (متوفی سنہ ۱۱۷ھ یا سنہ ۱۱۸ھ) بھی حسن بصری کی طرح اہلِ بصرہ میں سے ہیں اور مدرسہ بصرہ پر اُن کا گہرا اثر ہے۔ مگر ان کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں یا نہیں جنھوں نے ابن عباس سے سماعت کی تھی[353]۔ بظاہر یہ ان سے بہت متاثر ہیں، قتادہ سے علماء کی ایک جماعت نے تفسیر کی روایت کی ہے جن میں خارجہ بن مصعب السرخسی (متوفی سنہ ۱۶۸ھ[354]) ہیں انھوں نے یہ تفسیر سعید بن ابی عروبہ[355] (متوفی سنہ ۱۵۶ھ یا سنہ ۱۵۷ھ[356]) سے روایت کی، اور اس گروہ میں شیبان بن عبدالرحمٰن (متوفی سنہ ۱۶۴ھ)، معمر بن راشد (متوفی سنہ ۱۵۳ھ یا سنہ ۱۵۴ھ[357]) اور سعید

Marfat.com

بن بشیر ہیں[358] معمر بن راشد کی تفسیر محمد[359] بن ثور نے روایت کی ہے۔
قتادہ صرف مفسر ہی نہیں تھے بلکہ عربیت، لغت، ایام العرب اور علم الانساب میں امام سمجھے جاتے تھے، یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بصرہ میں سب سے زیادہ علم الانساب کے جاننے والے تھے"[360]

یہاں ضروری ہے کہ ہم محمد بن کعب القرظی کی تفسیر کا بھی ذکر کریں، جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بظاہر وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ابن عباس سے اخذ کیا ہے، ان کی تفسیر اور دوسری کتابوں سے استفادہ کرنے والوں میں ابو معشر (متوفی ۱۷۰ھ) اور الطبری جیسے مورخ اور اصحاب سیر ومغازی بھی شامل ہیں[361]

جن حضرات کا اوپر ذکر ہوا، ان کے بعد جن مفسروں نے ایک دوسرے طبقے کی نمائندگی کی ان میں شعبہ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ)[362] جن کا اوپر حوالہ آچکا ہے، نیز وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ)، سفیان بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ) یزید بن ھارون (متوفی ۲۰۶ھ)، عبدالرزاق بن ھمام (متوفی ۲۱۱ھ)[363] جو ابن جریج، معمر، الاوزاعی اور الثوری کے راویوں میں سے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، نیز آدم بن ابی ایاس (متوفی ۲۲۰ھ) جو شعبہ کے کاتب حدیث تھے[364]

ابوالجلد: الطبری کے ہاں، اور دوسری تفسیروں میں، ایسا مواد موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عباس کو توراۃ کا علم حاصل تھا، وہ توراۃ پڑھا کرتے تھے اور ابو الجلد جیلان بن فروۃ الازدی سے اس کے بارے میں

Marfat.com

سوالات کرتے تھے، اور انھیں کعب الاحبار، وھب بن منبہ اور عبداللہ بن سلام پر ترجیح دیتے تھے اور قرآن کی غیر واضح آیات کو سمجھنے کے لیے اُن سے رجوع کیا کرتے تھے۔ ابوالجلد کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، ہر ساتویں دن قرآن اور ہر سال توراۃ ختم کرتے تھے اور اسے گہری نظر سے پڑھتے تھے، ختم کے دن لوگوں کو جمع کرتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ "ختم کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے"[۳۶۵] الطبری نے اپنی تفسیر میں ان کے کچھ اقوال درج کیے ہیں، خیال یہ ہے کہ یہ یہودی الاصل تھے، ان کے قصے دوسرے یہودی الاصل مسلمانوں سے روایت کیے گئے قصص سے بہت مشابہت رکھتے ہیں، یہ اپنی سادگی اور گھڑنت کے کھلے آثار ہونے کے باوجود کتابوں میں داخل ہوگئے حالانکہ ان کتابوں کے مصنف ایسے قصوں سے بہت پرہیز کرتے تھے ....

.... اور ان روایات سے رجوع کرنے میں بہت جھجکتے تھے کیونکہ خود ابن عباس کی یہ شہادت موجود ہے کہ انھوں نے کہا "اہل کتاب سے کسی بارے میں معلومات نہ کرو" اور "کیا تمھیں اس علم سے نہیں روکا گیا ہے جو ان لوگوں (اہلِ کتاب) سے سوالات کرنے کی وجہ سے تم تک پہنچا ہے؟"[۳۶۶] ان دونوں خبروں میں اس دقیق اور تہ نشین رجحان کی وضاحت مل جاتی ہے جو اس عہد کے مورخوں میں پایا جاتا تھا۔ اور یہ اسرائیلیات کے سلسلے میں ابن عباس کے نقطۂ نظر کا اثر تھا۔

مختلف کتابوں میں ابن عباس سے روایت کیے ہوئے جدا اقوال

Marfat.com

ملتے ہیں، اگر انھیں جمع کر کے اُن سے منسوب تفسیر کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا، اس طرح ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس عالم کے اقوال میں کہاں کہاں تناقص پیدا ہوگیا ہے۔ اور اگر زیادہ صحیح لفظوں میں کہا جائے تو یہ تلامذہ ابن عباس کے اقوال میں کہاں کہاں تناقص ملتا ہے۔ اور کیا ان سب متناقض روایتوں کا ایک ہی شخص سے صدور سمجھ میں آنے والی بات ہے؟ نیز یہ کہ اُن کے طلبہ کی تعداد کتنی تھی اور اُن کے مدارج فہم وادراک میں کیا فرق تھا؟

مصر میں ایک تفسیر تھی جسے تفسیر ابن عباس سمجھا گیا ہے۔ اسے علی بن طلحہ الہاشمی نے روایت کیا، اور اس سے الطبری نے اخذ کیا، کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ سچی روایت ہے۔ اس کے باوجود یہ بات مشتبہ ہی ہے کہ علی بن طلحہ نے خود ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی سماعت کی تھی یا نہیں۔

اسناد صحابہ | اس حصے کی بحث ختم کرتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم کچھ اُن صحابہ کے بارے میں بھی کہیں جن کے اقوال تاریخ طبری میں وارد ہوئے ہیں، یعنی: ابوذر الغفاری (متوفی ۳۲ھ یا ۳۳ھ) عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ یا ۳۳ھ)[۳۶۸] سلمان الفارسی (متوفی ۳۵ھ یا ۳۶ھ)[۳۶۹] ابوھریرہ (متوفی ۵۷ھ یا ۵۸ھ)[۳۷۰] جابر بن عبداللہ (متوفی ۷۸ھ) انس بن مالک (متوفی ۹۰ھ یا ۹۱ھ)[۳۷۱]

البتہ خلفائے راشدین کی چند روایات ہیں، ان میں بھی سب سے

Marfat.com

زیادہ حضرت علی بن ابی طالب کی روایات ہیں جو الطبری نے اپنے شیخ ھناد بن السری سے اخذ کی ہیں، جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، وہ (ھناد) ابوالاحوص سلام بن سلیم الکوفی[۳۲] سے روایت کرتے ہیں جو حدیث کے کوفی مدرسہ کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں[۳۳]۔ انھوں نے کوفے کے کچھ محدثوں سے سماعت کی تھی مثلاً: خلف بن ھشام، ابی بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ ان لوگوں سے الطبری نے اور اسی طبقے کے دوسرے مورخوں سے اخذ کیا ہے ابوالاحوص نے علماء کی ایک جماعت سے مثلاً: زیاد بن علاقہ، منصور بن المعتمر (متوفی ۱۳۲ھ) آدم بن علی، سماک بن حرب وغیرہ سے بھی روایت کی ہے سماک بن حرب کی سند عرعرہ کے طریق سے علی بن ابی طالب تک پہنچتی ہے[۳۵]

حضرت علیؓ بن ابی طالب کے اقوال بصرہ میں بھی خوب رائج تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ وہاں ایک مدت تک رہے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت وہاں چھوڑ گئے، جن لوگوں سے الطبری نے حضرت علیؓ کے اخبار اپنے زمانۂ قیامِ بصرہ میں حاصل کیے اُن میں دو حضرات اہل بصرہ میں بطور محدث بہت مشہور ہیں یعنی: ابن بشار اور ابن المثنیٰ۔

ابن بشار | ابن بشار کا پورا نام محمد بن بشار بن عثمان العبدی البصری (متوفی ۲۵۲ھ) ہے یہ بندار کے نام سے بھی مشہور ہیں انھیں اخبار کا اچھا علم تھا، مختلف علاقوں سے محدثین ان کے پاس سماعت کرنے آتے تھے اور ابن المثنیٰ، محمد بن المثنیٰ ابوموسیٰ العنزی البصری[۳۶] (متوفی ۲۵۲ھ) ہیں۔ ان دونوں کی احادیث، جو الطبری نے نقل کی ہیں۔ انھوں نے مؤمل سے

Marfat.com

روایت کی ہیں۔ مؤمل کی سند سفیان بن عیینہ الکوفی سے ملتی ہے وہ ابو اسحٰق السبیعی، عمرو بن عبداللہ الہمدانی الکوفی سے اخذ کرتا ہے جو کوفے کے مشہور محدث تھے، انھوں نے تین سو شیوخ سے روایت کی ہے اور صحابہ کی ایک جماعت کے بھی راوی ہیں۔

السبیعی | ابو اسحٰق السبیعی صرف محدث ہی نہیں تھے بلکہ خود اپنے عہد کے بہت سے احداثِ سیاسی میں شریک رہے تھے۔ چنانچہ وہ اُس لشکر میں شامل تھے جو معاویہ نے روم سے جنگ کے لیے بھیجا تھا بظاہر ان کے معاویہ سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ یہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی احادیث کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور اُن چار میں سے ایک تھے جو اس زمانے میں روایتِ حدیث میں مشہور و معروف تھے یعنی: الزھری، قتادہ، الاعمش اور ابو اسحٰق۔ ان چاروں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شعبے میں دوسرے پر فوقیت رکھتا ہے۔

قتادہ اختلاف کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے، الزھری اسناد کے، ابو اسحٰق حدیث علی و ابن مسعود کے اور الاعمش ان سب باتوں کے۔"[۳]

ایک سند اور بھی ہے جو الطبری سے حضرت علیؑ تک پہنچتی ہے۔ یعنی اس کے شیخ الزعفرانی کی سند۔ جو بغداد کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام ابو علی الحسن بن محمد بن الصباح (متوفی ۲۶۰ھ) ہے، یہ دارالخلافہ (بغداد) کے فقہا میں سے تھے اور اصل میں عراق کے نبطی تھے۔ یہ امام شافعی کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے لائق ترین شاگرد تھے۔ کتابوں

Marfat.com

کا بھی وسیع مطالعہ کرتے تھے اور جو کچھ امام شافعی اپنے حلقۂ درس میں املا کراتے تھے اس کی سماعت کرتے تھے، ان کے شیوخ میں ابن ابی عدی بھی ہیں جن کی سند: "شعبہ عن ابی اسحٰق السبیعی عن عبد الرحمٰن بن دانیل عن علی بن ابی طالب[379]" ملتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں "وإن کان مکرھم لتزول منه الجبال" جو خبر ان سے روایت ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب کے قصص کی قبیل سے ہے اور شاید اسے ابن دانیل (دانیال) نے وضع کیا ہو کیونکہ غالب قرینہ ہے کہ وہ خود یا ان کے والد دانیال اہلِ کتاب میں سے تھے۔

عبد اللہ بن مسعود جو قرآن کے جیّد عالم اور صحابی تھے اور جنہوں نے خود بھی قرآن کو جمع کر کے مرتب کیا تھا۔ ان کے اقوال الطبری تک اپنے شیخ موسیٰ بن ھارون بغدادی الحمال[380] (متوفی ۲۹۴ھ) کے طریق سے پہنچے ہیں جو یوں ہے: "عن عمرو بن حماد عن اسباط عن السدی عن مرۃ الھمدانی معروف بہ مرۃ الخیر (متوفی حدود سنہ ۷۶ھ[381]) عن ابن مسعود۔" مرۃ کا شمار عابد و زاہد مفسّرین میں ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کی تفسیر میں وہ جھلک تھی جس نے زاہدانہ تفاسیر کو تصوف کے خیالات، قصص و حکایات اور خوفِ خدا (ترھیب) کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ ان کی سند حضرت ابوبکر، عمر، ابوذر اور ابو موسیٰ الاشعری سے ملتی ہے۔[382]

یہاں تک ہم نے اُن مآخذ سے بحث کی ہے جن سے الطبری نے زمانۂ ماقبل اسلام کی تاریخ لکھنے میں استمداد کی ہے، اب ہم دوسرے حصے

Marfat.com

میں اُن ماخذ کی چھان بین کریں گے جو اہلِ فارس کی تاریخ کے سلسلے میں الطبری نے استعمال کیے تھے۔

فارس و روم کی تاریخ | الطبری نے فارس اور روم کی تاریخ سے متعلق جو ابواب لکھے ہیں ان میں راویوں کے نام نہیں آتے۔ چنانچہ ان حصوں میں ہم وہ جملے نہیں پائیں گے جو رسل و انبیاء کی تاریخ کے ذیل میں بار بار ہر خبر و روایت کے شروع میں دہرائے جاتے تھے، مثلاً: "حَدَّثنا فُلانٌ قالَ حَدَّثنا عَنْ فلانٍ عَن.... قالَ": "حَدَّثنی فُلانٌ، قالَ حَدَّثنا..... قال،" اخبَرَنی فُلانٌ..... قال و اُخبرنی... قال...."
ان کے بدلے اکثر جگہ اس نے مجہول صیغے استعمال کیے ہیں اور اُس راوی کا نام نہیں لیا جس سے یہ خبر پہنچی ہے، نہ وہ ماخذ بتایا ہے جہاں سے اس نے خود حاصل کی ہے۔ اس جدید طریقے سے الطبری نے اپنے ماخذ تک ہماری رسائی میں دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔

ہم تاریخ الامم والملوک میں تاریخ ایران کی وہ تفصیلات پاتے ہیں جو کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتیں، خواہ وہ الطبری کے زمانے میں لکھی گئی ہو، یا اس کے بعد اور باعتبار مواد ان مصادر میں سے ہے جس پر تاریخ عجم کی تحقیق کرنے والے آج بھی بھروسہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے وہ سب کچھ جمع کر دیا ہے، جو اہل ایران نے محفوظ کر رکھا تھا یا جسے تاریخ ایران کو عربی زبان میں منتقل کرنے والوں نے نقل کیا تھا۔ کیونکہ ہمیں دوسری کتابوں میں جو تاریخ ایران

Marfat.com

یا تاریخ عرب و عجم سے بحث کرتی ہیں، ایسا مواد بھی مل جاتا ہے جو الطبری کی تاریخ سے غیر حاضر ہے۔

چنانچہ نولدیکی NOLDEKE نے اپنی تاریخ عرب و ایران بہ عہد ساسانیان کی تالیف میں الطبری سے بہت فائدہ اٹھایا ہے[۳۸۳]۔

بعض مورخوں نے ایران کی تاریخ کو چار طبقوں پر تقسیم کر دیا ہے: طبقہ اول، پیشدادی اور یہ سب سے قدیم طبقہ ہے۔ طبقہ دوم: کیانی، طبقہ سوم: اشکانی، طبقہ چہارم: ساسانی[۳۸۴]۔ الطبری نے ایرانیوں کی تاریخ اگرچہ اسی بنیاد پر لکھی ہے۔ لیکن وہ ہر طبقہ کا علیحدہ فصل میں ذکر نہیں کرتا البتہ اشکانیوں کی تاریخ جو اشک بن اشکان سے شروع ہوتی ہے۔ اس کو الطبری نے "الملوک الاشغانیون" کے عنوان سے علیحدہ کر دیا ہے، وہ انھیں "ملوک الطوائف" بھی کہتا ہے[۳۸۵]۔ چوتھا طبقہ جو اشکانیوں کے بعد آتا ہے۔ اس کا عنوان "ملوک الفرس" رکھا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا سب سے پہلا بادشاہ ساسان کی اولاد تھا[۳۸۶]۔ یہی ساسانی طبقہ کا بیان ہے۔

الطبری کے نزدیک فارس کی تاریخ کا آغاز بشریت کی ابتدا سے ہوتا ہے، یعنی تاریخ آدم سے --- اور ان کا آدم کیومرث ہے[۳۸۷]۔ جیسا کہ اکثر علمائے فارس نے لکھا ہے[۳۸۸]۔ اسی لیے الطبری نے اسے جا بجا لفظ "آدم" سے یاد کیا ہے اور کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک یہ "ابو الفرس" (ایرانیوں کا باوا آدم) ہے[۳۸۹]۔ اور ہوشنگ ایرانیوں کا پہلا بادشاہ ہے[۳۹۰]۔ یہ آدم کے زمانہ میں موجود تھا یا ان سے دو سو سال کے بعد ہوا[۳۹۱]۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

الطبری ان لوگوں کے نام نہیں بتاتا جن سے اس نے کیومرث، ہوشنگ اور ان کے بعد آنے والے پیشدادی بادشاہوں کے اخبار حاصل کیے ہیں۔ لیکن اس نے ان ابواب میں کچھ ایسے اشارے کیے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے اور ان کی تالیفات سے فائدہ اٹھایا ہے جو تاریخ ایران پر خصوصی نظر رکھتے تھے مثلاً وہ یوں لکھتا ہے: "واما الفرس فانہم قالوا...." (اور رہا ایرانی یہ کہتے ہیں....)[۳۹۲] اس طرح کچھ اقوال اور تعلیقات ابن الکلبی[۳۹۳] کے بھی لیے ہیں، مگر یہ پتا نہیں کہ الطبری کو یہ کہاں سے ملے۔ یعنی اس نے ابن الکلبی کی کتابوں سے اخذ کیے، یا اپنے شیوخ کی زبان سے سنے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس نے کتب و مولفات سے اخذ کیے ہیں، ورنہ اخبار کی تدوین کرنے والے راویوں کے ناموں کی طرف اشارہ کرنے میں الطبری کو کیا مانع ہو سکتا تھا؟ جب کہ وہ اخبارِ رسل و انبیاء کے ذیل میں اور دوسرے مواقع پر بھی، ہمیں ان لوگوں کے نام بتا دیتا ہے جنھوں نے ابن الکلبی کے اخبار کی روایت کی یا جن رواۃ نے اس سے اخذ کر کے سلسلۂ روایت کو ابن ہشام تک یا صاحب خبر تک یا کسی چشم دید گواہ تک متصل کیا۔

الطبری وغیرہ نے پیشدادی، کیانی اور اشکانی بادشاہوں کی تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا بڑا حصہ دیومالا اور لوک کہانیوں پر مشتمل ہے۔ جو ہمیں دیومالا اور ان قصوں کی یاد دلاتا ہے جو یونانیوں نے اپنے بادشاہوں کے بارے میں روایت کیے ہیں۔ اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ تاریخی ہے جو

Marfat.com

ساسانیوں کے عہد میں جمع کیا گیا۔ مگر ساسانی دور کی تاریخ کا حال پھر غنیمت ہے۔ کیونکہ اس میں تاریخی عنصر موجود ہے اور یہ بھی ساسانیوں کے زمانے میں لکھا گیا ہے۔ پھر اہل حیرہ نے جو کچھ مدوّن کر کے محفوظ کر دیا تھا، یا جو راویوں اور اخباریوں نے عرب و ایران کے تعلقات کے سلسلے میں حفظ کر رکھا تھا، وہ بھی اس میں جوڑ دیا گیا ہے۔

ابن الکلبی | ابن الکلبی، یعنی ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی (متوفی سنہ ۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ)[۳۹۵] ان لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جو عربوں کی تاریخ ماقبل اسلام اور علم الانساب میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ حیرہ، عراق اور یمن کی تاریخ کا بھی قابل اعتبار ماخذ ہے۔ اخبار کا ذوق اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ چنانچہ یہ خود بھی بڑے اخباریوں میں شمار ہوتا ہے اور اس موضوع پر اس کی کئی تالیفات ہیں۔ اس کی تصانیف ڈیڑھ سو سے زیادہ بتائی جاتی ہیں بعض نے ایک سو چوالیس بیان کی ہیں[۳۹۶]۔ محدثوں نے اسے "کذب" اور "ضعف" سے متہم کیا ہے، اور اکثر نے اس کی روایت کو ترک کر دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محدثوں نے حدیث رسولؐ اور تفسیر قرآن میں اس کی روایت کو قبول کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔ مگر اخبار و انساب میں وہ بھی اس کے علم کا اعتراف کرتے ہیں اور ان دونوں موضوعات میں اس کی مہارت کے قائل ہیں۔

نولدیکی کا خیال ہے کہ ابن الکلبی پر جو اتہام لگایا جاتا ہے وہ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی روایات کا بڑا حصہ درست سے

Marfat.com

اور اس نے وہ راہ اختیار کی جو "علم" سے قریب ہے یعنی وہ اصلی دستاویزات اور مخطوطات پڑھتا تھا۔ لیکن میں ابن الکلبی کے حفظ کی وسعت اور تاریخ ماقبل اسلام کے اخبار میں اس کے شغف کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی اس میں "ضعف" پاتا ہوں، یعنی وہ ہر قدیم خبر کے بارے میں خواہ مخواہ اپنے علم و درایت کا مظاہرہ کرتا ہے چنانچہ تاریخ طبری میں اور دوسری کتابوں میں ایسی روایات اس کی طرف منسوب ہوئی ہیں کہ اگر واقعی وہ اسی نے بیان کی ہیں تو اس کی کمزور انتقادی بصیرت کا ثبوت ہیں اور بتاتی ہیں کہ وہ معقول و منقول میں یا صحیح اور فاسد میں امتیاز نہیں کرتا تھا خاص طور سے اخبار اوائل اور اسرائیلیات میں یہی حال ہے۔ وہ ان اہل کتاب سے اقوال اخذ کرنے میں بھی مبالغہ کرتا ہے جو فی الواقع نہ اہل علم تھے نہ اہل فہم چنانچہ ہم بہت سی ایسی عبارتیں دیکھتے ہیں جو اس نے توراۃ سے منسوب کی ہیں، مگر وہ اس میں نہیں ہیں، توراۃ تو کیا تالمود یا مدراش سے بھی غیر حاضر ہیں، اور ان میں ایسی آمیزش ہے کہ اہل کتاب کے کسی فرد سے ان روایات کا صادر ہونا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے ایسی ہی باتوں سے بعض امور میں وہ ہمارے نزدیک ثقہ نہیں رہتا اور اس کی روایتوں کی صحت میں شک ہو جاتا ہے بلکہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ کبھی اخبار گھڑ بھی لیتا تھا تاکہ وہ دنیا بھر کے بارے میں ہر قدیم خبر سے اپنی واقفیت جتا سکے۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

تاریخ طبری کی بہت سی روایات جو ایران سے ــــ خصوصاً اہل یمن سے ــــ عربوں کے تعلقات کے بارے میں ہیں، ابن الکلبی کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ چونکہ اس کی اکثر تصانیف ضائع ہوگئیں یا اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہیں اس لیے الطبری نے ابن الکلبی سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے اصل متن سے رجوع کرنا بہت دشوار ہے۔ بس صرف یہ ممکن ہے کہ اس کی بعض کتابوں کے ناموں سے بہ اندازہ کرلیا جائے کہ ان سے الطبری نے کیا لیا ہوگا۔ مثلاً ضحاک کا بیان لیجیے جو ابن الکلبی سے پہنچنے والی روایات میں بیوراسپ یا ازدہاق کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور الطبری یہ نہیں بتاتا کہ اسے یہ روایات کہاں سے ملیں۔ یہ ہشام کی تالیفات میں سے ایک کتاب سے ماخوذ ہوسکتی ہے جو کتابوں کے کسی قبرستان میں دفن ہوگی اور ہم تک نہیں پہنچی ہے، جس کا نام "خبر الضحاک" ہے[۳۹۹]۔ اور بظاہر یہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جو پہلوی زبان سے عربی میں منتقل ہوئی تھیں۔ یا ان ایرانی رواۃ سے، جو اہل فارس کی تاریخ کے حفظ و روایت میں مشغول رہتے تھے ان میں سے کچھ لوگ کوفہ میں بھی موجود تھے مگر جو کچھ یمن اور عرب سے متعلق ہے یا یمن میں ضحاک کے وجود کے بارے میں ہے وہ حصہ فارسی الاصل نہیں ہوسکتا بلکہ یقیناً عربی ماخذ سے لیا گیا ہوگا۔ یہ روایات ابن الکلبی نے یا کسی اور نے گھڑی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے کہ "ابنائے فارس" نے گھڑلی ہوں جو یمن میں رہ گئے تھے اور عرب و ایران کی تاریخوں میں

Marfat.com

ربط پیدا کرتے تھے۔

الطبری نے ملوک الطوائف کے بارے میں جو روایتیں ابن الکلبی والی نقل کی ہیں عین ممکن ہے کہ یہ بھی ایک اور کتاب سے ہوں جو ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ اور جس کا ذکر ابن الندیم کی الفہرست میں آتا ہے کہ اس کا نام "کتاب ملوک الطوائف"[401] ہے۔ الطبری نے ابن الکلبی کی روایات میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ بظاہر ایسی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے جو پہلوی زبان سے عربی میں منتقل کی گئی تھیں یا کسی ایسی کتاب سے ہوگا جو فارس کے بادشاہوں کے حالات سے بحث کرتی ہو۔

ابن الکلبی کی ایک اور کتاب بھی ہے جو ساسانی دور کے ایران کی تاریخ سے متعلق ہے اس کا نام ہے: "اخذ کسریٰ رہن العرب"[402] اسی طرح ایک "کتاب الیمن وامر سیف"[403] بھی ہے۔ ان کے علاوہ یمن کے بادشاہوں پر،[404] حیرہ کے حکمرانوں پر[405] یا اوائل کے موضوع پر بھی اس کی کتابوں کا پتا چلتا ہے جن میں ابن الکلبی نے عجب نہیں کہ تاریخ فارس کا بھی مذکور کیا ہو۔

الطبری نے یمن میں یہودیت اور نجران میں عیسائیت کے بارے میں یا حبشہ اور یمن کی لڑائی اور اپنے وطن سے حبشیوں کا اخراج کرنے کے لیے سیف بن ذی یزن کی جدوجہد سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، یہ سب ابن الکلبی کی روایات ہیں، ان میں محمد بن اسحٰق کی روایتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔[406] یہ طبری نے کتاب الیمن وامر سیف بن ذی یزن" سے

Marfat.com

اور ابن اسحق کی تالیف سے اخذ کی ہیں۔ اور ابن اسحق کی روایات، جیساکہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے، محمد بن کعب القرظی، وہب منبہ اور نجران کے کچھ لوگوں سے متصل ہوتی ہیں۔ کندہ اور ایران کے روابط پر جو کچھ لکھا ہے، یا وہ حوادث جو قباذ۔ کے زمانے میں عربوں کے درمیان پیش آئے، وہ بھی ابن الکلبی کی ایک اور تالیف "کتاب ملوک کندہ[۴۸]" سے لیے گئے ہیں۔ الطبری نے قباذ[۴۹] اور الحارث بن عمرو بن حجر بن عدی الکندی سے متعلق روایات کو ابن الکلبی سے منسوب کیا ہے۔ البتہ اس نے — تاریخ ایران کے معاملہ میں اپنی عادت کے مطابق —— اس شخص کا نام نہیں بتایا جس نے ہشام کا قول اسے پہنچایا ہے۔ جس کتاب یا کتابوں سے وہ نقل کرتا ہے ان کا نام چھوڑ جانے کی روش کو دیکھتے ہوئے، اور اس طرح کے مبہم جملوں کی روشنی میں، مثلاً: "وذکرَ أهلُ العلمِ ...." "وزعم جماعة من عُلماءِ العَجَم ...." "وحُدِّثتُ عن هشامِ بن مُحمّدٍ قال ...." وغیرہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات اس نے کتابوں سے نقل کیے ہیں، اگر ہم یہ کہیں کہ الطبری نے مذکورہ خبر بھی اس کتاب سے اخذ کی ہوگی تو یہ کچھ غلط نہیں ہے۔

اسحق بن الجصاص اور شاید میرا یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ الطبری نے ابن الکلبی کی ایک اور تالیف "کتاب عدی بن زید العبادی" سے بھی اخذ کیا ہے۔ جس کی تدوین میں اس نے اسحق بن الجصاص سے سنی ہوئی روایات پر، یا جو کچھ اس نے اپنے باپ محمد سے اخذ کیا تھا، اس پر

Marfat.com

بھروسا کیا ہے۔

اسحٰق بن الجصّاص یا اسحٰق بن عماد جو ابن الجصاص کے نام سے معروف ہے اور جس کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ یہ یمن کے موالی میں سے تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ کی حکومت کے آغاز میں اس کا مصاحب تھا۔ چنانچہ لوگ عیسیٰ کے گھر میں اس کے سامنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ . . . .

اس کے سامنے کبار علماء کی ایک جماعت نے جن میں ابن الکلبی اور الکسائی[212] جیسے لوگ تھے، درس لیا ـــــ ابن الکلبی نے عدی بن زید کے اخبار اپنے شیخ ابن الجصاص سے بالمشافہ حاصل کیے تھے۔ اسی طرح اس نے حماد[213] کی کتاب سے نقل کیا ہے یہ المنصور کے آخری زمانہ میں مرا۔

ابن المقفع | عبداللہ ابن المقفع نے بھی، جس کا اصلی نام روزبہ بن داذویہ ہے۔ تاریخ اور ادب کے موضوع پر متعدد کتابیں فارسی سے عربی میں منتقل کیں جن میں "کتاب خداینامہ فی السیر" "خدا اینامک"[214] اور "کتاب آئین نامہ فی الآصر" "کتاب مزدک"[216] "کتاب فی سیرۃ نوشیروان"[217]، کلیلہ و دمنہ اور بعض دوسری کتابیں شامل ہیں[218]۔ اسی طرح ابن المقفع نے ان کتابوں کا ترجمہ کرکے ان مورخوں کے لیے جو فارسی زبان سے نابلد تھے ایران کی قدیم تاریخ سے واقف ہونے کی راہ کھول دی۔ ابن الندیم لکھتا ہے کہ ابن المقفع فارسی سے عربی میں تراجم کرانے والوں میں سے تھا اور وہ دونو زبانوں کے محاوروں سے واقف تھا۔" لیکن اس کی فصاحت اور پہلوی زبان سے واقفیت میرے نزدیک گہرے تحقیقاتی مطالعے کی محتاج ہے۔

Marfat.com

یعنی ان اصل کتابوں کا جو پہلوی میں تھیں ان تراجم سے مقابلہ کرنا ضروری ہے جو ابن المقفع نے تیار کیے ہیں تاکہ اس موازنہ کے بعد ان پر علمی نقطۂ نظر سے حکم لگایا جاسکے۔ اس معاملے میں شہرت کا لحاظ کرنا یا ان لوگوں کے اقوال کو قبول کر لینا کافی نہیں ہے۔ جن کی رائے گہرے علم و درایت سے عموماً خالی ہوتی ہے۔ اب وہ اصل کتابیں ضائع ہو چکی ہیں جیسے کہ ابن المقفع کے تراجم بھی ضائع ہو گئے، اور ان کے صرف کچھ ٹکڑے اور اقتباسات ہی ادبی کتابوں میں محفوظ رہ گئے ہیں، اس لیے کسی ادیب یا مورخ کے لیے یہ حکم لگانا دشوار ہے کہ ابن المقفع پہلوی زبان سے خوب اچھی طرح واقف تھا، اس کا محاورہ فصیح تھا، اور وہ ترجمے کی نزاکتوں سے خوب عہدہ برآ ہوا ہے —— اگرچہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ وہ اپنے زمانے کی فارسی خوب سمجھتا ہوگا، لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں زبان کی فہم اور فصاحت دو مختلف چیزیں ہوا کرتی ہیں۔

ابن المقفع کو لوگوں میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، جو کچھ وہ لکھتا تھا یا اس کے نام سے لکھا ہوا سامنے آتا تھا لوگ اس کا مطالعہ بڑے ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ المسعودی کہتا ہے: "اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگلے زمانے کے لوگوں کی تعریف میں مبالغہ کرتے ہیں اور متقدمین کی کتابوں کو زیادہ وقعت دیتے ہیں، اسی طرح ماضی کی تعریف کرتے ہیں اور حال کی برائی کی جاتی ہے، چاہے عہد جدید کے لوگوں کی کتابوں میں کتنی ہی روشن حقیقتیں اور مفید علوم موجود ہوں۔ ابو عثمان

Marfat.com

عمرو بن بحر الجاحظ کہتا ہے کہ بڑی پر معنی اور سلیقے سے لکھی ہوئی کتابیں جو اس کے اپنے نام سے ہوتی تھیں ان پر کوئی بھی کان نہ دھرتا تھا نہ ان کی طرف رغبت کا ہاتھ بڑھتا تھا اور اگر گھٹیا درجے کی غیر معبد کتابیں جو عبداللہ بن المقفع یا سہل بن ہارون یا ایسے ہی کسی مشہور مصنف کے نام سے لکھ کر شائع کر دیتا تھا تو ان کتابوں کو پر لگ جاتے تھے۔ ہر شخص نقل کرنے میں عجلت کرتا تھا۔ اور اس کا بظاہر کوئی سبب متقدمین سے منسوب ہونے کے سوائے نہیں ہوتا تھا"[420]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متعدد لوگوں نے کتاب خدا ینامہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ فارسی میں خدینامک یا خدا ینامک کے نام سے مشہور تھی[421]۔ مگر ان میں ابن المقفع کا ترجمہ خاص طور سے مشہور ہوا اور اس سے اکثر مورخوں نے رجوع کیا۔ مگر اس کتاب کی شہرت اور ایران کے اپنی تاریخ کو محفوظ کرنے کے ذوق کے باوجود یہ اصل متن ضائع ہو گیا اور اس کے ترجمے بھی عنقا ہو گئے۔ ان میں ابن المقفع کا ترجمہ بھی تھا اور دوسروں کے تراجم بھی ــــ یہ واقعی عجیب و غریب معاملہ ہے۔ الطبری نے ابن المقفع کے ترجمے سے اقتباسات دیے ہیں مگر اس کا نام نہیں لیا اور صرف ایک ہی جگہ اس کا ذکر کیا ہے، ایک ایسے مقام پر جس کا ایران کی تاریخ یا اس ترجمے سے کوئی براہ راست واسطہ نہیں ہے[422]

عیون الاخبار | ابن قتیبہ ابو عبداللہ محمد بن مسلم الدینوری (متوفی ۲۷۰ھ یا ۲۷۱ھ یا ۲۷۶ھ)[423] نے بھی ابن المقفع کے ترجمے کا حوالہ دیا ہے۔

Marfat.com

الطبری نے ابن المقفع کے ترجمے سے کیا لیا ہے۔ یہ طے کرنے کے بعد تاریخ ایران کے بارے میں عیون الاخبار کے اور الطبری کے اقتباسات کا مقابلہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ان حصوں کا تقابلی مطالعہ کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ الطبری نہ صرف ترجمہ ابن المقفع سے باخبر ہے اور اس سے اپنی تاریخ میں نقل و اقتباس کرتا ہے[۴۲۵] بلکہ میرا خیال ہے کہ الطبری کے بعض مبہم جملوں میں ابن المقفع ہی اس کی مراد ہے۔ مثلاً جب وہ کہتا ہے: وقال غیر هشام من اهل الاخبار[۴۲۶]..... کیونکہ اس کے بعد آنے والی عبارت تقریباً وہی ہے جو عیون الاخبار میں بھی ملتی ہے اور ابن قتیبہ نے یہ ابن المقفع کی کتاب سیر العجم سے نقل کی ہے۔ اور بظاہر الطبری کے ان الفاظ کی مراد "وذلک قصد لذکرهم فی کتاب سیر الملوک"[۴۲۷] اس کی ضمیر کتاب کے مترجم ابن المقفع کی طرف راجع ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں ترجمہ خدینامہ سے استفادہ کیا ہے اور بعض مواقع پر اپنی رائے بھی ظاہر کر دی ہے۔ مثلاً: "ووجدت فی کتب سیر العجم" "وقرأت فی کتب سیر ملوک العجم...."[۴۲۸]

نہایۃ الأرب ابن المقفع کے تراجم کے اقتباسات ایک اور کتاب میں بھی ملتے ہیں جو ابھی تک نہیں چھپی ہے اور مخطوطات کی فہرست میں اس کا نام نہایۃ الارب فی اخبار الفرس والعرب بتایا گیا ہے۔ اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ برٹش میوزیم (لندن)[۴۲۹] میں موجود ہے اور کچھ حصے شہر گوتھا (جرمنی) کی لائبریری[۴۳۰] میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایران و عرب کی تاریخ ہے۔

Marfat.com

اس کے آخر میں یہ ترقیمہ ملتا ہے:

"انقضی ملک العجم والحمد للہ وحدہ، تم کتاب النهاية وهو سير الملوك على يد الفقير الحقير المعترف بالذنب والتقصير، الراجي عفو ربه ذو الفضل والوفا علی بن الحجاج مصطفى الشهير بالمقدسي غفر الله له ولوالديه ولمن نظر فيه ودعا له بالمغفرة وللمسلمين وكان الفراغ من نسخته نهار الثلاثا المبارك في عشرين نهار خلت من شهر جمادى الاولى من شهور سنة ثلاث واربعين والف من الهجرة النبوية ...."

اس کا آغاز یوں ہے:

"بسم الله الرحمن الرحیم وبه نستعين - الحمد لله رب العالمين ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ولا اله الا الله احسن الخالقين وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين - الاصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب خلیفہ ہارون الرشید تفریح کے موڈ میں ہوتے، تو مجھے بلا بھیجتے تھے ــــ میں انھیں پچھلی امتوں کا حال اور گذشتہ عہد کی حکایتیں سنایا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں قصے سنا رہا تھا، تو کہنے لگے: اے اصمعی! یہ بادشاہ اور ان کے صاحبزادے کیا ہوئے؟ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! اپنی راہ چلے گئے۔ یہ سن کر خلیفہ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا: بیت الحکمۃ کے انچارج (لائبریرین) کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ سیر الملوک پر کتاب نکال دے، اور لا کر مجھے

Marfat.com

دو۔ چنانچہ اس نے وہ کتاب نکلوائی۔ اصمعی نے کہا: خلیفہ نے مجھے پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ میں نے اس رات میں چھ جزو پڑھ کر سنائے .....![431]،،

پھر خلیفہ نے اسے ابوالبختری کے پاس جانے کا حکم دیا[432]۔ تاکہ آدم اور سام بن نوح کے درمیانی عہد کی تاریخ لکھنے میں ان سے مدد لی جائے کیونکہ یہ حصہ "سیر الملوک" سے غائب تھا اور وہ سام بن نوح سے شروع ہوتی تھی چنانچہ وہ گئے اور ابوالبختری کو خلیفہ کا حکم سنایا۔ پھر دونوں نے کتاب المبدأ لے کر اس سے یہ باب ترتیب دے کر دس صفحوں میں لکھا جو سیر الملوک کے آغاز میں اضافہ کر دیے گئے۔ یہ اوراق اس عبارت سے شروع ہوتے تھے۔ "قال: ابو البختری الفقیہ حدثنی عطاء عن الشعبی عن ابن عباس[433]" اور گیارھویں ورق پر ان الفاظ کے ساتھ یہ باب ختم ہوتا تھا: "تم الجزء الملحق بسیر الملوک مبتدأ کتاب السیر واخبار الملوک[434]" اس کے بعد یہ جملہ تھا: "قال عامر الشعبی: سبحان الملک الذی لا یفنا ولا انفصال لہ، والسلطان الباقی الذی لا زوال لہ[435] ....."

اس کے بعد تھا: "یہ پچھلے بادشاہوں اور گذری ہوئی امتوں کے قصے ہیں اس کتاب کی تالیف وتصنیف اور ترتیب وتکمیل مستند اور ثقہ علماء سے سماعت کر کے عامر الشعبی اور ایوب بن القریہ نے کی۔ یہ دونوں عرب کے ان حکماء میں سے تھے جنھوں نے پچھلی امتوں کے حالات کی چھان بین کی اور عہد ماضی کی تاریخ سے واقفیت پیدا کی۔

Marfat.com

اس میں عبداللہ بن مقفع نے ان دونوں کی مدد کی جو عجم کے علماء میں سے تھا۔ جو سیر ملوک کے علاوہ عجمیوں کے علوم و معارف، حکمت و اخلاق اور امور سیاسی میں درک رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ میں اس تالیف کے لیے جمع کیا۔ عامر الشعبی اور ایوب بن القریہ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم کی سند پر بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان کے بعد یہ چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنے بندے اور پیغمبر حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی صلب سے پیدا کرے ....."[۴۳۷]

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ آیا ہے: "الشعبی اور ابن القریہ نے کہا: ہم سے حمیر کے عالموں نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے یہ بات بادشاہوں کی ان کتابوں میں دیکھی جو ایک سے دوسرے کو ورثے میں پہنچی تھیں....."[۴۳۸] اور بعض جگہ یوں آیا ہے: "ایوب بن القریہ نے کہا ...."[۴۳۹] اور اکثر جگہوں پر تنہا عامر الشعبی کی روایت ہے۔[۴۴۰] ان دونوں کے قصوں میں یا ایک کی روایت کے دوران میں ان لوگوں کے نام بھی وارد ہو جاتے ہیں جنھوں نے ان قصوں کی روایت کی تھی۔ مثلاً کعب الاخبار، عبداللہ بن سلام، دغفل النسابہ الشیبانی، ابن الکیس النمری اور عبید بن شریہ وغیرہ اصحاب اخبار و قصاص کے حوالے ملتے ہیں۔ الشعبی نے اپنی طرف منسوب بیشتر روایتوں میں اپنے راوی کا نام نہیں لیا ہے خصوصاً ان روایات میں جو عمان، حضرموت یا یمن سے تعلق رکھتی ہیں۔

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

یا خرافوں اور آثار کے سلسلہ میں جن کھدائیوں کا اسے علم ہوا ہے[445]

البتہ تاریخ ایران کے معاملے میں اس کتاب میں اس کا ساتھی عبداللہ بن المقفع ہے۔ ان مقامات کو چھوڑ کر جہاں اس کا تعلق تاریخ عرب سے ہو گیا ہے، ایسے مواقع پر اس کتاب میں الشعبی اور دوسرے مورخوں[446] سے اخذ کیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ابن المقفع کی طرف جو کچھ منسوب ہوا ہے وہ کتاب سیر الملوک سے لیا ہے۔ بہر حال اس کتاب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب کے نزدیک کتاب کا مولف ابو سعید عبدالملک بن قریب الاصمعی (متوفی مابین ۲۱۴ھ و ۲۱۷ھ) ہے[447] جس نے خلیفہ ہارون الرشید کے لیے اسے لکھا اور اس کا ماخذ کتاب المبتدا کے علاوہ سیر الملوک پر ایک اور کتاب بھی تھی جو بیت الحکمت لائبریری میں محفوظ تھی۔ جو اصلاً خلیفہ عبدالملک بن مروان کے لیے تیار کی گئی تھی اور اسے تین اشخاص نے مل کر لکھا تھا جن کے نام عامر الشعبی، ابن القریہ اور عبداللہ بن المقفع ہیں۔ اور اس کتاب کا ابتدائی جزو مشہور فقیہہ ابوالبختری نے لکھ کر کتاب کے ساتھ شامل کیا۔ اس طرح یہ تالیف آدم سے شروع ہو کر بعثت نبوی تک کے واقعات پر حاوی ہو گئی۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب انبیاء کے حالات اور ایران و عرب کی تاریخ پر مشتمل ہے لیکن اس کا الاصمعی کی تالیف ہونا، اور الاصمعی سے قبل تین علماء کا مل کر اسے مدون کرنا محل نظر ہے۔ اور ایسا معاملہ ہے جو غور و فکر کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے سلسلہ روایت کا انتہا تک

Marfat.com

شمار کر لینا ہمارے لیے آسان نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے کاتب علی بن الحاج مصطفی المقدسی نے یا ان لوگوں نے کیا ہے جنھوں نے اس پر تعلیق لکھی، یا جن حضرات کی ملکیت میں یہ کتاب پہنچتی رہی ہے۔

الاصمعی | الاصمعی لغت، نحو، اخبار اور نوادر کے کبار علماء میں شمار ہوتا ہے۔ فن لغت میں اس کی متعدد کتابیں ہیں جن کا ذکر ابن الندیم نے کیا ہے[۴۴۸] مگر اس کتاب کا نام نہیں لیا۔ اسی طرح ابن خلکان اس کی تصانیف گنتا ہے اور اس میں بھی یہ کتاب شامل نہیں ہے۔[۴۴۹]

الاصمعی بصرہ کا باشندہ تھا۔ یہ دار الخلافہ بغداد پہنچا اور خلیفہ ہارون الرشید کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔ خلیفہ اس سے سوالات کیا کرتا تھا اور اس کے علم سے فائدہ اٹھاتا، اور اس سے حسن سلوک کرتا تھا۔ اسی طرح خلیفہ کے بیٹے المامون سے بھی الاصمعی کے تعلقات تھے یہ اپنے عہد کے دوسرے بڑے عالم اور لغوی و اخباری ابو عبیدۃ معمر بن المثنیٰ (متوفی ما بین ۲۰۸ھ و ۲۱۳ھ)[۴۵۰] کا ہم عصر اور حریف تھا، جو اسی کے طبقے میں شمار ہوتا ہے۔ یہ وہی شخصیت ہے جس سے الطبری نے اپنی تاریخ میں اخبار نقل کیے ہیں، ان میں معرکہ ذی قار کی خبر بھی ہے۔[۴۵۱] الاصمعی کا نام تاریخ طبری میں گیارہ جگہوں پر آیا ہے[۴۵۲] اور ابو عبیدہ کا حوالہ پچاس سے زیادہ مقامات پر ملتا ہے۔[۴۵۳]

ابوالبختری | رہا ابوالبختری، اس کا نام وہب بن وہب، قاضی ابوالبختری القرشی المدنی ہے۔ یہ ۲۰۰ھ میں بہ عہد خلافت مامون بغداد میں فوت ہوا۔[۴۵۴] اس نے جعفر صادق اور ہشام بن عروۃ الزبیر، عبید اللہ بن عمر العمری

Marfat.com

وغیرہ سے روایت کی ہے اور اس سے روایت کرنے والوں میں المسیب بن واضح، الربیع بن ثعلب، اجار بن سہل الصاغانی ابوالقاسم بن سعید بن المسیب وغیرہ ہیں۔ یہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں مدینہ سے بغداد پہنچا اور پوربی بغداد میں عسکر المہدی کے عہدۂ قضا پر فائز ہوا یہ فقیہ، اخباری اور نسب کا راوی تھا۔ مگر حدیث میں ضعیف ہے اور بعض نے اس سے اخذ کرنے کی ممانعت کی ہے[۴۵۵]۔ ابن خلکان اس کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کرتا ہے: کتاب الروایات، کتاب طسم و جدیس، کتاب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب فضائل الانصار کتاب فضائل الاکابر، کتاب نسب ولد اسماعیل علیہ السلام۔ کچھ احادیث وقصص بھی شامل ہیں[۴۵۶]۔ اس طرح البختری صاحب تصانیف ہے اور اخباریوں اور نسابوں میں اس کا شمار ہے۔

عامر الشعبی | عامر الشعبی کا نام ابو عمرو عامر بن شراحیل (متوفی مابین ۱۰۳ھ و ۱۰۵ھ) ہے یہ فی الاصل حمیر سے متعلق تھے مگر ہمدانی اور پھر کوفی کہلائے تابعی بھی ہیں۔ یہ المختار سے برگشتہ ہو کر کئی ماہ مدینہ میں رہے وہاں ابن عمر سے سماعت کی اور الحارث الاعور سے علم الحساب سیکھا۔ جماجم کی لڑائی میں ابن الاشعث کے ساتھ موجود تھے، اور حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے کسی طرح بچ نکلے بعد میں انھیں معاف کر دیا گیا[۴۵۷]۔ یہ فقیہ اور محدث بھی تھے، مغازی کی روایت کرتے تھے[۴۵۸]۔ ان کا نام تاریخ طبری میں متعدد جگہوں پر آیا ہے[۴۵۹]۔ مثلاً اسرائیلیات میں یا تبع بادشاہوں کی

Marfat.com

حکایات اور یمن کے اخبار ہیں۔ ان کا مرجع وہ اہل کتاب ہیں جو اسلام لے آئے تھے اور جنھیں اخبار اوائل سے دلچسپی تھی۔ مثلاً عبید بن شریہ الجرہمی ___ یا اعراب کی وہ جماعت جو دعویٰ کرتی تھی کہ اس نے ایک عجیب وغریب قدیم تہذیب کے مٹے ہوئے آثار کا معائنہ کیا ہے۔ اس باب میں ان لوگوں سے جو روایت ہوا ہے اس کے نمونے تاریخ طبری میں بھی ملتے ہیں اور زیر بحث کتاب میں بھی۔ بظاہر وہ ان اخبار کی کھوج سے رغبت رکھتے تھے۔

الشعبی نے اس کی کتابت قتیبہ بن مسلم الباہلی کو سپرد کی جو کوفے کے کبار مفسرین میں تھے۔ مگر ان کے ترجمہ نگاروں نے تفسیر میں یا کسی اور موضوع پر ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ مگر ان کی تفسیر قرآن کے نمونے ہیں تفسیر طبری میں اور اس کی تاریخ میں نیز دوسری تفاسیر میں مل جاتے ہیں تفسیر میں الشعبی کی روائتیں الطبری نے جن مشائخ سے حاصل کیں ان میں: احمد بن محمد بن حبیب عن ابی نصر عن المسعودی عن ابی خالد من رواۃ الشعبی[441]" اور " ابن بشار عن حکم بن قتیبہ عن یونس بن ابی اسحق السبیعی عن الشعبی" اور " ابو کریب عن ابن یمان عن اسرائیل بن یونس بن ابی اسحق السبیعی (متوفی ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ)[442] عن جابر عن الشعبی[443] کے سلسلہ میں اسناد ملتے ہیں۔ ان میں علی بن مجاہد[444] وغیرہ کے نام بھی آتے ہیں۔ علی بن مجاہد تاریخ سے شغف رکھتے تھے۔ المسعودی کا بیان ہے کہ " علی بن مجاہد صاحب کتاب ہے اور امویوں کے اخبار کے لیے

Marfat.com

معروف ہے"۔[465]

ابن القریہ | رہا ابن القریہ، اس کا نام ابو سلیمان ایوب بن زید بن قیس بن زرارہ الہلالی ہے یہ ایک اعرابی (بدو) تھا۔ نہایت ذہین، فصیح اور قبائل کے اخبار و انساب کا عالم۔ حجاج اور خلیفہ عبدالملک بن مروان سے متوسل رہا۔ پھر ابن الاشعث کی بغاوت میں شریک ہوگیا۔ چنانچہ گرفتار ہو کر ۸۴ھ میں قتل کر دیا گیا[466]۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن القریہ بالکل فرضی شخصیت ہے اور وجود خارجی سے محروم ہے۔ یہ نام اصحاب قصص و اخبار نے گھڑ لیا ہے۔ ابو الفرج الاصفہانی کہتا ہے:

"کہا جاتا ہے کہ تین لوگوں کے اخبار بہت مشہور ہوئے اور ان کے نام نکل گئے مگر نہ ان کی کوئی اصلیت ہے نہ دنیا میں کہیں وجود تھا۔ اور وہ ہیں مجنون لیلی۔ ابن القریہ اور ابن ابی العقب جس کی طرف ملاحم منسوب کیے جاتے ہیں اور جس کا نام یحیٰی بن عبداللہ بن ابی العقب ہے"۔[467]

ابن القریہ کا الشعبی کے ساتھ اجتماع تو ممکن ہے، لیکن عبداللہ بن المقفع سے ملنا اور تالیف کتاب میں اس سے مدد لینا، عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ابن المقفع ۱۳۹ھ یا ۱۴۲ھ میں قتل کیا گیا ہے[468]۔ جب کہ اس کی عمر چالیس سے زیادہ نہ تھی۔ مزید یہ کہ خلیفہ عبدالملک کا الشعبی اور ابن القریہ کو تالیف کتاب کے لیے ۸۵ھ میں یکجا کر دینا محالات میں سے ہے۔ جیسا کہ کتاب نہایۃ الارب میں آیا ہے کہ "اس

Marfat.com

کتاب کی جمع و تالیف اور ترتیب و تکمیل ثقات علماء سے سن کر جن لوگوں نے کی ان کے نام عامر الشعبی، اور ایوب بن القریہ ہیں یہ دونوں حکمائے عرب میں سے تھے پچھلی امتوں کے حال کی تحقیق کرتے تھے اور ماضی کی تاریخ سے باخبر تھے اس کام میں عبداللہ بن المقفع نے ان دونوں کی مدد کی اور عبدالملک بن مروان نے ۸۵ھ میں ان لوگوں کو یکجا جمع کیا تھا۔"[۴۶۹] اسی لیے میں نے اوپر بیان کیا کہ وہ (ابن [illegible]) ۸۴ھ میں قتل کیا گیا تھا یعنی سنہ مذکورہ سے ایک سال قبل۔

ہاں یہ کتاب چند کتابوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے جن میں الاصمعی کی تالیفات بھی شامل رہی ہوں۔ اور کتاب[۴۷۰] المبتدأ یعنی آفرینش کا بیان اور اس کے بعد رسل و انبیاء کی تاریخ۔ جو شاید کتاب المبتدأ یا المبدأ[۴۷۱] یا کتاب المبتدأ و السیرة[۴۷۲] یا مبتدأ الخلق[۴۷۳] ہو جسے عبدالمنعم بن ادریس بن سنان ابن ابنت وہب بن منبہ کی روایت ہے وہب بن منبہ کے نام منسوب کیا جاتا ہے[۴۷۴]۔ یا اسی موضوع پر کوئی اور کتاب ہو گی۔ اور عبید بن شریہ سے منسوب کتابوں میں سے بھی ایک آدھ رہی ہو گی یا الشعبی کی روایت کردہ کتاب یا ابن القریہ کے قصص ہوں گے۔ ان میں ہی ابن المقفع سے بھی کچھ اخذ کر کے شامل کر لیا گیا اور ان سب کے مجموعے سے یہ کتاب تیار ہو گئی۔ مجھے الاصمعی کی تصانیف کی مدد سے اس کتاب کا تالیف کیا جانا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں جس طرح کی غلطیوں کا ذکر میں نے کیا ان کا صدور الاصمعی جیسے عالم سے بعید ہے۔ میرا خیال ہے

Marfat.com

کہ اسے کسی اور شخص نے فراہم کیا ہے۔ اس کا مقدمہ الاصمعی کی زبان سے روایت کیا ہوا ہو سکتا ہے یا اس کی کتاب سے لے لیا گیا ہے پھر دوسری کتابوں کے اقتباسات کے ساتھ جوڑ کر اسے یہ شکل دے دی گئی جو ہم اس مخطوطے میں پاتے ہیں۔

غرر اخبار الفرس | ابن المقفع کی کتاب سیر الملوک کے اقتباسات ہم ایک مطبوعہ کتاب میں بھی پاتے ہیں اور وہ ہے ابو المنصور عبد الملک بن اسماعیل الثعالبی (متوفی ۴۲۹ھ) کی کتاب غرر اخبار الفرس و سیر ہم یہ بھی ہمیں الطبری کے ماخذ کی نشان دہی کرنے میں مفید ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ الثعالبی نے اس سے نقل کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔ لہٰذا ان اقتباسات اور تاریخ طبری کے بیانات کا مقابلہ کرنا بھی یہ جاننے کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے کہ الثعالبی کے بیانات، جو طبری سے تقریباً ۱۱۹ سال بعد مرا ہے، کس حد تک تاریخ طبری کے نسخہ مطبوعہ سے مطابقت کرتے ہیں کتاب غرر اخبار الفرس و سیر ہم میں فارس کے اخبار بہت کثرت سے ہیں، جو الطبری کے ہاں نہیں ہیں، اس سے یہ ظاہر ہے کہ اس کے مولف نے الطبری سے زیادہ کتاب سیر الملوک سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پھر کسی ایسی کتاب سے اخذ کیا جو الطبری کی دسترس سے باہر تھی۔ یہ اصل عربی متن مع فرانسیسی ترجمے کے ایچ۔ زوتنبرگ (H. ZOTENBERG) نے پیرس میں چھپوایا ہے۔

تاریخ طبری سے جو کچھ لیا ہے اس کے سوا بھی الثعالبی نے کچھ مآخذ سے

Marfat.com

فائدہ اٹھایا ہے جن کے ناموں کی طرف وہ اشارہ کرتا ہے یا اُن کے مصنفین
کے نام بتاتا ہے مثلاً ابن خرداذبہ، یعنی ابو القاسم عبیداللہ بن عبداللہ (متوفی
اواخر تیسری صدی ہجری) کی کتاب التاریخ" [۴۳] ابن خرداذبہ کی دوسری
تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی زمانے کے ہاتھوں تاراج ہو گئی۔ اس کی
صرف ایک تصنیف کتاب المسالک والممالک ہم تک پہنچی ہے جو عربی زبان
میں "ٹوپوگرافی" (جغرافی نقشہ سازی) کے موضوع پر نہایت اہم تصنیف
سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ اس کا مولف الجبل میں محکمہ ڈاک اور خبر رسانی کا
افسر تھا اس لیے سرکاری کاغذات سے اور اپنی ملازمت کے تجربات سے
اس نے فاصلوں اور راستوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کر لی
تھیں" [۴۴] وہ خلیفہ المعتمد کا ندیم بھی رہا اور اسی سے یہ کتاب منسوب کی۔
ابن الندیم نے اس کی تالیفات میں ادب السماع، کتاب جمہرۃ
انساب الفرس، النوافل، کتاب الطبیخ، کتاب اللہو والملاہی، کتاب
الشراب، کتاب الانوار، اور کتاب الندماء والجلساء کا بھی ذکر کیا ہے [۴۵]۔
ابو الفرج احمد بن الطیب السرخسی جو بلند پایہ ادیب اور کثرت سے روایت
کرنے والا شخص ہے [۴۶]۔ اس سے ایک کتاب تاریخ الامم قبل الاسلام کے
موضوع پر بھی منسوب کرتا ہے۔ اس کی طرف التنوخی نے اشارہ کیا ہے [۴۷]
شاید یہ وہی کتاب ہے جس سے الثعالبی نے اخذ کیا ہے اور اس
کا نام کتاب التاریخ بتاتا ہے [۴۸] گانے والوں سے متعلق اس کی ایک
تصنیف کا ذکر ابو العلا المعری بھی کرتا ہے اور اس کا نام طبقات المغنین بتاتا

Marfat.com

ہے[۴۸۳]۔ لیکن ابو الفرج الاصفہانی نے اس کی تنقیص کی ہے اور اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ "وہ جو کچھ کہتا ہے یا اس کی کتابوں میں ملتا ہے کم سے کم قابل قبول ہے[۴۸۴]" البتہ المسعودی اس کی تعریف کرتا ہے اور ایک موقع پر اس کے بارے میں اچھی رائے ظاہر کی ہے[۴۸۵]۔ اگرچہ دوسری جگہ اس کے خلاف بھی لکھا ہے[۴۸۶]۔ اس سے موسیقی اور طرب کے موضوع پر کچھ جوابات کی روایت بھی کی گئی ہے جو اس نے خلیفہ المعتضد کے سوالوں پر دیے تھے[۴۸۷]۔ یہ عین ممکن ہے کہ الطبری نے ابن خرداذبہ کی تاریخ اور اس کی دوسری تصانیف سے بھی نقل کیا ہو۔

الثعالبی نے طہماسپ[۴۸۸]، زردشت[۴۸۹]، بہمن بن اسفندیار[۴۹۰] اور سکندر[۴۹۱] کے حالات لکھتے ہوئے ابن خرداذبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الثعالبی نے ابن خرداذبہ سے جو کچھ نقل کیا ہے اور الطبری نے جو اپنی تاریخ میں لکھا ہے دونوں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض باتوں میں ابن خرداذبہ منفرد ہے اور الطبری ان کا ذکر نہیں کرتا اس سے پتا چلتا ہے کہ الثعالبی نے کسی ایسے ماخذ سے یہ معلومات لی ہیں جس سے الطبری نے استفادہ نہیں کیا۔

الثعالبی نے حمزۃ الاصبہانی کی کتاب تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء[۴۹۲] سے بھی نقل کیا ہے۔ حمزۃ الاصبہانی لغت وادب میں متعدد کتابوں کا مصنف ہے اس نے اصفہان کی تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی تھی جسے یاقوت الحموی نے دیکھا تھا اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے[۴۹۳]۔ لیکن یہ اپنی کتا

Marfat.com

"تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء" ہی کی بدولت معروف ہے اور اسی سے یورپ میں متعارف ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ غالباً وہ پہلا مؤلف ہے جس کی کتاب یورپ میں شائع ہوئی۔ اس کی بعض کتابیں صرف لائبریریوں کی زینت ہیں اور کچھ کتابوں کے محض اقتباسات ملتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں ان کے نام کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے[494]۔ مستشرق میتوخ نے لغت وادب میں حمزہ کی تصانیف پر تحقیقات کی ہے[495]۔

المقدسی | الثعالبی نے ایک اور کتاب سے بھی استفادہ کیا ہے یہ المقدسی کی کتاب البدء والتاریخ ہے۔ اس کا حوالہ مانی کے بیان میں ملے گا[496]۔ مقدسی کا نام المطہر بن طاہر ہے، مگر المقدسی کے لقب سے پہچانا جاتا ہے اس نے سامانی حکومت کے وزیروں میں سے کسی کی فرمائش پر ۳۵۵ھ میں ایک تاریخ لکھی تھی جس کا نام کتاب بدء الخلق والتاریخ رکھا تھا اور یہی غالباً وہ کتاب ہے جس سے الثعالبی نے مانی کا قصہ نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں بروکلمان لکھتا ہے کہ ایک بے ترتیب کتاب ہے اس میں تاریخ اور تاریخ مذہب سے متعلق مفید مواد ہے اور اس کے اقتباسات دوسری کتابوں میں بھی مل جاتے ہیں[497]۔

فارسی نظم میں مسعودی مروزی کا قصیدہ بھی اُن مصادر میں شامل ہے جن سے الثعالبی نے اخذ کیا ہے[498]۔ یہی حال شاہ نامہ کا ہے۔ اس کی طرف وہ دو مواقع پر اشارہ کرتا ہے مثلاً "وقال صاحب کتاب شاہ نامہ[499]" لیکن اس کے مصنف کا نام نہیں لیتا۔ ایسی صورت میں اس کی مراد کون سے شاہ نامے

Marfat.com

سے ہو سکتی ہے؟ کیا یہ شاہ نامہ فردوسی ہے یا ابو علی محمد بن احمد بلخی[500] کا شاہ نامہ ہے، یا کوئی اور ہے؟

البیرونی کا بیان ہے کہ ابو علی محمد بن احمد بلخی نے اپنے شاہ نامے میں لکھا ہے کہ میں نے اس کے واقعات کی صحت عبداللہ بن المقفع کی کتاب سیر الملوک کے علاوہ محمد بن الجہم البرمکی، ھشام بن قاسم، بہرام بن مردان شاہ (موبذ مدینۃ سابور) اور بہرام بن مہران الاصبہانی کی کتابوں سے کر لی تھی پھر اس کا مقابلہ بہرام ہروی مجوسی کے بیانات سے کیا۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب اشخاص نے کتاب سیر الملوک کو عربی زبان میں منتقل کر دیا تھا اور ان سب کتابوں کی روایات ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ خود حمزۃ الاصبہانی بھی اس رائے کی تائید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی سے نقل کیا ہے میں نے کتاب خدا ینامہ دیکھی یہ فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہے اور تاریخ ملوک الفرس کہلاتی ہے۔ اس کتاب کے نسخوں کو میں نے متعدد بار اور بالاستیعاب دیکھا اور ہر نسخے کو دوسرے سے مختلف پایا۔ حتیٰ کہ دو نسخے بھی یکساں نہیں ملے یہ غالباً ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے میں مترجموں کے اشتباہ کے باعث ہوا ہے[502]۔" آگے چل کر لکھتا ہے: "چنانچہ باب لکھنے کے لیے ضروری ہوا کہ میں اس کے مختلف نسخے فراہم کروں۔ اتفاق سے آٹھ نسخے مجھے دستیاب ہوئے یعنی کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ ابن المقفع، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ محمد بن الجہم البرمکی، کتاب تاریخ ملوک الفرس

Marfat.com

جو المامون کے خزانے سے برآمد ہوئی تھی، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصبہانی، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ یا ترتیب محمد بن بہرام بن مہریار الاصبہانی، کتاب تاریخ ملوک بنی ساسان ترجمہ یا مرتبہ ہشام بن قاسم الاصبہانی، اور تاریخ ملوک بنی ساسان اصلاح کردہ بہرام بن مردانشاہ جو فارس کے شہر شاپور میں ایک آتشکدہ کا موبد تھا۔ جب یہ سب نسخے فراہم ہو گئے تو میں نے ایک ایک کی روایت کو پرکھ کر اس باب کا حق ادا کیا۔"[۵۰۳]

حمزہ بیان کرتا ہے کہ بہرام بن مردانشاہ موبذ شاپور کہتا ہے کہ " میں نے کچھ اوپر بیس نسخے خداینامہ کے جمع کیے پھر ان کی مدد سے اہلِ فارس کی تاریخ ابو البشر کیومرث سے لے کر حکومت عربوں کو منتقل ہونے تک لکھی۔ ان اقوال سے اور جو ان سے ملتی جلتی باتیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے کہ کتاب خداینامہ یا خداینامک کے متعدد نسخے تھے اور ان میں بہت اختلاف پایا جاتا تھا۔ لیکن ایسا کیوں ہوا؟

کیا یہ اس وجہ سے ہوا کہ خداینامک کے اصلی نسخے مختلف تھے اور ان کی متعدد روایات ملتی تھیں اور نقل کرنے والے ان میں گڑبڑ کرتے رہے یا بعضوں نے ان روایات میں کتر بیونت کر دی پھر وہ اس حالت میں عرب مترجموں کے ہاتھ لگے۔ یا اس کا سبب ان ناقلوں کی سمجھ کا پھیر ہے کہ وہ فارسی زبان سے اچھی طرح بلد نہ تھے اور ان کے فارسی

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

زبان سے واقفیت کے مدارج مختلف تھے ۔ اور اسی بنا پر تراجم میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا۔ حمزہ نے تو اس کا سبب عرب مترجمین کا اشتباہ قرار دیا ہے وہ کہتا ہے: "میں نے کتاب خداینامہ دیکھی، یہ وہی کتاب ہے جو عربی زبان میں ترجمہ ہونے کے بعد تاریخ ملوک الفرس کہلاتی ہے میں نے اس کے متعدد نسخوں کو بار بار دیکھا اور جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں حتیٰ کہ ایک دو نسخے بھی ایک جیسے نہیں ملے اور یہ غالباً ترجمہ کرنے والوں کے اشتباہ کی وجہ سے ہوا ہے"[505]

لیکن میرے نزدیک ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اشتباہ ہونا اس اختلاف کا سبب نہیں ہو سکتا جیسا کہ حمزہ بیان کرتا ہے ۔ اس صورت میں تو ہر اس کتاب میں اختلاف پایا جانا ضروری ہو جائے گا جو کسی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی گئی ہو ۔ میرا خیال ہے کہ اس کے اصلی نسخے پہلوی زبان میں ہی مختلف الاصل رہے ہوں گے ان میں کچھ مختصر تھے کچھ مطول ۔ کچھ ایسے تھے جن میں اضافات ہوئے اور کچھ وہ تھے جن میں کتر بیونت ہوئی یا نقل نویسوں کی بے پروائی نے کچھ کا کچھ کر دیا ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عربی میں جو کچھ سیر الملوک کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے وہ سب کا سب خداینامہ سے من و عن ماخوذ نہ ہو بلکہ سیر الملوک کے موضوع پر کسی دوسری کتاب سے حاصل کیا گیا ہو ، ایسی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں جنھیں سیر الملوک یا سیر ملوک العجم کا نام دے دیا تھا خلاصہ کلام یہ کہ اب اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہا جائے

Marfat.com

وہ محض قیاس اور املکل ہے، کیونکہ اصل کتابیں تو ناپید ہیں، ترجمے بھی ضائع ہو گئے اس لیئے بصورت موجودہ علمی نتائج کا استخراج ممکن نہیں رہا۔

بظاہر فردوسی اور الثعالبی نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے جو فارسی جدید میں لکھی گئی تھیں۔ یہ کتابیں بھی بہت سے موقعوں پر اپنی روایتوں میں اختلاف رکھتی ہیں اور اسی لیے الطبری کے بیانات بھی مختلف ہیں۔ نولدکی کا خیال ہے کہ ابن قتیبہ نے کتاب خدا اینامہ کے اصلی ترجمے سے فائدہ اٹھایا ہے جو ابن المقفع کا کیا ہوا تھا۔ دوسرے سب مورخوں نے ترجمہ ابن المقفع کے جدید نسخے استعمال کیے اس لیے روایات کا اختلاف پیدا ہو گیا۔

کسی مورخ نے سنہ کی صراحت کے ساتھ نہیں لکھا کہ ابن المقفع نے کتاب خدا اینامہ کا ترجمہ کب کیا۔ اس لیے ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کتاب عہد اموی میں ترجمہ ہوئی یا عہد عباسی میں۔ اموی خلفا کتب تاریخ کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے اور میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ معاویہ بن ابی سفیان ملوک سابق کے حالات و قصص سننے کے شوقین تھے۔ انھوں نے عبید بن شریہ کو پرانے قصے اور حالات رات کے وقت سنانے کے لیے مامور کیا تھا۔[۵۰]

المسعودی کا کہنا ہے کہ اس نے ۳۰۳ھ میں شہر اصطخر میں ایک ضخیم کتاب دیکھی تھی جو اہل فارس کے بہت سے علوم پر حاوی تھی اس میں ان بادشاہوں کے حالات، عمارتوں کی تاریخ، ان کے قوانین سیاست وغیرہ تھے

Marfat.com

جو اُس نے فارسی کی دوسری کتابوں میں مثلاً خدا ینامہ، آئین نامہ و کہنا وغیرہ میں بھی نہیں پائے۔ وہ کہتا ہے:

"اس میں فارس کے سترہ ساسانی بادشاہوں کی تصویریں تھیں پندرہ مردوں کی اور دو عورتوں کی۔ اُن میں سے ہر ایک کی تصویر اس کی وفات کے دن تیار کی گئی تھی خواہ وہ بوڑھا ہو کر مرا ہو یا جوان مر گیا ہو۔ اس کا حلیہ، تاج، داڑھی، چہرہ مہرہ اور خط و خال سب بنائے گئے تھے ان بادشاہوں نے چار سو تینتیس (۴۳۳) سال ایک ماہ اور سات دن تک فرمانروائی کی۔ ان میں سے جب کوئی بادشاہ مرتا تھا تو اس کا مجسمہ بنا کر خزانوں میں رکھ دیا جاتا تھا تاکہ زندہ بادشاہ کی نگاہوں سے اپنے پیش رو کی خوبیاں پوشیدہ نہ رہیں۔ ہر بادشاہ کی تصویر جنگ میں بحالت قیام یا حالت میں جلوس کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی سیر خواص اور عوام کے ساتھ، اور بڑے واقعات و مہمات جو اس کے عہد حکومت میں پیش آئے ہوں، بیان کیے گئے تھے۔ یہ کتاب ملوک فارس کے خزانے سے دستیاب ہوئی تھی اور نصف جمادی الآخرہ ۱۱۳ھ میں لکھی گئی تھی اور اسے ہشام بن عبد الملک بن مروان کے لیے فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا"۔ المسعودی نے اس کتاب کے ناقل کا نام درج نہیں کیا ہے[۵۰۸]

آئین نامہ | ابن المقفع نے تاریخ فارس کی ایک اور کتاب بھی عربی میں منتقل کی تھی جس کا نام آئین نامہ ہے[۵۰۹] یہ پہلوی زبان میں آئین نامک

Marfat.com

کہلاتی تھی[۱۰] اس کا اصلی متن گم ہو چکا ہے اور عربی ترجمہ بھی نہیں ملا، صرف بعض کتابوں میں اس کی عبارتیں محفوظ رہ گئی ہیں، ان میں ایک ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۰ھ یا ۲۷۶ھ[۱۱]) کی کتاب عیون الاخبار بھی ہے، جس میں اس نے اس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے[۱۲]

المسعودی بھی اس کتاب سے واقف ہے اور اسے آئین ناماہ کہتا ہے[۱۳] جیسا کہ الثعالبی نے اس سے نقل کیا ہے[۱۴]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب رسوم ورواج سے متعلق تھی یعنی ساسانیوں کی رسمیں، عادتیں، ان کا اسلاح اور مجلسیں اور تہوار وغیرہ۔ ابن ندیم نے اس کا نام "کتاب آیین نامہ فی الاصر" لکھا ہے[۱۵]۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کتاب کے نسخے کب غائب ہوئے۔ المسعودی نے لکھا ہے کہ "فارسیوں کی ایک کتاب کہنامہ ہے جس میں مملکت فارس کے عقائد و رسوم ہیں اور یہ اس کی ترتیب کے مطابق چھ سو ہوتے ہیں۔ یہ کتاب آیین نامہ کا ایک حصہ ہے اور آیین نامہ کی تفسیر کتاب الرسوم ہے یہ ہزاروں صفحات میں ہے اور کہیں بھی مکمل نہیں ملتی صرف بڑے بڑے موبذوں کے پاس اس کے مکمل نسخے دستیاب ہو سکتے ہیں[۱۶]۔" المسعودی کے اس قول کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کہنامایا کہنامک GAHNAMAGH اسی کتاب آیین کا ایک جز ہے[۱۷]

کتاب التاج | کتاب التاج بھی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو ابن المقفع نے پہلوی زبان سے عربی میں منتقل کی تھیں۔ ابن ندیم نے اس کا نام

Marfat.com

کتاب التاج فی سیرۃ انوشروان[519] لکھا ہے۔ لیکن شاید یہ اس کا گمان ہی ہے اور یہ کتاب محض انوشروان کی سیرت سے متعلق نہیں تھی بلکہ اس میں دوسرے بادشاہوں کے حالات بھی شامل تھے۔ اس سے ابن قتیبہ نے اخذ کیا ہے[520]۔ غالباً الطبری نے اس سے وہ مقامات نقل کیے ہیں۔ جو شاپور سوم، بہرام چہارم، خسرو اول اور خسرو ثانی سے متعلق ہیں جو خسرو پرویز اور خسرو ثانی سے متعلق ہیں جو خسرو پرویز کہلاتا ہے اپنے بیٹے شیرویہ کے نام اس کی وصیت بھی ماخوذ ہے[523]۔ مشاہیر اہل قلم کی ایک جماعت کو اس کتاب نے متاثر کیا ہے مثلاً الجاحظ کی کتاب التاج پر اس کا اثر ہے[524] یہ مصر میں احمد ذکی پاشا کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے[525]۔ اور بعض محققوں کا خیال ہے کہ یہ ان کتابوں میں سے ہے جو ابن المقفع کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں[526]۔

کتاب مزدک ابن المقفع نے کتاب مزدک کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ یہ ان کتب میں سے ہے جن پر قصص کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ اس میں وہ دیومالائی کہانیاں ہیں جو مزدک سے وضع کی گئی ہیں الطبری نے اس سے مزدک اور مزدکیہ کا بیان نقل کیا ہے[527]۔ یہ بیان ہم زیادہ تفصیل سے "کتاب غرر الاخبار ملوک الفرس و سیرہم" میں بھی پاتے ہیں۔ الطبری نے قباد سے مزدک کے مکالمے بھی نقل کیے ہیں[528]۔ اس کے سوا بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الثعالبی نے اخبار مزدک میں جس مفصل کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کے حوالے دیے ہیں وہ یہی ہے۔ اسے مزدک نامہ یا مزدک نامک کہا جاتا ہے۔ دوسرے مورخوں

Marfat.com

نے بھی اس سے اخذ کیا ہے۔[529]

موسیٰ بن عیسیٰ | بعض دوسرے فارسیوں نے بھی اپنی تاریخ عربی زبان میں منتقل کی تھی جن میں محمد بن الجہم برمکی، زادویہ بن شاہ ویہ الاصفہانی، محمد بن بہرام بن مہریار، ہشام بن القاسم الاصفہانی بن مردانشاہ، موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی وغیرہ ہیں[530] میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان میں سے بعض نے کتاب خدا ینامہ کا ترجمہ بھی کیا تھا اور ان کے ترجمے معروف تھے جن سے بعض مؤرخوں نے نقل واقتباس کیا ہے اور یہ ترجمے ایک دوسرے سے مختلف تھے اور ترجمہ ابن المقفع سے بھی الگ تھے۔ موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی نے خدا ینامہ کے متعدد نسخے جمع کر کے ان سے مدد لی تھی اس کے سوا تاریخ فارس سے واقفیت رکھنے والے لوگوں کی اعانت بھی اس نے حاصل کی جن میں حسن بن علی الہمدانی العلا بن احمد بھی ہیں اور اس طرح ملوک فارس کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی[531] ابن ندیم نے موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے ایک کا نام وہ حب الاوطان بتاتا ہے اور دوسری کو "کتاب۔ مناقضات من زعم أنّه لا ینبغی أن یقتدی القضاۃ فی مطاعمہم بالائمہ والخلفاء"[532] لکھتا ہے۔

اور بروکلمان کا خیال ہے کہ قصہ سندباد کا اغریقی ترجمہ ان کتابوں میں سے ہو سکتا ہے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں[533]

میری رائے یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کتابیں جو کتب سیر الملوک یا کتب سیر ملوک العجم کہلاتی ہیں اور جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ کتاب خدا ینامہ کا ترجمہ ہیں، دراصل یہ جمع، تصنیف، تلخیص، یا اضافات و اصلاحات

Marfat.com

کامل ہیں جو ان کے مولفوں نے کیا ہے مگر ترجمہ مشہور ہو گئے ہیں حالانکہ یہ ان لوگوں کی تالیف ہیں۔ . . . .

. . . .

جو فارسی سے عربی میں منتقل ہوئیں۔ اس نے ان کتابوں کے نام بھی لیے ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا اور ان کے سوا بھی کچھ ہیں مثلاً کتاب رستم واسفندیار، کتاب شہر براز مع ابرویز، کتاب الکارنامج فی سیرۃ انوشروان، کتاب بہرام وبزسی، کتاب یوداساف، یوتاسف و بلوھر، وغیرہ [۵۳۴] غالباً ان میں سے کچھ کتابیں گھڑی ہوئی ہیں اور زمانہ اسلام میں لکھی گئیں۔

منظوم ترجمے | عربی شاعر ابان بن عبدالحمید بن لاحق بن عفیر الرقاشی نے ان میں سے بعض کتابوں کو نظم کا جامہ بھی پہنایا اور مزدوج شعروں میں منتقل کیا چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ، کتاب سیرۃ اردشیر، کتاب سیرۃ انوشروان، کتاب بلوہر و برذانیہ، کتاب مزدک، کتاب سندباد (سندباد) [۵۳۶] وغیرہ ان میں شامل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان ترجموں کی اصلیں گم ہو چکی ہیں اور ترجموں کے کچھ نمونے الصولی (متوفی ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ) کی کتاب الاوراق میں ملتے ہیں [۵۳۷]۔ اس معاملے میں بہت سے شعرا نے اس کی نقل اتارنی چاہی اور فارسی کے جن شاعروں نے مثنوی کی شکل میں تاریخ ایران نظم کی ہے وہ بھی اسی کے راستے پر چلے ہیں ان میں مسعودی بھی ہے جس نے فارسی میں لکھی۔ یہ وہی ہے جس کی طرف الثعالبی نے اپنی کتاب "اخبار ملوک الفرس وغیرہم" میں اشارہ کیا ہے [۵۳۸] جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

Marfat.com

اور کتاب الکارنامج جس کا میں نے پہلے ذکر کیا اردشیر کی تاریخ ہے۔ اس کا نام "کارنامک ارتخشر بابکان" ہے۔ نولدکی کا گمان ہے کہ یہ ساتویں صدی عیسوی کے لگ بھگ تصنیف ہوئی ہے[539]۔ کتاب خدا ینامہ کی نسبت یہ تاریخ میں ثانوی حیثیت کی کتاب ہے۔ اس کی فارسی اصل موجود ہے، ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور متعدد بار چھپا ہے[540]۔

ملوک فارس کا بیان کرتے ہوئے المسعودی نے ایک کتاب السکیکین کا نام بھی لیا ہے جسے ابن المقفع نے قدیم فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے: "اہل فارس اس کتاب کی بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے اسلاف کی تاریخ اور بادشاہوں کی سیرت پر ہے"[541]

اس کتاب سے اس نے کیخسرو اور لہراسپ[542] کے حالات لیے ہیں۔ المسعودی نے تاریخ ایران کی کچھ ایسی کتابوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ جن کو اس نے دیکھا تھا اور ان سے استفادہ کیا تھا، اہل فارس کے عبادت خانوں میں بھی وہ گیا تھا اس طرح اس نے کچھ ایسا نادر مواد پیش کر دیا ہے جو دوسرے مورخوں کی تصانیف میں نہیں ملتا۔

ان تاریخ نویسوں نے عربی مصادر سے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور اسے تاریخِ فارس سے منسوب کر دیا ہے۔ مثلاً وہ اقوال جو ہرمز چہارم سے منسوب ہیں یقین ہے کہ عربی مآخذ سے لیے گئے ہیں[543]۔ اسی طرح کا معاملہ ان اشعار یا رسالوں کا ہے جو عربی میں عہدِ اسلامی کے اسلوب کے مطابق لکھے گئے اور تاریخِ فارس کے ذیل میں درج ہوئے ہیں۔

Marfat.com

ابو عبیدہ | ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ (متوفی مابین ۲۰۸ھ و ۲۱۳ھ)[544] کی روایات اور تصانیف کا شمار بھی ان اہم مآخذ میں ہوتا ہے جن سے مورخوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور اسلام سے پہلے کے ساسانیوں کے حالات یا عرب وایران کے تعلقات کا مواد وہیں سے اخذ کیا ہے۔ الطبری نے اس سے عدی بن زید العبادی کے قتل کا واقعہ اور معرکۂ ذی قار کا احوال لیا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اخبار لیے ہیں جو عہد اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ الطبری میں اس کا نام ۵۰ سے زیادہ مواقع پر ملتا ہے[545]۔ المسعودی نے ملوک الطوائف اور ملوک ساسان[546] کے حالات کی روایت اسی سے کی ہے۔ اس کی تالیفات جن کے نام ابن الندیم نے لکھے ہیں اخبار، انساب اور لغت کے موضوعات پر تعداد میں سو سے زیادہ ہیں[547]۔ ان میں سے کچھ کتابیں ہمیں دستیاب ہوتی ہیں[549]۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس کی تصنیفات تعداد میں دو سو کے لگ بھگ تھیں[550]۔

الطبری نے اس راوی کا نام نہیں لیا جس نے معرکۂ ذی قار اور قتل عدی بن زید کی روایت ابو عبیدہ سے سنی تھی، بلکہ یوں لکھا ہے: "ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ سے روایت کی گئی، کہا مجھ سے ابو المختار فراس بن خندق اور چند عرب علماء نے، جن کا نام اس نے لیا، یہ بیان کیا۔۔۔[551]" اس کے ساتھ ہی وہ ھشام ابن الکلبی کی اسحاق الجصاص سے لی ہوئی دوسری روایت بیان کرتا ہے جو اس نے حماد کی کتاب سے لی تھی[552]۔ عدی بن زید کے اخبار سے متعلق ابن الکلبی کی ایک تالیف تھی جس کا نام "کتاب عدی بن زید العبادی"[553]

Marfat.com

ہے۔غالباً یہ ان مآخذ میں سے ہے جن سے الطبری نے عدی کا قصہ اور وہ امور جو عرب وایران کے درمیان اس کے بعد پیش آئے نقل کیے ہیں۔ ابوالفرج الاصفہانی نے معرکۂ ذی قار سے متعلق جو فصل لکھی ہے اس سے ہمیں الطبری کا ماخذ پہچاننے میں مدد ملتی ہے۔ الاصفہانی نے اپنے اخبار "علی بن سلیمان الاخفش عن السکری عن محمد بن حبیب عن ابن الکلبی عن خراش ابن اسمٰعیل" یا الاثرم کی روایت کے ذریعہ ابوعبیدہ سے[۵۵۴] لیے ہیں یا ابن الاعرابی کی کتابوں سے "عن علی بن سلیمان الاخفش عن السکری عن محمد بن حبیب عن ابن الکلبی"—— اور اس نے اپنے باپ سے یا اسحاق ابن الجصاص سے یا حماد الراویہ سے روایت کی ہے۔[۵۵۵]

علی بن سلیمان | لیکن علی بن سلیمان جو الاخفش الاصغر کے نام سے معروف ہے تاکہ الاخفش الاکبر سے التباس نہ ہو سکے، (جو نحوی اور لغوی تھا جس کا نام عبدالحمید بن عبدالمجید ہے، یہ اہل ہجر میں سے تھا، سیبویہ اور ابوعبیدہ کے شیوخ میں شمار ہوتا ہے) اسی طرح الاخفش الاوسط ابوالحسن سعید بن صعدہ کو کہا جاتا ہے۔ (جو ۳۱۵ھ یا ۳۱۶ھ میں بغداد میں فوت ہوا تھا۔ یہ ۲۸۷ھ میں مصر بھی پہنچا تھا[۵۵۶]) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفرج الاصفہانی نے اس سے درس لیا تھا۔ اس نے عدی بن زید کی خبر الاخفش کی کتاب ہی سے لی جس کا نام کتاب المقتالین تھا۔ اور اس کے سامنے اس کی قرأت بھی کی تھی۔[۵۵۷]

السکری | رہا السکری، اس کا نام الحسن بن الحسین بن عبیداللہ بن عبدالرحمن

Marfat.com

اور کنیت ابو سعید ہے۔ یہ نحوی اور لغوی تھا۔ اس نے ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ متعدد کتابوں کا مولف ہے[۵۵۸]۔ اس نے علماء کی ایک جماعت سے اخذ روایت کیا جن میں محمد بن حبیب بھی شامل ہے[۵۵۹]۔ جو عالم لغوی، اخباری اور ماہر انساب تھا اس نے ۲۴۵ھ میں انتقال کیا[۵۶۰]۔ اس کی بھی متعدد تصانیف ہیں۔ اس نے کبار علماء کی ایک جماعت سے روایت کی ہے جو ان علوم میں ماہرانہ واقفیت رکھتے تھے مثلاً ابن الاعرابی، قطرب، ابو عبیدہ ابو الیقظان[۵۶۱] اور ابن الکلبی[۵۶۲]۔

ابن الاعرابی ۔ اور ابن الاعرابی: ابو عبداللہ محمد بن زیاد متوفی ۲۳۱ھ ہے اس کی مجلس میں ادب، لغت اور اشعار کے شائقین آیا کرتے تھے اور یہ بغیر کتاب کی مدد کے انھیں املاء کراتا تھا۔ اس نے المفضل بن محمد الفضلی سے سماعت کی تھی اور ان سے اخذ بھی کیا تھا[۵۶۳]۔

الطبری نے تو اس شخص کا نام نہیں لیا جس کی روایت سے ابو عبیدہ اور ابن الکلبی کے اخبار معرکہ ذی قار سے متعلق اخذ کیے ہیں لیکن ہم ایک طرح سے اس کے ماخذ کا کھوج لگا سکتے ہیں کہ مولف کتاب الاغانی نے عدی بن زید اور اس معرکہ کے سلسلے میں جو اخبار درج کیے ہیں ان کا موازنہ الطبری کے بیانات سے کریں۔ دونوں کی عبارتوں میں مکمل یکسانی ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ دونوں کا مصدر ایک ہے۔ اگر ابو الفرج الاصفہانی نے اپنے ماخذ کا نام درج نہ کیا ہوتا تو ہم بے تکلف کہہ سکتے تھے کہ اس نے الطبری سے نقل کیا ہے لیکن اس نے اپنا ماخذ بتا دیا ہے جیسا کہ ہم ابھی

Marfat.com

دیکھ چکے ہیں اور وہ الاخفش کی کتاب المغتالین ہے۔ وہ کچھ ایسی باتیں بیان کرنے میں بھی منفرد ہے جن کی طرف الطبری نے اشارہ کرنا پسند نہیں کیا۔ اس لیے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اس نے الطبری سے نقل کیا ہو، لازماً دونوں کا مشترک ماخذ کوئی کتاب رہی ہوگی اور وہ الطبری کے ہم عصر الاخفش کی کتاب المغتالین ہے۔ یا الاخفش کے شیخ السکری کی تالیفات میں سے کوئی کتاب ہوگی جس سے الطبری نے اخذ کیا اور اسی سے صاحب الاغانی نے السکری کے شاگرد اور اپنے استاد الاخفش کی روایت سے نقل کر لیا۔

الطبری کہتا ہے: "مجھ سے بروایت ھشام بن محمد بیان کیا گیا، اس نے کہا: میں نے اسحاق بن الجصاص سے سنا، میں نے اسے حماد کی کتاب سے اخذ کیا اور اس کا کچھ حصہ میرے والد نے بیان کیا تھا[۶۴]۔"

حماد الراویہ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ قصہ الطبری نے یا تو الاخفش الاصغر سے سنا، یا اس کی کتاب سے نقل کیا، اور اسی نے یہ روایت ابو الفرج الاصفہانی کو بھی سنائی۔ رہا کتاب کا مصنف حماد جس کا ذکر اوپر آیا ہے یہ حماد الراویہ ہے جیسا کہ کتاب الاغانی میں مذکور ہے۔ اس کا نام حماد بن ابی لیلیٰ سابور ہے اور میسرۃ بن المبارک بن عبید الدیلی بھی کہا جاتا ہے یہ ایام عرب کا زبردست عالم اور جاہلی شاعری کے مشہور راویوں میں سے ہے۔ خلیفہ ھشام بن عبد الملک کے ساتھ اس کا واقعہ مشہور ہے کہ خلیفہ نے عدی بن زید العبادی کا ایک شعر پوچھنے کے لیے اسے طلب کیا تھا[۶۵]۔ وہ ان امور سے خوب باخبر تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے کہ حماد کی کوئی

Marfat.com

کتاب نہیں تھی بلکہ لوگوں نے اس سے زبانی روایت کیا ہے، کتابیں بعد میں تصنیف کر لی گئیں۔"[566]

اور اگر یہ قول صحیح ہے، جس کا قائل ابن الکلبی ہے ـــ تو اخبار عدی بن زید پر حماد کی کوئی کتاب ہو گی، یا اس کے سوا کوئی تالیف ہو سکتی ہے جس سے ہشام نے اخذ کیا ہے۔ ابن الندیم کا یہ بیان حجت کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا کہ حماد کی کوئی تصنیف نہیں تھی بلکہ یہ بعد میں لکھ لی گئیں۔ کیونکہ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ تدوین روایات کا کام حماد کے زمانے سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اور یہ آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ بعض اخبار سے ظاہر ہوتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے عبید بن شریہ کے اقوال کتابی صورت میں مرتب کرنے کا حکم دیا تھا۔

ابو جعفر احمد بن محمد النحاس سے روایت ہے کہ "حماد وہی شخص ہے جس نے "السبع الطوال" (سات طویل قصائد) جمع کیے تھے۔ اور یہ جو عام طور پر مشہور ہو گیا ہے کہ یہ خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے تھے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔"[567]

حقیقت یہ ہے کہ علمائے شعر و لغت اس شخص سے گھبراتے تھے۔ کیونکہ یہ کلام عرب کا عالم تھا اور اس لیے چربہ اتارنے یا گھڑ لینے میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ الاصمعی نے کہا تھا "حماد سب سے زیادہ عالم تھا بشرطیکہ وہ بھلا مانس رہے۔ یعنی اخبار و اشعار میں گھٹائے بڑھائے نہیں۔ کیونکہ اس پر یہ الزام ہے کہ وہ خود شعر کہتا تھا۔ اور شعرائے عرب کے

Marfat.com

نام سے مشہور کر دیتا تھا" اور المفضل الضبی کا قول ہے "حماد الراویہ کی وجہ سے شاعری پر وہ چیز غالب آگئی ہے جس نے ایسی گڑبڑ پیدا کر دی ہے جو قیامت تک ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اس پر لوگوں نے کہا کیا وہ روایت میں غلطی کرتا ہے یا تلفظ خراب ہے؟ اس نے کہا کاش ایسا ہی ہوتا، اہل علم غلط کو صحیح تو کر لیتے! مگر وہ تو لغات عرب اور اشعار کا عالم ہے، اور شاعروں کے انداز و اسلوب کا جاننے والا ہے۔ ان کے مطالب کو پہچانتا ہے، چنانچہ خود ایسے شعر گھڑ لیتا ہے جو کسی شاعر کے رنگ سے ملتے جلتے ہوں۔ اور اس کے کلام میں شامل کر دیتا ہے، پھر یہ اس کی روایت سے ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور قدماء کے اشعار میں ایسے مخلوط ہو جاتے ہیں کہ صحیح کو غلط سے تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ صرف کوئی عالم اور ناقد ہی ان کو پرکھ سکتا ہے اور ایسا کوئی ہے کہاں[۵۸]؟ تو یہ ہے وہ حماد جس کا رواۃ شعر میں شمار ہے۔ اور بھی کچھ لوگ ہیں جنھوں نے ایسی ہی حرکتیں کی ہیں۔

عمر کسری المسعودی نے ملوک الطوائف کی خبریں ابو عبیدہ کی ایک کتاب سے نقل کی ہیں جو اس نے اہل فارس کے اخبار میں لکھی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی روایت اس نے عمر کسری سے لی تھی[۵۹]۔ غالباً اس کی مراد وہ کتاب ہے جسے ابن الندیم "کتاب فضائل الفرس" کہتا ہے[۶۰]۔

غالباً ابو عبیدہ نے اپنی کتاب میں ایرانیوں سے متعلق اخبار کی حد تک عمر کسری کی تحقیقات پر بھروسا کیا ہے اس لیے المسعودی نے یہ لکھا ہے کہ اس نے عمر کسری سے روایت کی ہے[۶۱]۔ المسعودی نے ابو عبیدہ

Marfat.com

کی اور کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے اس نے اخذ کیا۔ ان میں ایک کتاب "مقاتل فرسان العرب" بھی ہے۔ المسعودی نے اس کا مقابلہ ایک اور کتاب سے کیا ہے۔ جسے وہ "مقاتل فرسان العجم" کہتا ہے[527] دوسری کتاب "مناقب قریش" ہے جس سے المسعودی نے حلف المطیبین کے اخبار لیے ہیں۔ اسی طرح ایک کتاب الدیباج ہے۔ اس کی طرف اشارہ او فیار عرب (بات کے دھنی) کے حالات میں ملتا ہے[528]

یہ عمر کسری ان لوگوں میں تھا جو ایران کے بارے میں معلومات اور وہاں کے بادشاہوں کی تاریخ سے واقفیت رکھنے میں مشہور تھے۔ اسی باعث اس کا لقب عمر کسری پڑ گیا تھا۔

الہیثم بن عدی

اور الہیثم بن عدی ابو عبد الرحمٰن (متوفی ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ھ) بھی اخبار، انساب اور شعر کے علماء میں سے ہے۔ ان موضوعات پر اس کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں کتاب اخبار الفرس، کتاب تاریخ العجم و بنی امیہ اور تاریخ کی چند کتابیں شامل ہیں۔ جن میں التاریخ علی السنین بھی ہے[529]۔ یہ عربی کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔ جس میں تاریخی واقعات سنہ وار درج ہوئے ہیں۔ لیکن یہ ناپید ہے۔ اور ہم تک اس کا کوئی نسخہ نہیں پہنچا۔

تاریخ طبری میں الہیثم بن عدی کا نام ۱۳۱ جگہ آیا ہے۔ ان مواقع کا ہم آگے ذکر کریں گے۔

قبیلۂ طے کا ذکر کرتے ہوئے المسعودی نے بھی الہیثم بن عدی کا نام لیا

Marfat.com

ہے۔[579] یہ شاید اس نے ابن عدی کی کتاب سے اخذ کیا ہے۔ جسے ابن الندیم کتاب اخبار طی ونزولہا الجبلین" کہتا ہے[580]۔ دوبارہ اس نے کتاب التنبیہ والاشراف میں اس کا ذکر بصرہ کی آبادکاری کے بیان میں کیا ہے۔[581] الہیثم کی ایک تصنیف کتاب قضاۃ الکوفۃ والبصرہ تھی۔ اور دوسری کتاب فخر اہل الکوفۃ علی البصرہ ہے۔ وہ سب سے پہلے اقسام خط پر لکھنے والوں میں بھی ہے۔ چنانچہ اس کی ایک کتاب خطط الکوفۃ کا نام بھی ملتا ہے[582]۔ ان کے علاوہ بھی کچھ تصانیف تھیں جو اب نہیں ملتیں۔

سیف بن عمر | الطبری نے فتح ایران وعراق کے سلسلے میں ساسانیوں کی حکومت کے آخری زمانے تک کے حالات میں سیف کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔ یہ سیف بن عمر التیمی او الضبی الاسدی (متوفی ۱۸۰ھ) ہے[583]۔ یہ تاریخ اسلام پر عموماً اور ردہ اور فتوح کے موضوع پر خصوصاً وسعت معلومات کے لیے مشہور ہے۔ اس نے مشہور اخباریوں اور ماہرین انساب سے اخذ کیا جن میں ہشام بن عروہ، محمد بن اسحٰق مؤلف السیرۃ، محمد بن السائب الکلبی اور طلحہ بن الاعلم وغیرہ شامل ہیں۔ ابن الندیم نے اس کی تصانیف میں کتاب الفتوح الکبیرہ، کتاب الردہ، کتاب الجمل اور سیرۃ عائشہ وعلی کا ذکر کیا ہے[584]۔

مگر اہل حدیث نے اسے ضعیف، گھڑنے والا اور زندیق کہا ہے ابو حاتم نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ "متروک الحدیث" ہے۔ اس کی احادیث الواقدی جیسی ہوتی ہیں[585]

Marfat.com

تاریخ طبری کے مآخذ

تاریخ طبری میں سیف کا نام تین سو سے زائد مقامات پر آیا ہے پہلی بار سنہ ۱۱ھ کے حالات میں ملتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مسیلمہ نے رسول اللہ کی حیات میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اور آخری حوالہ سنہ ۳۶ھ کے حوادث میں آیا ہے۔ جہاں علی بن ابی طالب کے صفین میں خروج کا ذکر ہے۔ اس کے بعد طبری نے اس کی کوئی روایت درج نہیں کی ہے۔[۵۸۶]

ہشام بن عروہ جن مشائخ سے سیف نے اخذ کیا ان میں ہشام بن عروہ (متوفی ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ[۵۸۷]) ہیں جو مدینہ کے محدث اور نسّاب اور اخباری تھے۔ انھوں نے اپنے باپ عروۃ بن الزبیر اور چچا عبداللہ بن الزبیر سے اخذ کیا تھا۔ ہشام نے عراق اور کوفہ کا سفر بھی کیا تھا اور خلیفہ المنصور سے ملے تھے۔ ان سے اہل کوفہ نے عروہ کی احادیث اخذ کیں۔ خاص طور سے وہ احادیث جو عروہ نے عائشہ سے روایت کی ہیں۔ ان کے ہم وطنوں نے ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ حدیث میں اہل عراق کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اہل مدینہ کے بیان میں کنجوس ہیں۔ بظاہر عروہ نے اہل کوفہ اور عراق سے اہل عراق کی احادیث بیان کی ہیں، اہل مدینہ اپنی احادیث پر ان کی حدیث کو فضیلت کیا دیتے وہ خود ہی حدیث و اخبار رسول سے خوب واقف تھے۔ کیونکہ ان کے لیے تو گھر کی بات تھی۔

اس میں شبہ نہیں کہ الطبری نے ردہ کے بیان میں سیف کی جس کتاب سے مدد لی ہے وہ کتاب الفتوح الکبیر والردۃ ہی ہے یہ کتاب اتنی معروف ہوئی کہ سیف بھی اس کی نسبت سے مشہور ہو گیا۔ ابن الندیم

Marfat.com

نے اس کی ایک اور تالیف کا ذکر کیا ہے جس کا نام وہ کتاب الجمل اور سیر عائشہ و علی بتاتا ہے[59]۔ اس میں شک نہیں کہ یہی وہ کتاب ہے جس سے الطبری نے معرکۂ جمل سے متعلق سیف کی روایات اخذ کی ہیں۔ سیف نے اس معرکہ کے حالات چشم دید راویوں سے لیے تھے۔ جن کے نام الطبری نے بھی دیے ہیں۔ اس طرح اس نے اس افسوسناک جنگ کی صحیح خبریں اور اس کے ان سیاسی اسباب کا بیان محفوظ کر دیا ہے جن کے دوررس اور اہم نتائج جزیرۂ عرب اور عالم اسلام پر مرتب ہوئے۔

مگر یہ روایات چھان پھٹک اور بحث کی محتاج ہیں۔ بروکلمان کا خیال ہے کہ سیف سے جو روایات بیان کی جاتی تھیں وہ ان کی تحقیق نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس میں قبیلہ تمیم کو بڑھاوا دینے کے لیے اور مبالغہ کر دیتا تھا کیونکہ وہ خود قبائلی عصبیت رکھتا تھا[59ا]۔ یہ رائے خود بحث و نظر کی محتاج ہے۔ اور یہ دعویٰ کہ الطبری نے ان باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اس لیے وہ انھیں قبول کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اور وہ بعض روایات کے چھوڑنے پر بھی مجبور ہوا۔ سو اس کی تصدیق الطبری کی کتاب سے تو ہوتی نہیں مثلاً اخبار ردّہ میں الطبری نے اسے پہلا ماخذ قرار دیا ہے اور دوسرے مراجع پر فضیلت دی ہے۔ اور معرکۂ جمل کی خبروں میں بھی اس کی روایات کو نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ پھر یہ کہ اصلی کتاب تو آج تک ناپید ہے۔ پھر یہ کیسے یہ اندازہ ہوا کہ الطبری نے سیف کی وہ روایات چھوڑ دیں جو تمیم کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے تھیں؟

Marfat.com

اور السری کا نام تاریخ طبری میں ۱۴۲ سے زیادہ موقعوں پر ملتا ہے سب سے پہلے اخبار ردّہ میں اور آخری بار ۱۴۵ھ کے حوادث میں جو منصور کا زمانہ ہے یہ شہر بغداد کی تعمیر کے بیان میں آیا ہے۔ طبری نے السری کے لیے ایسا صیغہ استعمال کیا ہے جو وہ عام طور پر نہیں کرتا[۹۲] جیسے "ذکر عن السری" اور دوسرے مواضع پر یوں کہتا ہے "مجھ سے السری نے بروایت شعیب بیان کیا۔ یا "مجھے السری نے بروایت شعیب لکھا۔ یا "جو السری کو شعیب کی روایت سے لکھا گیا" اس سے قدرتی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ الطبری اس سے خط و کتابت کر کے معلومات حاصل کرتا تھا اور السری اس کے لیے سیف بن عمر کی کتابیں نقل کر کے بھیجتا تھا جو اس کے اپنے ذخیرے میں تھیں

السری بن یحییٰ | السری بن یحییٰ، شعیب بن الکوفی کے راویوں میں سے ہے[۹۳]۔ اس نے سیف بن عمر کی کتابوں کی روایت کی اس کے متعلق ابن حجر العسقلانی کا قول ہے کہ "اس میں جہالت ہے"۔ وہ معروف بھی نہیں ہے۔ اس نے احادیث اور اخبار کی روایت کی ہے۔ اور وہ کچھ عیار بھی ہے[۹۴]

مگر افسوس ہے کہ تاریخ طبری میں اتنی کثرت سے حوالہ آنے کے باوجود ہم ان دونوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ابن الندیم کا یہ خیال غلط ہے کہ "سیف نے شعیب بن ابراہیم سے روایت کی ہے[۹۵]" کیونکہ شعیب وہی شخص ہے جس نے سیف بن عمر کی کتابوں کو روایت کیا۔ ابن الندیم اور دوسرے تراجم رجال لکھنے والے جو شعیب بن ابراہیم اور السری

Marfat.com

کے باب میں خاموش ہیں۔ اس کا سبب بظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں صاحب تالیف نہیں تھے۔ صرف سیف کی کتابوں کے راوی تھے تاریخ طبری سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیف کی کتابیں السری بن یحیٰی کے پاس تھیں اور الطبری نے ان میں سے کچھ اجزا کی قرارت السری کے سامنے کی تھی اور کچھ باتوں کو لکھ کر اخذ کر لیا تھا۔

عبیداللہ بن سعد الزہری | سیف بن عمر کی کتابوں سے اخذ کرنے میں الطبری نے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا ہے یہ عبیداللہ بن سعد الزہری بن ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمٰن بن عوف ابوالفضل البغدادی نزیل سامرار (متوفی ۲۶۰ھ) کا واسطہ ہے۔[۵۹۷] انھوں نے اپنے باپ سے اور چچا یعقوب سے اور بھائی ابراہیم بن سعد اور یونس بن محمد کے حوالے سے روایت کی ہے۔ اور خود ان سے ثقات کے ایک گروہ نے اخذ کیا۔ جو مشاہیر اہل حدیث میں ہیں مثلاً بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ابی عاصم، البغوی، ابن ابی الدنیا وغیرہ۔

ان کا نام تاریخ طبری میں چالیس جگہ آیا ہے[۵۹۸] جہاں ان کے بیان کا حوالہ ہے۔ عبیداللہ نے سیف کے اقوال اپنے چچا یعقوب بن ابراہیم بن سعد الزہری نزیل بغداد (متوفی ۲۰۸ھ) سے اخذ کیے۔ یہ سیف بن عمر کے اور بعض دوسرے اخباریوں کے راوی تھے۔ ان کے پاس ایسی کتابیں تھیں جن میں احادیث نبوی جمع کی گئی تھیں۔ اور الزہری کی کتابیں بھی انھوں نے اپنے باپ ابراہیم بن سعد سے بحوالہ الزہری اخذ کی تھیں۔ پھر اس سے

Marfat.com

اور لوگوں نے لکھا۔

یعقوب بن ابراہیم | اس کے مشائخ کی فہرست دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب صرف ایک محدث ہی نہیں تھا۔ بلکہ اصحاب تاریخ وادب میں سے تھا اور شعر کا راوی تھا اس کا نام تاریخ طبری میں ۹ جگہ آیا ہے۔ پہلی بار ۱۰ھ کے حوادث میں جہاں حجۃ الوداع کا بیان اور رسول اللہؐ کے مرضِ وفات کا ذکر ہے[601]۔ یہ اس نے سیف کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت جو ۱۱ھ کے کچھ حوادث سے متعلق ہے۔ سیف ہی کے حوالے سے بیان ہوئی ہے۔

ان دو روایتوں[602] سے نیز دوسری روایات سے جو اس نے سیف بن عمر سے لی ہیں اور جو رسول اللہؐ کی وفات، ابوبکر کی بیعت اور سقیفہ وغیرہ[603] سے متعلق ہیں، اندازہ ہوتا ہے کہ سیرۃ اور اسلامی واقعات پر سیف کی کچھ اور کتابیں بھی تھیں۔ لیکن انھیں وہ شہرت نہیں ملی جو ان کتابوں کو نصیب ہوئی۔ جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شاید ابن الندیم کے زمانے سے پہلے ہی یہ ضائع بھی ہو گئیں۔

الطبری نے جو اخبار یعقوب بن ابراہیم کے حوالے سے درج کیے ہیں ان میں سے اکثر سیف ہی سے آئے ہیں اور اس کی تصانیف سے لیے گئے ہیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ تاریخ الطبری اور یعقوب الزہری و شعیب بن ابراہیم کی روایات کا متن یکساں ہے۔

ابو روق الہمدانی | فتوح کے بیان میں بھی الطبری نے سیف کی کتاب

Marfat.com

پر اعتماد کیا ہے۔ اور اس کتاب کا متن اکثر السری بن یحییٰ کے حوالے سے اخذ کیا ہے۔ عہد عثمانی کے فتنوں کے ذکر میں بھی اسی کا حوالہ ہے۔ مثلاً فتنہ عبداللہ بن سبا جو ۳۳ھ میں بصرہ میں ظاہر ہوا۔ اسے سیف نے عطیہ بن الحارث ابوروق الہمدانی سے لیا تھا۔ جو کوفہ کے بڑے راویوں میں اور مشہور مفسروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا بیان گذر چکا ہے۔ یہ عکرمہ اور الشعبی اور الضحاک بن مزاحم کے راویوں میں سے ہے[۶۰۴]۔ الطبری نے ۴۶ جگہ اس کا نام لیا ہے[۶۰۵]۔ اس نے زمانہ ماقبل اسلام کے اخبار میں بھی کچھ جملے بیان کیے ہیں۔ جو اس کی تفسیر سے ماخوذ ہیں۔ الطبری کو اس کی اجازت اس کے شیخ محمد بن ابی منصور الآملی نے بواسطہ علی بن الہیثم[۶۰۶] بواسطہ المسیب بن شریک ابوسعید التیمی الکوفی[۶۰۷] دی تھی۔ الآملی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ضعیف راویوں اور متروکین میں سے ہے۔ اس نے ابوروق سے انھوں نے ضحاک بن مزاحم صاحب تفسیر سے روایت کی ہے

المثنّیٰ بن ابراہیم | الطبری کے شیوخ میں سے ایک اور نے بھی ضحاک کی تفسیر بروایت ابوروق بیان کی ہے۔ یہ المثنّیٰ بن ابراہیم الآملی ہیں جنھوں نے علی بن الہیثم سے انھوں نے المسیب بن شریک سے انھوں نے ابوروق سے روایت کیا۔ المثنّیٰ کا نام تاریخ طبری میں اٹھائیس جگہوں پر آیا ہے[۶۰۸]۔ یہ سب تاریخ ماقبل اسلام یا اسرائیلیات کے ذیل میں ہے سوائے قبلہ کے بیان میں، اگرچہ اسے بھی یہودیات سے علاقہ ہے[۶۰۹]۔ یہ اصحاب تفاسیر میں سے تھے یا تفسیر کی روایت کرتے تھے۔ ان کی اکثر روایات اسحاق بن الحجاج

Marfat.com

سے ہیں۔[610]

یزید الفقعسی عطیہ بن الحارث ابوروق نے یزید الفقعسی سے انھوں نے ابوالعریف سے بھی روایت کی ہے۔ تاریخ طبری میں یزید الفقعسی کا نام پانچ جگہ ملتا ہے۔ یہ حوادث عثمان و علی کے ذیل میں آیا ہے[611]۔ ان سے عبداللہ بن سبا کا قصہ بھی روایت ہوا ہے[612]۔ اسی طرح ابوذر الغفاری کا قصہ اور مسلمانوں کی دولت کے سلسلے میں ان کے خیالات، عبداللہ بن سبا کی بصرہ میں آمد اور اس کا حکیم بن جبلہ کے گھر ٹھہرنا[613]۔ جو فتنۂ بصرہ کا لیڈر تھا۔ پھر ابن سبا کی تحریک اس کا نسب اور اطراف و جوانب سے اس کی مراسلت[614] کرنے کا بیان، روایت ہوئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوگا کہ سیف نے جو کچھ یزید الفقعسی سے لیا ہے۔ وہ خاص موضوع سے متعلق ہے۔ یعنی وہ فتنہ ہے جو عثمان بن عفان کے متعلق اٹھا تھا۔ اس فتنے کی یہی وحید روایت ہے۔ دوسری روایات جو اور کتابوں میں ملتی ہیں۔ وہ روایات سیف ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔ ان کا مناسب تذکرہ تاریخ طبری کے مآخذ کے سلسلے میں وہاں کیا جائے گا۔ جہاں عہد عثمانی کے افسوسناک حالات کا بیان ہوگا۔

تاریخ روم الطبری نے تاریخ روم کو تاریخ فارس خیال کر کے اس میں اختصار سے کام لیا ہے چنانچہ ان کے بارے میں جو کچھ تاریخ ایران میں پایا اسے فصول میں یک جا کر دیا۔

مگر فصل جس کا عنوان ہے: " ذکر من ملک من الروم ارض الشا

Marfat.com

بعد رفع مسیح علیہ السلام الی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قول النصاریٰ[615] یہ بادشاہوں کے نام اور ہر بادشاہ کی مدت حکومت کی فہرست ہے لیکن الطبری نے بادشاہوں کے زمانہ حکومت کو عیسوی سنہ سے ظاہر نہیں کیا ہے جو نصاریٰ کا معمول ہے، نہ اسے سکندر کے وقت سے شمار کیا ہے جیسا کہ بعض مورخین کرتے ہیں، نہ تقویم بصری کی رو سے جس کا آغاز اس کے روم میں داخلے سے ہوتا ہے جو ۱۰۵ئہ میلادی کا واقعہ ہے[616] تاریخ روم کو بھی فارس کی تاریخ سمجھ کر اس میں اختصار کرنا اسلامی مورخوں میں الطبری ہی کی بدعت نہیں ہے بلکہ یہ عام طریقہ ہے جس پر ہر اس مورخ نے عمل کیا ہے جو عام تاریخ یا تاریخ عجم یا ایران و روم کے بادشاہوں کا حال لکھنے بیٹھا ہے۔

اس کا سبب شاید یہ ہے کہ اہل فارس مسلمانوں میں گھل مل گئے تھے مگر کچھ لوگ اپنی پرانی قومیت اور پچھلی تاریخ پر فخر کرتے تھے اور انھوں نے کتب تاریخ کی شکل میں اس قدیم ورثے کو محفوظ رکھا پھر انھیں عربی زبان میں منتقل کر دیا۔ ادھر رومیوں اور مسلمانوں کا تصادم ہوا۔ ان دونوں کے مذہب اور عقائد میں صریح اختلافات تھے اس لیے یہ رومی اور وہ ایرانی ایک ہی موضوع بن گئے روم کے بادشاہ ملوک یونان اور ملوک رومیہ[617] ہیں جسے طبری رومہ[618] لکھتا ہے۔ اسی طرح سب مورخ لکھتے ہیں۔ ان سے روم کے قیصر مراد ہوتے ہیں۔ نسابین نے یونان کو آدمی بنا ڈالا ہے جس سے سلسلہ نسب چلا اور اس کی اولاد میں بڑھتی ہوا اور ان دونوں کی نسل

Marfat.com

روم کو نسبت ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ "بنو رومی بن بزنطی بن یونان بن یافث بن نوح" ہیں۔[619] نسابوں کی ایک جماعت نے انھیں عیصو بن اسحٰق[620] پیغمبر کی اولاد بتایا ہے۔ انھوں نے عیصو بن اسحٰق کا نام توراۃ میں پڑھا ہوگا یا کسی اہل کتاب سے سُن لیا ہوگا۔ مگر انھوں نے غلطی کی ہے۔ اس کی طرف یونان اور روما کی نسبت میں تو شک نہیں مگر عیصو یا عیسو ESAU اور روم کی کوئی نسبت توراۃ میں درج نہیں ہے۔ عیسو[621] تو ادوم[622] ہے جس کی نسل ادوم کہلاتی ہے اور یہ جبل سعیر پر عرب کے مشرق میں آباد تھی۔ جس جگہ یہ آباد ہوئے وہ ادوم کہلانے لگی۔ یہ علاقہ تخوم اور جنوبی کنعان پر مشتمل ہے بعد میں پھیل کر طور سینا اور عرب کے پتھریلے علاقے (العربیۃ الصخریہ) سے متصل ہو گیا۔ یہ وہ علاقہ ہے جسے ادومیوں سے نبطیوں نے چھین لیا اور اس میں بس گئے تو یہ ان کے نام سے منسوب ہو گیا مگر ادوم اور روم میں کوئی نسبی رشتہ یا قرابت نہیں ہے۔ ابن الکلبی سے ایک روایت بیان ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل روم العیص کی نسل سے ہیں جو عیصو کہلاتا ہے۔ یہ اسحٰق پیغمبر کا بیٹا ہے اس سے قسطنطنیہ کے رومی اور روم کے بادشاہ پیدا ہوئے۔[623] ہمیں خبر نہیں کہ ابن الکلبی ان کا جوڑ کیسے ملاتا ہے اور اسے یہ نسب کس نے بتایا، غالباً ان لوگوں نے اہل کتاب کے مدعیان علم سے یہ روایات لی ہیں جنھوں نے ان راویوں کے لیے جہالت سے گھڑ لیا ہے یا جیسی اس وقت مشہور تھیں ان تک بجنسہٖ پہنچا دیا ہے۔ مگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے۔ یہ ابن الکلبی کی اپنی گھڑنت

Marfat.com

ہے یا پھر ابن الکلبی جیسوں نے گھڑی ہے جو ایسی من گھڑت باتیں اس لیے شائع کرتے تھے کہ ان کی علمیت کا شہرہ ہو کہ ہر بات سے واقف ہیں اور قدیم تاریخ پر خوب نظر رکھتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ نام رکھنے کی یہ توجیہہ عربوں میں روما کی عظمت کے زمانے میں آئی ہوگی جب رومی پادریوں نے اپنا نفوذ بڑے علاقے پر جما لیا جس میں یونانی مقبوضات بھی شامل تھے۔ تو اس وقت ان کے پیروؤں کو رومیہ یا رومانیوں کا پیرو کہا جانے لگا۔ یاقوت الحموی نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا چنانچہ وہ لکھتا ہے: "بعضوں کا کہنا ہے کہ ان کو روم اس لیے کہا گیا کہ یہ شہر رومیہ کی طرف اضافت ہے اور رومی زبان میں اس کا نام رومانس ہے، جب یہ لفظ عربی میں دخیل ہوا تو ان لوگوں کو رومی کہنے لگے"۔[۶۲۵]

اس سے بھی پہلے المسعودی نے یہ خیال ظاہر کیا۔ اس نے رومیوں کے یونان پر غلبہ حاصل کرنے اور انھیں اپنے میں شامل کر لینے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: "ان کا نام توڑ دیا گیا، ان کا ذکر ختم ہو گیا اور سب کے سب روم ہی کی طرف منسوب ہو گئے"۔[۶۲۶]

مورخین نے یونان اور روم کی زبانوں میں بھی فرق کیا ہے ابن صاعد الاندلسی (متوفی ۴۶۲ھ) کہتا ہے:[۶۲۷] "اور پانچویں امت روم ہے۔ اس قوم کا بڑا ملک ہے، جاہ و جلال والے بادشاہ ہیں، ان کا علاقہ بلاد یونان کے پاس ہے اور ان کی زبان یونان کی زبان سے مختلف ہے۔ چنانچہ یونان کی زبان اغریقی ہے اور روم کی لاطینی۔

Marfat.com

یونان کی وجہ تسمیہ توراۃ میں یاوان کا نام آیا ہے[628] - یہ رافت الرابع کا بیٹا ہے جو یونانیوں کا ابو الآباء تھا - اس سے عام طور پر ایونیون IAON , IONIAN یعنی (GREEK) مراد ہیں[629] لفظ یاوان (JAVAN) یا (JAON) ہی سے، میرے قیاس کے مطابق، عربوں نے لفظ یونان بنایا ہے اور اس لفظ کا اطلاق ان تمام قبائل پر کرنے لگے جو ہیلاس وغیرہ میں رہتے تھے اور اس شہنشاہیت کو کہنے لگے جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا - اس لیے ان کے بادشاہوں کو کبھی ملوک الیونانیین (یونانی ملوک) کہا گیا تاکہ انھیں ملوک رومیہ سے الگ پہچانا جائے جو روم کے پادری تھے[630]۔

الطبری نے یونانی، ملک یونان اور یونانی باشندوں کا تذکرہ روم کے بالمقابل کیا ہے[631] - اس کا منشا وہ لوگ ہیں جنھیں آج ہم رومان کہتے ہیں - اس نے یہ بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے قلوبطر کے بعد شام پر حکومت کی وہ جایوس یولیوس تھا جو روم کا بادشاہ تھا - پھر اغطس آیا جس نے ۵۶ سال حکومت کی - جب اس کی حکومت کو ۴۲ سال گذرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے - ان کی ولادت اور سکندر کے عروج میں تین سو تین سال کا وقفہ ہے[632] - ان سے الطبری ان بادشاہوں کو مراد لیتا ہے جنھوں نے رومی بادشاہ قلوبطر کے بعد شام پر حکومت کی - یعنی بیا طرۂ رومان۔

الطبری نے تاریخ فارس کی فصلوں میں روم کے متعلق جو باتیں گذشتہ

Marfat.com

کر دی ہیں اور انھیں ایک ہی لڑی میں پرو کر روایتِ واحدہ بنا دیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اس نے تاریخ فارس کے مصادر پر زیادہ اعتماد کیا ہے یا ان مآخذ سے لیا ہے جو فارسی سے ترجمہ ہو کر آئے، اور تاریخ روم یا رومی زبان سے ترجمہ ہونے والی کتابوں سے کم اخذ کیا ہے۔ اس میں ایک خطرہ یہ رہتا ہے کہ اہل فارس رومیوں کے دشمن تھے اس لیے ان کی کتابیں یا فارسی سے ترجمہ ہونے والی کتابیں عصبیت کے اثر سے خالی نہیں ہو سکتیں۔ پھر یہ کہ جن مورخوں نے تاریخ فرس کی طرف توجہ دی یا اس کی کتابوں کو فارسی سے ترجمہ کیا وہ سب فارسی الاصل تھے۔ یا اس طبقے کے تھے جن کا میلان فارس کی طرف مشہور ہے اس لیے الطبری نے فارس اور روم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسے قبول کرنے میں ہمیں احتیاط کرنی چاہیے۔

کتابی روایات بعض روایات کے آخر میں الطبری نے جو عبارتیں یا استدراک درج کیا ہے جیسے: " واما الروم وکثیر من اهل الانساب..."[۴۳۲] یا یہ قول: " فیما ذکر الروم ....."[۴۳۳] یا " فی قول النصاری واهل الکتاب"[۴۳۴] وغیرہ۔ یہ طبری نے کتابوں سے اخذ کیے ہیں۔ اس کی عادت ہے کہ لکھی ہوئی کتابوں کے نام چھوڑ جاتا ہے اور صرف ایسے جملوں پر انحصار کرتا ہے جو اوپر درج ہوئے۔ یہی اس نے تاریخ فرس میں اور دوسرے مقامات پر کیا ہے۔ یہ عبارتیں اس نے کتابوں اور دستاویزوں سے نقل کی ہیں اور رجال پر بھروسا نہیں کیا اس لیے سند بھی چھوڑ گیا۔

Marfat.com

جن مآخذ سے الطبری نے تاریخ روم نقل کی ہے ہمیں لازماً ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو روم سے متعلق عربی میں لکھی گئی ہیں یا تاریخ و اخبار کی وہ کتابیں جو یونانی اور لاطینی زبانوں سے ترجمہ ہوئیں۔ یہ خود ایک تحقیق کا موضوع ہے۔ عربی مراجع ابھی تک بہت کم ملتے ہیں۔ اس سلسلے کی بیشتر کتابیں یا تراجم ضائع ہوگئے پھر کتابوں میں ان کے نام تک نہیں ملتے اس سے ہم ان کے باب میں بالکل ہی ناواقف ہیں۔

ابن الندیم نے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو تاریخ یا کہانیوں کے موضوع پر اہل روم نے لکھیں اور وہ عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان کتابوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصص و حکایات میں تھیں اور ممکن ہے کہ قصہ گویوں، اخباریوں اور ناقلوں کی وضع کردہ ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ ان میں ایک کتاب سمس و دمن، کلیلہ و دمنہ کی طرح پر تھی۔ وہ کہتا ہے: "یہ بہت ہی خشک اور اکتا دینے والی کتاب ہے اور شاید کسی کی گھڑنت ہے۔" کتاب تاریخ الروم کے مولف یا مترجم کا نام ابن الندیم نے نہیں لکھا۔ حمزہ اصفہانی نے یونانیوں کے اخبار میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جسے موصل کے پادری حبیب بن بہریز نے تالیف کیا تھا یا یونانی سے ترجمہ کیا تھا۔ اس سے اس نے یونانی بادشاہوں کے سنین اور تاریخیں اخذ کی ہیں[۶۲۷]۔ یہ حبیب وہی ہے جس نے المامون کے لیے کئی کتابوں کی شرح لکھی تھی[۶۲۸]۔

پادریوں کی تصانیف | بعض اور پادریوں نے بھی تاریخ کی کتابیں لکھیں

Marfat.com

اور ان میں لاطینی و یونانی تصانیف پر اعتماد کیا پھر ان مولفات سے بعد کے مورخین نے اخذ کیا۔

المسعودی (متوفی ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ) نے کچھ اہل کنیسہ کے نام لکھے ہیں جنھوں نے تاریخ کے موضوع پر کتابیں لکھیں اور اس میں تاریخ روم و یونان سے بحث کی ہے ۱۶۳۹ ان میں سے بعض سے وہ ملا تھا اور بعض کو سفروں میں دیکھا تھا مثلاً: سعید بن البطریق جو ابن الفراش کے نام سے مشہور ہے۔ یا بطریرک کرسی مارقس جو اسکندریہ میں تھا۔ اس سے فسطاط (مصر) میں ملاقات ہوئی۔ اس کی ایک کتاب تاریخ عام کے موضوع پر ہے جس میں الراضی باللہ کی خلافت کے زمانے تک کا حال آ گیا ہے اسی طرح محبوب بن قسطنطین المنبجی آئنلیوس راہب مصری، یہ بھی ایک تاریخ کی کتاب کا مولف ہے جس میں ملوک روم اور دوسری امتوں کے حالات و واقعات آدم سے لے کر قسطنطین بن ہیلانی تک ہیں۔ اسی طرح یعقوب بن زکریا الکسکری الکاتب اور ابو زکریا دنخا نصرانی وغیرہ۔

اس نے تاریخ کی ایک اچھی کتاب کا حوالہ دیا ہے جسے قیس المارونی نے لکھا تھا اس میں آفرینش، انبیاء، کتب، امم اور ملوک روم اور ان کے اخبار ہیں۔ یہ المکتفی کی خلافت پر ختم ہوتی ہے۔ اس کتاب کی المسعودی نے تعریف کی ہے۔

المسعودی کہتا ہے کہ جن کتابوں میں ملوک روم اور ان کے اخبار ملتے ہیں ان کے نسخوں میں اختلاف ہے اور بادشاہوں کے نام اور مدت

Marfat.com

حکومت کا تعین کرنے میں وہ متفق نہیں ہیں ۔ ان میں اکثر رومی زبان میں ہیں ۔ یہ نصاریٰ کی ملکی کتابوں میں موجود ہیں[۶۴۱]۔ حمزہ نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ حمزہ نے تاریخ یونان وروم پر جو کچھ لکھا ہے اس کے سلسلہ میں چار ماخذوں سے مدد لی ہے ۔ ایک تو کتاب اخبار الیونانیین جسے حبیب بن بہریز کی تصنیف یا ترجمہ بتایا ہے دوسری تاریخ کی کتاب جو بغداد کے قاضی وکیع نے لکھی تھی ۔ وکیع کہتا ہے کہ اس نے روم کی تاریخ ایک ایسی کتاب سے اخذ کی ہے جسے رومی بادشاہوں میں سے ایک نے لکھا تھا اور بعض مترجموں نے اسے رومی زبان سے عربی میں منتقل کیا تھا اس میں قسطنطین کے ابتدائی زمانے سے ۳۰۱ھ تک کے حالات املاء سے لکھے گئے جسے ایک رومی شخص نے لکھوایا جو رومی زبان لکھنا پڑھنا جانتا تھا[۶۴۲] اور بڑی دقت سے عربی زبان بول سکتا تھا ۔ احمد بن عبد العزیز الدلف ایک فراش تھا اس کے بیٹے یمنی نے ان دونوں کے درمیان ترجمان کا کام انجام دیا اس نے رومی خط میں لکھی ہوئی ایک کتاب اپنے باپ سے سن سن کر عربی میں منتقل کر دی ۔

ابو معشر البلخی | تیسری تالیف ابو معشر کی کتاب الالوف ہے ۔ یہ جعفر بن محمد بلخی (متوفی ۲۷۲ھ) ہے جو علم افلاک اور نجوم میں شہرت رکھتا تھا[۶۴۵]۔ اسے یورپ والے ABUMASAR کہتے ہیں[۶۴۶]۔ ابن الندیم نے کتاب الالوف کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اسی مقالات پر مشتمل تھی[۶۴۷]۔ ابن صاعد الاندلسی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور مولف کے بارے میں کہا ہے :

Marfat.com

"یہ فارس والوں کے حالات اور سارے عجم کی خبروں کا سب سے زیادہ جاننے والا تھا[648] بروکلمان کہتا ہے کہ نیشنل لائبریری پیرس میں کتاب الادوار[649] والالوف کا ایک خطی نسخہ موجود ہے۔ سوتر SUTER نے بھی کتاب الالوف فی بیوت العبادات کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا ذکر البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) کے ہاں ملتا ہے[650]۔ ابومعشر کی دوسری کتابیں بھی ہیں۔ جن میں سے کچھ لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ ان میں ایک کتاب المدخل الکبیر الی علم احکام النجوم ہے۔ اس کے خطی نسخے دنیا کی مشہور لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں[651]۔ اسے جان ہس ہلپنیساس JOHN HISPALENSIS نے ترجمہ کیا تھا۔ اسی طرح ہرمانس سکندس HERMANUS SECUNDUS اور دالماتلے نے بھی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ آگبرگ شہر AUGSBERG میں ۱۴۸۹ء میں چھپا تھا[652]۔ کتاب القرانات بھی آگسبرگ ہی میں اسی سال شائع ہوئی تھی[653]۔ مقدم الذکر آخری بار ۱۵۱۵ء میں شہر بندقیہ VENICE میں چھپا۔

الطبری نے ابومعشر کا نام نہیں لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کی کتابوں سے کچھ نقل نہیں کیا کیونکہ حمزہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ الطبری سے مختلف ہے اس سے ظاہر ہے کہ طبری نے ان مآخذ سے حاصل کیا جن سے حمزہ نے نہیں کیا۔ ورنہ یہ اختلاف پیدا نہ ہوتا۔

ان دونوں مورخوں کے اقوال سے اور دوسرے تاریخ نگاروں کے بیانات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان مورخوں نے یونان

Marfat.com

اور روم کی تاریخ پر خاص توجہ نہیں دی ۔ جن مصنفوں کو مجبوراً اس موضوع پر لکھنا پڑا، کیونکہ یہ بہر حال تاریخ عام کا ایک باب تھا، انھوں نے ثانوی ذرائع پر اعتماد کیا ۔ اصلی دستاویزوں اور بنیادی مآخذ تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی ۔ اس لیے کہ یہ مصادر لاطینی، سریانی یا اغریقی زبانوں میں تھے اور اختلاف لسان کی وجہ سے یہ لوگ ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے مجبوراً ترجموں پر بھروسا کرنا پڑا یا مسلمانوں اور عیسائیوں کی ان تصانیف سے اخذ کیا جو عربی میں مدوّن ہوئی تھیں ۔

Marfat.com

حوالہ جات

(جن ہندسوں پر * کا نشان ہے یہاں ترتیب میں کچھ غلطی ہو گئی ہے لیکن حواشی کو متن کے ہندسوں کے مطابق ہی رکھا گیا ہے۔)

۱۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (عربی ترجمہ) ص ۴۸۳ اور انگریزی متن جلد ۴/۲/۶۷۲۔ اس کا مخفف آئندہ "دائرہ" لکھا جائے گا۔

۲۔ WUSTENFELD: Die Geschichtschre iber der Araberund ihre workein Abhenhandlungen der Akademie der wissenschaften zu gottengen Bd. 28 und 29. 1881-1882 Vergleichs Tabellen der Muhammedan ischen und Christlichen Zeitrechnung. Lepzig. 1854

۳۔ دائرہ/۴۸۴   ۴* دائرہ/۴۸۴

۵۔ دائرہ/۴۸۴ Corpus Inscriptionum Semiticarum, pars IV Paris. 1889.

۶۔ ان کو اہل کتاب کا بڑا وسیع علم تھا" پھر بطور تعلی کہا کرتے تھے۔" لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن سلام اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے یا کعب علامۂ وقت

Marfat.com

تھے، تم نے دیکھا کہ ان دونوں کا علم کس میں جمع ہوا ہے؟ (یعنی خود میری ذات میں)" تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۹۵

GLASER (E.): Mitteilungun der verderasiatischen gesellschaft. Berlin, 1897, pp. 390--401 cf. Corpus Inscriptionum Semiticarum pars IV pp. 15--19.

۷- دائرہ /۴۸۴

۸- طبع حیدر آباد دکن، ۱۳۴۷ھ، اسی کے ذیل میں "اخبار عبید" (ص ۳۱۱ تا ۴۸۹)

۹- "کتاب الملوک و اخبار الماضین" اس کتاب کی بہت شہرت ہے، یہ المسعودی کے زمانے میں دستیاب تھی۔ ابن الندیم نے الفہرست (ص ۱۳۲ طبع مصر) اور نسخہ Flugel (ص ۸۹) میں اس کا ذکر کیا ہے نیز رک Hitti p. 224

۱۰- اس کا خطی نسخہ برٹش میوزیم میں ہے (شمار ۲۰۹۰۴ ۲۷۴ ۱) اور کچھ اجزا جرمنی کے شہر گوتھا Gotha میں ملے ہیں (شمار ۳۹) مجمع العلمی العراقی میں اس کا عکسی نسخہ محفوظ ہے جو برٹش میوزیم سے حاصل کیا گیا ہے۔ نیز BROCKELMANN: Supplement Vol I, p. 164

۱۱- Noldeke-Schwally vol II, p. 188

راجع ابن ہشام نسخہ وستنفلڈ

۱۲- الفہرست / ۱۳۶-۱۳۷، طبقات ابن سعد ۶/ ۲۴۹، تاریخ بغداد ۱۴/ ۴۵،

Marfat.com

الارشاد ۷/۲۵۰، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۴، التہذیب ۹/۲۶۶، نیز بروکلمان، ضمیمہ جلد ۱/۲۱۱

۱۳- سنہ ۳۰۶ھ، ابن خلکان: وفیات ۲/۱۹۵، الفہرست/۹۵، جرجی زیدان: کتاب تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲/۱۴۹

BROCKELMANN: G.A.L. Vol. I p. 139 Supl. p. 211 Wustenfeld: pp. 26-42 GOLDZIHER: Muh. Stud. Vol. I. p. 186

۱۴- الفہرست/۹۳، فوات ۲/۱۴۰، التہذیب ۴/۲۹۵

BROCKELMANN: G.A.L., Vol. I p. 65 Supplement I, p. 213

۱۵- الفہرست/۱۳۴ "روایت کیا عبداللہ بن المعتز نے، ان سے الحسین بن علیل العنزی نے عوانہ بن الحکم کے بارے میں کہا کہ وہ عثمانی تھا اور بنو امیہ کے لیے اخبار وضع کیا کرتا تھا۔ ۱۵۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔" لسان المیزان ۴/۳۸۶

۱۶- ان کی کتاب "سیرۃ معاویہ وبنی امیۃ" تھی۔ الفہرست/۱۳۴

WELLHAUSEN: Das Arabische Reich und Seinsturz Berlin, 1902, p. VI

۱۷- دائرۃ المعارف/۴۸۵

۱۸- ۲۰۸-۲۱۳ھ BROCKELMANN: Suppl. I. p. 162

الارشاد ۷/۱۶۴، زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲/۱۰۰

۱۹- ۲۰۶-۲۰۹ھ- الارشاد ۷/۲۶۰، الخطیب: تاریخ بغداد ۱۴/۵۰، الصفدی: الوافی ۱/۵۱، BROCKELMANN G.A.L. Vol. I. p. 140 Suppl. p. 213

Marfat.com

الیافعی: مرآۃ ۳۲/۲

۲۰- الفہرست/۲۰۶، الارشاد ۶/۴۲۳- G.A.L. Vol. I p. 106 Suppl.

السیوطی: البغیہ/۲۹

۲۱- زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۱۰۱/۲ (۲۱۴ھ) نیز

G.A.L. Vol. I, p. 163

۲۲- ابوسعید الحسن بن الحسین السکری، الفہرست/۷۸، الخطیب ۲۹۶/۷

السیوطی: البغیہ/۲۰۸ G.A.L. Vol. I p. 108 Suppl. Vol. I p. 168

۲۳- المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن، اگنتس گولڈزیہر (ترجمہ) علی حسن عبدالقادر، طبع اول- قاہرہ ۱۹۴۴- ص ۵۵-۵۶

۲۴- المذاہب/۵۵- ملاحم کی کتابیں سیاست عربیہ اور عرب حکومت کے انتشار کے زمانے میں خاص طور سے بہت رائج ہوئیں- ان سے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ نظم و نثر میں بہت سی کتابیں حکومت کی شکست و ریخت کے زمانے میں لکھی گئیں- ملاحم کو علم جفر سے بھی گہرا ربط ہے- (ملاحظہ ہو تحت الملاحم دائرۃ المعارف ۱۸۸/۳-۱۸۹) نیز

De SACY: Ohrestamathie Arabie vol. II

۲۵- السیوطی: الاتقان ۲۲۰/۲ الطبری: التاریخ ۶۰۷/۲ (طبع یورپ)

GOLDZIHR. Muhammedanische Studien Helle 1888-1890 Vol. II p. 73 MULLER (D.H.): Burgen und Schlosseri. pp. 67-75

Marfat.com

۲۶- ایسی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جنھیں المبداء یا المبتداء کہا جاتا ہے اور ان میں انبیاء کے قصے ہیں۔

۲۷- الفہرست/ ۱۳۸

۲۸- ENCY. OF ISLAM Vol. IV p. 1084

۲۹- خود مصدر

۳۰- ابن قتیبہ : المعارف/ ۴

۳۱- الفہرست/ ۱۳۸

۳۲- ENCY. OF ISLAM Vol. IV p. 1084

۳۳- خود مصدر/ ۱۰۸۵

۳۴- تذکرۃ الحفاظ ج ۱، اس کا بیان ہے کہ یہ ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔

۳۵- Ency. of Islam IV p. 441

۳۶- خود مصدر

۳۷- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۶

۳۸- HOROVITZ (Joseph): EARLIEST BIOGRAPHIES OF THE PROPHET AND THEIR AUTHORS: Islamic Culture Vol. I (1927)

۳۹- SACHAU, Des Berliner Fragment des Musa b. Uqba, SSBA, 1904, IX.

۴۰- دائرہ/ ۴۸۶

۴۱- الشعبی، تصنیف و تالیف سے اشتغال نہ رکھنے پر فخر کیا کرتے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو تدوین سے علماء کی نفرت ظاہر کرتی ہیں: "معمر نے ہشام بن عروہ سے روایت کی کہ اس کے باپ نے بہت سی کتابیں جلا ڈالی تھیں جن میں فقہ بھی تھی۔" پھر کہا: "میں اسے اپنے اہل اور مال کا صدقہ سمجھوں گا۔"

(تہذیب التہذیب ۷/ ۱۸۲)

Marfat.com

۴۲- ابو معشر کا علم اور فنِ تاریخ میں خاص مرتبہ ہے۔ ائمہ نے اس کی تاریخ سے استناد کیا ہے، لیکن اسے حدیث میں ضعیف بتایا گیا ہے۔" تہذیب التہذیب ۱۰/۴۲۲ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابو الفلاح عبدالحی بن عماد (متوفی ۱۰۸۹ھ) ج ۱/۲۷۸

۴۳- دائرہ/۴۸۸

۴۴- دائرہ/۴۸۸ GROHMANN, Algemeine Einfuhrung in die Arabischen Papyrie, 1924, p. 27

۴۵- دائرہ/۴۸۹ ۴۶- دائرہ/۴۹۰

۴۷- WELHAUSEN: The Arab Kingdom and its Fall pp. VII ff Ibid.

تاریخ بغداد ۱۲/۵۴، یاقوت: الارشاد ۵/۳۰۹

۴۸- WELHAUSEN: The Arab Kingdom and its Fall pp. VII ff. Ibid.

۴۹- دائرہ/۴۹۱- ان میں احمد بن ابی یعقوب بن واضح العباسی بھی ہے جو الیعقوبی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ۲۷۸ھ میں وفات پائی۔ اس کی تاریخ مستشرق ہوتسما (HOTSMA) نے ۱۸۸۳ء میں دو جلدوں میں چھپوادی ہے۔

۵۰- دائرہ/۴۹۱- Ency. of Islam, vol. IV p. 479 BROCKELMANN G.A.L Vol. I, p. 142 Supplement Vol. I p. 217 WENSINCK: Handworterbach des Islam p. 710

۵۱- راجع عن الطبری: یاقوت: الارشاد ج/۴۲۳ فما بعد

السبکی: الطبقات ۲/۱۳۵ فما بعد

الذہبی: تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۵۱ فما بعد

Marfat.com

تاریخ طبری کے ماخذ

الخطیب: تاریخ بغداد ۲/۱۶۲ فمابعد

السمعانی: کتاب الانساب ورق ۳۶۷-الف

ابن خلکان: الوفیات ۲/۵۵۷

ابن الندیم: الفہرست (طبع Flugel.) ص ۲۳۴-۲۳۶ (وغیرہ)

۵۲- "جامع البیان فی تأویل القرآن" قاہرہ ۱۳۲۱ھ (مطبع یمینیہ) "المیمونیہ" ۱۳۲۱-۱۳۳۰ھ (المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ ببولاق) یا "جامع البیان فی تفسیر القرآن" قاہرہ ۱۳۳۱ھ

H. HAUSLEITER: Register zum Qurankmt des Tabari Strassburg (1912). O. LOTTS: Tabariskom ZDMG 35, pp. 588-628 (1881)

NOLDEKE: Gesch. des Qur'an vol. II, p. 171

اس تفسیر کا فارسی ترجمہ منصور بن نوح سامانی کے حکم سے ہوا تھا۔

Grundriss der Iran Philo. vol. II, p. 366

STOREY: Persian Literature vol. I

المذاہب الاسلامیۃ فی تفسیر القرآن ص ۸۴ وبعد۔

۵۳- طبع قاہرہ ۱۳۲۰ھ م ۱۹۰۲ء F. KERN: ZDMG 55, pp. 61-95

۵۴- المذاہب الاسلامیۃ ص ۸۶ جلد ۱/۱۳۲ (اہل العلم) (اہل علم اور اُن لوگوں کے درمیان اختلاف جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں) ۱۲۰/۱۲۹، ۱۰۳۔

Marfat.com

۵۵- GOLDZIHER: Die Richtungen der Islamischen Koranauslegung ung Leiden, 1920 pp. 85-98

المذاہب الاسلامیہ ص ۸۶

۵۶- المذاھب الاسلامیۃ ص ۸۷ (وہ مجاہد کے بارہ میں جو ابن عباس کے راویوں میں سے ہیں کہتا ہے: "اس کی رائے اُن لوگوں کے اجماع کے خلاف جاتی ہے جن کی طرف کذب کی نسبت ممکن نہیں۔" یا "یہاں مجاہد کی روایت سے جو کچھ کہا گیا وہ بے معنی بات ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس کی رائے فاسد ہے۔"

۵۷- المذاہب الاسلامیۃ ص ۸۸ ج ۱/ ۵۹، ۱۱۲، ۳۰۶، ۳۰۷ جلد ۲/ ۲۰۹ جلد ۲۵/ ۱۲- سورۃ الشوریٰ، آیۃ ۴۵

۵۸- المذاہب الاسلامیۃ ص ۹۱- ج ۱/ ۱۲۴ - یاقوت: الارشاد ۶/ ۴۳۲

۵۹- المذاہب الاسلامیۃ ص ۹۲

۶۰- یاقوت: الارشاد ۶/ ۴۲۴ لسان المیزان ۵/ ۱۰۲

۶۱- Ency. of Islam vol IV p. 578

۶۲- کتاب اختلاف الفقہاء قاہرہ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) طبع Kern
جوزف شاخت نے "کتاب الجہاد وکتاب الجزیۃ و احکام المحاربین من کتاب اختلاف الفقہاء" میں آستانہ کے قلمی نسخے سے فائدہ اٹھایا ہے۔ (بریل لیدن - ۱۹۳۳ء) ملاحظہ ہو مستشرق کیرن Kern کے تعلیقات بسلسلۂ کتاب اختلاف الفقہاء

Marfat.com

"مجلۃ الجمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ" ۱۹۰۱ء ZDMG 1901 p. 61 ff

اسی طرح جوزف شاخت کی تحقیق اکادمی بروسیہ ۱۹۲۸ء میں :

A B H. PREUSS. AKAD. 1928, Phil. Hist. Klasse.
Nr. 8 Nr. 22

۶۳- کتاب الجہاد' (مقدمہ جوزف شاخت) ص ۲۲-۱۸ (Leiden, 1933) WENSINCK p. 410

۶۴- مقدمہ شاخت p. XVIII

۶۵- ابو ثور ابراہیم بن خالد بن الیمان الفقیہ الکلبی، انھوں نے امام شافعی سے اخذ کیا اور ان سے روایت کیا اور ان کی مخالفت بھی کی۔ انھوں نے مذہب شافعی سے ایک اور نیا مذہب نکالا۔ امام شافعی کی کتابوں کی ترتیب پر ان کی بھی ایک مبسوط کتاب ہے۔ آذر بائیجان اور آرمینیا کے اکثر لوگ ان کے مذہب پر ہیں۔ سنہ ۲۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی تالیفات فقہ میں ہیں۔ الفہرست/ ۲۹۷۔

۶۶- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۸ (ابن عُیَینَہ اور ابن وھب سے روایت کیا) الشذرات ۲/ ۱۴۹- الوفیات ۲/ ۵۵۳۔

۶۷- الفہرست/ ۲۸۱- Ency. of Islam vol. III p. 207

ابو محمد عبداللہ بن وھب الفہری" ولادت ۱۲۵ھ" ابن جُریج سے روایت کیا۔ مالک اور اللیث سے علم فقہ حاصل کیا۔ ان کی کثیر تصانیف ہیں۔ الشذرات ۱/ ۳۴۸

WENSINCK UND KRAMERS.

Hand Worter Buch des Islam, Leiden, 1941, p. 410

Marfat.com

اشہب بن عبدالعزیز ابوعمرو العامری مالک کے دوست تھے ۱۸ شعبان ۲۰۴ھ کو انتقال کیا۔ الشذرات ۱۲/۲

۶۸۔ الشذرات ۹۴/۲ WENSINCK p. 211 Ency. of Islam vol. III p. 207

برائے سمنون عبدالسلام بن سعید بن حبیب التنوخی، دیکھیے ضحی الاسلام جلد۲ صفحہ ۲۱۵ و بعد۔ نیز الیافعی: المرآة ۱۵۱/۲

BROCKEIMANN: Suppl. vol. I. p. 299

۶۹۔ کتاب الفقہاء XIX

۷۰۔ ان کا سالِ وفات ۲۷۰ھ اور ۲۷۱ھ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ تہذیب التہذیب ۱۳۲/۵۔ الشذرات ۱۶۰/۲ نیز کتاب الفقہاء XIX و بعد De GOEJE: Annales Introduction p. LXIX

ابوجعفر الطبری نے بیروت میں سات راتوں تک قیام کیا، وہ جامع مسجد میں رات گذارتا تھا اور اس روایت کی رو سے اُس نے العباس بن الولید کے سامنے اس عرصے میں پورا قرآن ختم کیا تھا۔ p LXXII

۷۱۔ الفقہاء XX و بعد۔ سفیان الثوری، یعنی سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ابوعبداللہ الکوفی متوفی ۱۶۱ھ (تہذیب التہذیب ۱۴۴/۶ و تذکرۃ الحفاظ ۱۹۰/۱) ابراہیم بن محمد بن الحارث ابواسحٰق الفزاری الکوفی متوفی ۱۸۵ھ یا ۱۸۶ھ یا ۱۸۸ھ۔ اسلام میں یہ پہلے شخص ہیں جس نے اصطرلاب بنایا اور اس کے سلسلے میں ان کی ایک کتاب بھی ہے۔ یہ کتاب السیر کے مصنف ہیں، الشافعیؒ کا قول ہے کہ سیر میں ان کی تصنیف

Marfat.com

بے مثال ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱/۱۵۲-۱۵۳- تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۱)
معاویہ بن عمرو بن المہلب الازدی کا انتقال ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ میں ہوا۔
انھوں نے ابو اسحٰق الفزاری کی کتاب السیر روایت کی تھی۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/۲۱۶)

۷۲- الفقہاء XIX ۷۳- الفقہاء XXI

۷۴- الفہرست/۲۹۷- Ency. of Islam vol IV p. 253
الشذرات ۲/۱۵۹، الوفیات ۱/۲۲۹

۷۵- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا نام بعد میں رکھا گیا۔ ملاحظہ ہو:
WENSINCK p. 660 یہ قاہرہ میں ۱۳۲۱ھ و ۱۳۲۵ھ کے ابین چھپی ہے۔

۷۶- الحسن بن زیاد اللؤلوی ابو علی، اصحاب ابو حنیفہ میں سے ہیں۔ اُن سے انھوں نے حاصل کیا اور روایت کیا، ابو حنیفہ کے مذاہب الرائی کے بارے میں بڑے عالم تھے، ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب المجرد ہے۔ جس کی روایت ابو حنیفہ سے ہے، دوسری کتابیں یہ ہیں: کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب معانی الایمان، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا۔ ملاحظہ ہو، الفہرست/۲۸۸ و الشذرات ۲/۱۲۔

۷۷- انھوں نے محمد بن الحسن سے روایت کیا، ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے مگر انھوں نے محمد بن الحسن کی کتابوں کی روایت کی ہے۔ الفہرست/۲۹۰۔
عقد الجواہر ۲/۱۸۶ (متوفی بعد ۲۸۰ھ)

الجوزجانی ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان (متوفی بعد ۲۸۰ھ)
BROCKELMANN: Suppl. I. pp. 291, 292

Marfat.com

۷۸۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کا متعلقہ حصہ۔

۷۹۔ اس کی تصانیف میں فتوح البلدان، دی غوے کی کوشش سے چھپ چکی ہے۔

Liber Expugnationis Regionum Anctore Al Beladore Quem Edidit M.J. De Goeje, Leiden, 1866 نیز طبع قاہرہ ۱۳۱۸ھ

کتاب انساب الاشراف بھی چھپ گئی ہے۔ اسے عبرانی یونیورسٹی نے چھاپا ہے اور "غوتماین" نے ایڈیٹ کیا ہے۔(نیز ملاحظہ ہو یاقوت: الارشاد ۲/۱۲۷)

۸۰۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ /۴۹۱

۸۱۔ الفہرست ص ۱۶۳، ان کے بارے میں کسی مناسب محل پر بیان ہوگا۔" انھوں نے تاریخ بصرہ لکھی تھی۔" الوفیات ۱/۴۷۸ الشذرات ۲/۱۴۶۔

۸۲۔ الطبری ۶/۱۱۶ (الطبعۃ المصریہ) "کتاب البصرہ" "کتاب الکوفہ" "کتاب المدینۃ" "کتاب مکۃ" "کتاب امراء البصرہ" وغیرہ ان کی متعدد کتابیں ہیں۔ الفہرست ص ۱۶۳۔

۸۳۔ الطبری ۱/۱۵۶۵ (طبعۃ لیدن) SCHWALLY vol. II, p. 140

۸۴۔ دائرہ /۴۹۳ ۸۵۔ SCHWALLY II, p 141

۸۶۔ دائرہ /۴۹۳ " اور ہشام بن محمد الکلبی سے روایت ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں عرب کے اخبار اور آل نصر بن ربیعہ کے نسب نامے اور ان میں سے جن لوگوں نے آل کسریٰ کی طرف سے گورنری کی اور ان کی عمریں اور ان کی تاریخیں حیرہ کے گرجاؤں سے نکلوایا کرتا تھا جس میں ان کی حکومت اور ان کے کارناموں کا سارا ریکارڈ تھا۔ (الطبری ۲/۳۷)

Marfat.com

۸۷- ملاحظہ ہو: علم التاریخ پر عبد الحمید العبادی کی تعلیق ص ۶۶- اسی طرح "مصطلح التاریخ" تالیف اسد رستم کا چھٹا باب "العادلة والضبط" ص ۸۶ اور بعد۔ ۸۸- دائرہ ۴۹۳/

۸۹- الطبری: التاریخ جلد ۱/ ۵ (طبع لائڈن) دَورۂ اُولیٰ ۱/ ۶

۹۰- تجارب الامم و تعاقب الھمم (مرتبہ گب) جلد ۱ ص ۱ (طبع امدروز) القاہرہ ۱۹۱۴ء ترجمۂ مؤلف ۱/ ۲- ابن مسکویہ کا پورا نام ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب اور لقب مسکویہ ہے، وہ ۴۲۱ھ میں مرا (رک: یاقوت: الارشاد ۲/ ۸۸ و بعد- ابن القفطی: تاریخ الحکماء/ ۳۳۱، طبع لپرٹ۔ روضة الافراح و نزہتہ الارواح (یا نزہتہ الارواح و روضة الافراح) مؤلف شمس الدین محمد بن محمود الشہر زوری الاشراقی ورق ۱۸۳ میں "احمد بن محمد مسکویہ" اور مجمع العلمی العراقی میں نسخہ برٹش میوزیم کا اٹوگراف (نمبر ایڈیشنل ۲۳۳۶۵) نیز BROCKELMANN G.A.L vol I, p 342, Suppl. I, p. 582 Ency. of Islam vol. II, p. 404

۹۱- تجارب الامم جلد ۱/ ۱- ۹۲- تجارب الامم جلد ۱ ص ۲

۹۳- ALFERD FEDER: Le Arbuch der Geschich Tlichen Methode. Regensburg. 1924 p. 92

۹۴- FLINT (R): History of the Philosophy of History. 1893, pp. 157 & Ency Britannica (Article: Chronicles)

Marfat.com

۹۵- احمد امین: ضحی الاسلام (۱۹۳۵ء) ص ۳۵۸- کتاب التاریخ علی السنین۔
الفہرست ص ۱۴۶ (طبعِ مصر) الہیثم بن عدی۔ ابو عبدالرحمٰن الطائی الکوفی۔
اخباری اور مورخ تھا اس نے مجالد اور ابن اسحٰق اور اُن کی جماعت سے
روایت کی۔ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابوداؤد سجستانی اسے "جھوٹا" کہتا
ہے۔ الشذرات ۱۹/۲۔ امام احمد نے کہا ہے: وہ صاحبِ اخبار تھا اور
گھڑنت بھی کرتا تھا۔ متروک الحدیث ہے اور اس کا وہی مقام ہے جو
الواقدی کا ہے۔ لسان المیزان ۲۱۰/۶- کتاب التاریخ علی السنین۔
الوفیات ۲۶۹/۲-

۹۶- الفہرست ۵۳/۲ (طبع یورپ) یاقوت: الارشاد ۲۴۷/۲-

۹۷- تالیف مابین ۴۱۳ - ۴۲۶ عیسوی ST. AUGUSTINUS
TEUFELSREICH BERNHEIM: Einlei Tung In Di
Geschichts Wissen Schaft. p. 19 '*De Cioitate dei*'

۹۸- BERNSTEIN. p 20 Alferd Feder p. 320

۹۹- BERNHEIM: Mittelanerliche Leitschauungen in ihrem Einfluss anf politick und Geschichreibung teil. I, 1918

۱۰۰- الذہبی: تذکرۃ الحفاظ ۲۵۲/۲- ۱۰۱- الارشاد ۴۲۳/۶ وبعد
۱۰۲- دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۴۹۴- ۱۰۳- الطبری ۴۵/۱ (طبع مصر) ص ۵۰
(طبعِ لیدن)

Marfat.com

۱۰۴- الارشاد ۶/ ۴۲۵ھ " ابوبکر بن بابویہ نے کہا: مجھ سے ابوبکر محمد بن اسحاق یعنی ابن خزیمہ نے کہا: "میں نے سُنا ہے کہ تم نے محمد بن جریر کی تفسیر لکھی ہے۔ میں نے کہا: ہاں، ہم نے اس کی تفسیر لکھی ہے۔ اس نے پوچھا: پوری؟ میں نے کہا: ہاں۔ پوچھا: کس سنہ میں، میں نے کہا ۲۸۳ھ سے ۲۹۰ھ تک۔ نیز De GOEJE Annales. *Introductio* p. LXXVIII

۱۰۵- دیکھو ترجمہ: البلعمی، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ ص ۶۱۳-۶۱۴
براؤن: "تاریخ ادبیاتِ ایران (انگریزی) جلد ۱ ص ۶۱۴
نیز ملاحظہ ہو: الانساب للسمعانی اور دستور الوزراء: خوندمیر ص ۱۰۸ (طبعِ ایران) کشف الظنون ۱/ ۲۹۷- العتبی: تاریخ یمینی بعنایۃ (مینن) القاہرہ ۱۲۸۶ھ۔ ریو کہتا ہے کہ البلعمی ۳۸۶ھ میں مرا لیکن دراصل اسے ایک دوسرے شخص کے نام سے التباس ہوا ہے۔ دیکھیے: ریو: کیٹلاگ مخطوطات برٹش میوزیم جلد ۱ ص ۷۰

۱۰۶- J.L.G. ROSEGARTEN Taberistanenis id est Abu Dschaferi Mohammed ben Dscherir eltaberi Annales Regum atque Legatorum dei Cryphisvaldiae MDCC XXXI p. XI

۱۰۷- ROSEGARTEN p. XXVI "ہم اللہ قیوم وقوی کی اعانت سے تاریخ طبری کے دوسرے جزء کے ترجمے کا آغاز کر رہے ہیں۔ عبد حقیر و فقیر خضر بن خضر بن حاجی حسن الآمدی (عفی اللہ عنہم بلطفہ الخفی)

Marfat.com

یوم پنجشنبہ ۱۲ رمضان ۹۳۵ھ"

تاریخ طبری کے جزء ثانی کا فارسی سے عربی میں ترجمہ تمام ہوا۔ عبد فقیر وحقیر الراجی الی رحمۃ ربہ خضر بن خضر ابن حاجی علی الآمدی (عفی اللہ عنہم) اور یہ سہ شنبہ کی رات کو ۸ ربیع الآخر ۹۳۹ھ میں ہوا" جیسا کہ مطبوعہ نسخوں میں ہے۔ اس کا فارسی سے کیا ہوا ایک اور عربی ترجمہ لیڈن میں ہے۔

۱۰۸۔ دیکھیے وہ مختصر رسالہ جو دی خوے نے تاریخ طبری کے دستیاب ہونے والے حصص کے بارے میں شائع کیا تھا۔

۱۰۹۔ تاریخ بغداد، اس کے چھٹے جزء کے سوا باقی کتاب معروف نہیں ہے۔ اسے جرمنی زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے جو H. KELLER نے شہر لیبزگ LEIPZIG میں چھاپا تھا (۱۹۰۸ء) اور انگریزی ترجمہ K.C SCELYE نے کیا ہے جو ۱۹۲۰ء میں نیویارک سے شائع ہوا۔

Columbia University Oriental Series XVI

المجمع العلمی العراقی نے مصنف کے خود نوشت مخطوطہ المنثور و المنظوم کی عکسی نقل حاصل کرلی ہے۔ "تاریخ بغداد" حال ہی میں قاہرہ ہی سے چھپ بھی گئی ہے۔

۱۱۰۔ الدورہ الثالثہ ص ۱۵۱۲ (طبع لانڈن)

۱۱۱۔ الطبری: التفسیر ۱/۲۵۲ (طبع اوّل) مطبع امیریہ بولاق ۱۳۲۳ھ

۱۱۲۔ الطبری: التفسیر ۱/۱۹۴۔ ۲۵۴۔ ۲۵۹۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰ وغیرہ

"مجھ سے موسیٰ بن ہارون نے کہا کہ مجھ سے عمرو نے بیان کیا کہ ہمیں اسباط بن

Marfat.com

نصر نے السدی کے حوالے سے بتایا"۔ الشعبی سے کہا گیا کہ السدی کو علم قرآن سے کچھ حصہ ملا تھا یا نہیں؛ تو اس نے کہا کہ اسے جہالت قرآن سے حصہ ملا تھا۔ "سلم بن عبدالرحمن نے کہا کہ ابراہیم النخعی السدی کے پاس سے گزرے اور وہ لوگوں کو قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا، تو انھوں نے کہا: دیکھو یہ قرآن کی قومی تفسیر کر رہا ہے۔" اور "جوزجانی نے کہا کہ مجھ سے معتمر نے اس سے ط لیث یعنی ابی ابن سلیم نے بیان کیا کہ اس نے کہا: کوفے میں دو جھوٹے ہو گزرے ہیں۔ ایک الکلبی اور دوسرا السدی ..." ہم السدی کے بارے میں آگے بحث کریں گے۔

ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۱/۳۱۴، ۹/۱۰۹

۱۱۳- المذاہب الاسلامیہ/۸۸ LIDZBARSKI, OF. 13

۱۱۴- "محمد بن اسحٰق سے روایت ہے کہ ہم سے ایسے اہلِ کتاب نے کہا جو اسلام لے آئے تھے اور انھیں عجم کی تاریخ سے واقفیت تھی . . . . ."

تفسیر طبری ۱۶/۱۲- المذاہب الاسلامیہ/۸۹-

۱۱۵- علم التاریخ ترجمہ عبدالحمید العبادی ص ۶۹

Annales quos Scripsit Abu Djafar Mohammad ibn Djarir al-Tabari by De Goeje, *Introductio Glossarium et ebenda* lugd. 1901. p. XXVIII

۱۱۶- الطبری ۱/۲۹۳ (اور دوسرے مواقع)

۱۱۷- الطبری ۱/۲۹۵، ۲/۲، ۴، ۲۷، ۳۰ وغیرہ

Marfat.com

۱۱۸- ملاحظہ ہو فارس اور حیرہ کی تاریخ

۱۱۹- "وزعم بعض اصحاب الاخبار" الطبری ۲/۶۲

۱۲۰- "وقال غیرہ" الطبری ۲/۵۶

۱۲۱- "فامّا ابن حمید فانہ حدثنا" الطبری ۲/۳۷ یہاں اس نے سند یا کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ نیز الطبری ۲/۴

۱۲۲- الطبری ۲/۶

۱۲۳- الطبری ۲/ ۲۷، ۲۸، ۲۷، ۸۶، ۸۹ (وغیرہ مقامات)

۱۲۴- الطبری ۲/ ۳۸، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۱۰۰ (محمد بن کعب القرظی الکوفی متوفی ۱۰۸ھ وبقول بعض ۱۱۷ھ شذرات الذہب ۱/۱۳۶)

۱۲۵- تہذیب التہذیب ۵/۵۴، ان کی تاریخِ وفات ۱۲۶ھ یا ۱۱۷ھ اور ۱۲۹ھ بھی منقول ہوا ہے۔ ابان بن عثمان بن عفان، عبد اللہ بن ابی بکر کے معلّم تھے جن کا نام تاریخِ طبری میں آتا ہے۔ تہذیب التہذیب ۱/۹۷- ابان کا نام تاریخ طبری میں متعدد جگہ آیا ہے۔

۱۲۶- الفہرست/۱۴۴

۱۲۷- الفہرست/۱۲۹

۱۲۸- BERNHEIM: EINLEIKUNG p. 81

۱۲۹- The Ency. Britannica (14th edition) vol. II (article: Eusebius)

۱۳۰- وفات ۱۱۴ھ۔ الشذرات ۱/۱۵۰، المعارف/۱۵۸ (قاہرہ ۱۳۰۰ھ) میزان الاعتدال ۲/۲۷۸، التذکرہ ۱/۸۸، ابن سعد: الطبقات ۵/۲۹۵

Marfat.com

ابن حجر: التہذیب ۱۵/۱۰۶، ۲۳۲ - الیافعی: مرآۃ الجنان ۱/۸
۱۳۱- ارشاد الاریب ۷/۲۳۲
۱۳۲- الارشاد ۷/۲۳۲ "کتاب المتوّجہ من حمیر و أخبارہم و غیر ذلک" "الملوک المتوجہ من حمیر و أخبارہم و قصصہم و قبورہم و أشعارہم" ابن خلکان: الوفیات ۲/۲۳۸

BROCKELMANN: Suppl vol. I, p. 101

۱۳۳- Ency. of Islam vol. IV p. 1084

۱۳۴- یہ حیدر آباد دکن سے ۱۳۴۷ھ میں چھپی ہے اس کے ساتھ ہی "اخبار عبید بن شریہ الجرہمی فی اخبار الیمن و أشعارہا و أنسابہا" بھی شامل ہے۔ نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/۳۸۴
۱۳۵- التیجان/۱۳۲، ۲۱۲، ۲۱۳ وغیرہ
۱۳۶- التیجان/۱۲۵، ۱۸۰-
۱۳۷- التیجان/۶۶ - ۶۷ عن البکائی - لسان المیزان ۶/۸۳۶
سیرۃ ابن ہشام اخراج محمد محی الدین عبد الحمید ۱/۱۲ کتاب الکنی والالقاب ۲/۸۲ لعباس بن رضا القمی (مطبع العرفان بصیدا) ۱۳۵۸ھ
۱۳۸- لسان المیزان ۶/۸۳۶
عبد المنعم بن ادریس بن سنان بن ابنۃ بن وہب بن منبہ (الدوری/۱۱۴)
۱۳۹- التیجان/۱۰۸، ۱۰۹، ۱۴۳ وغیرہ
۱۴۰- ابن ہشام کا نام تاریخ طبری میں کہیں نہیں آیا۔ ملاحظہ ہو فہرست الطبری

Marfat.com

۱۴۱- Ency. of Islam vol. IV p. 1085
C.H. BECKER: Papyri Schott-Reinhardt, I, 8
FUCK: Mohammad ibn Is'haq p. 4
LIDZBARSKI p. 2 Wensinck p. 700

۱۴۲- "کتاب المبتداء والسیر لوہب من منبہ" الفہرست / ۱۳۸
"کتاب المبتداء" ابن حجر: الاصابہ ۸۸۷/۱

۱۴۳- لسان المیزان ۴/ ۲۳

۱۴۴- ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ھ) کی عیون الاخبار
۲/ ۶۲، ۲۷۲، ۲۸۱، ۲۸۳-

۱۴۵- انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۴/ ۱۰۸۵، Wensinck p. 810
Fihrist Biblioteca Arabo- Hispana vol. IX p. 294

۱۴۶- "موعظ وہب بن منبہ"، "حکمت وہب" "حکمۃ آل داؤد" (بروکلمان ضمیمہ جلد ۱/ ۱۰۱)

۱۴۷- ترجمہ دیکھیے: تہذیب التہذیب ۹/ ۲۰۷ اور تاریخ بغداد ۵/ ۳۱۳

۱۴۸- عثمان بن فارس بن لقیط العبدی، ان کی اصل بخارا سے ہے۔ یہ ابومعشر السندی کے راویوں میں سے ہیں۔ ان سے ابو خیثمہ نے روایت کی ہے۔ ۲۰۷ھ یا ۲۰۸ھ یا ۲۰۹ھ میں انتقال ہوا۔
تہذیب التہذیب ۷/ ۱۴۲- ۱۴۳-

۱۴۹- عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری (نسبت ولایت) ابوبکر الصنعانی۔ ان سے ابوخیثمہ نے روایت کی ہے۔ ان کی کئی کتابیں ہیں۔ ۲۱۱ھ

Marfat.com

میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۳۱۰/۶ "صاحب المصنفات" الشذرات ۲۷/۲

۱۵۰۔ یحیی بن حسان بن حیان التیسی البکری ابو زکریا البصری۔ ۲۰۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق ۲۰۷ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۱۹۷/۱۱

۱۵۱۔ القاسم بن کثیر بن النعمان الاسکندرانی، اور المصری بھی کہے جاتے ہیں تقریباً ۲۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۳۳۰/۸

۱۵۲۔ سعید بن الحکم بن محمد بن سالم المعروف بابن ابی مریم الجمحی ابو محمد المصری۔ مصر کے باشندے تھے ۲۲۴ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۱۸/۴

۱۵۳۔ عبید اللہ بن موسیٰ بن ابی مختار، اس کا نام باذام العبسی (نسبت ولایت) الکوفی ہے۔ ان سے متعدد علما نے روایت کیا ہے ۲۱۳ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب ۵۲/۷-۵۳

۱۵۴۔ تہذیب التہذیب ۳۱۵/۱ "اور وہ "صحیفہ" جسے وہ "وھب عن جابر" کی سند سے روایت کرتا ہے کچھ اصل نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ کتاب ہے جو اُن کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ اس نے: عن وھب عن جابر، کی سند سے کچھ نہیں سنا ہے۔" صحیفہ ھمام عن ابی ھریرہ مشہور ہے۔" ھمام، وھب بن منبہ کے بھائی تھے۔

۱۵۵۔ طبقات ابن سعد ۳۶۶/۵۔ "قرأت من کتب اللہ اثنین وتسعین کتابا" الشذرات ۱۵۰/۱ "وہ اگلے زمانے کی کتابوں، پچھلی امتوں کے

Marfat.com

اخبار اور قصص سے گہرا شغف رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنے زمانے میں کعب الاحبار سے مشابہت رکھتے ہیں، ان کی ایک چھوٹی سی کتاب ملوک حمیر کے بارے میں بھی ہے۔"

۱۵۶- تہذیب التہذیب ۱/۳۱۵

۱۵۷- تہذیب التہذیب ۱/۱۴۶

۱۵۸- الطبقات ۵/۳۶۶

۱۵۹- تہذیب التہذیب ۶/۳۲۸

۱۶۰- ایضاً ۶/۳۲۸

۱۶۱- ایضاً ۲/۳۲۴- الشذرات ۲/۱۴۷

۱۶۲- یہ حدیث میں البخاری کے شیخ اور تفسیر کی ایک کتاب کے مولف بھی ہیں۔ کشف الظنون ۱/۴۵۲ (طبع استنبول وکالۃ المعارف) ۱۹۴۱ء۔ الفہرست/۳۱۸ "عبدالرزاق بن ھمام العلامہ الحافظ ابوبکر الصنعانی صاحب المصنفات"۔ الشذرات ۲/۲۷- تہذیب التہذیب ۶/۳۱۰

۱۶۲*- اس کا سال ۱۵۱ھ و ۱۵۲ھ و ۱۵۴ھ بتایا جاتا ہے۔ الشذرات ۱/۲۳۵- الطبقات ۵/۳۹۷- ابن ندیم نے اسے اہل کوفہ میں سے لکھا ہے۔ الفہرست/۱۳۸- تہذیب التہذیب ۱۰/۲۲۴ وغیرہ

۱۶۷- میں نے محمد اسمٰعیل عبداللہ الصادی کے چھاپے ہوئے پہلے ایڈیشن سے فائدہ اٹھایا ہے۔

(قاہرہ ۱۹۲۴ء) "ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری": عیون الاخبار

Marfat.com

(طبع دار الکتب المصریہ۔ قاہرہ) ۱۲/۴۔

۱۶۸۔ اس کا ایڈیشن مطبوعہ نجف میرے سامنے رہا ہے جو تین جلدوں میں ہے۔

۱۶۹۔ "عرائس المجالس فی قصص الانبیاء" احمد بن محمد بن ابراہیم ابو اسحٰق نیشاپوری مشہور مفسرین میں سے ہے۔ اس کی کتاب "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" بھی ہے۔ اور قصص الانبیاء یا "عرائس المجالس فی قصص الانبیاء" کئی بار قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔ اس کے لیے رجوع کریں۔

الارشاد ۲/۱۰۴۔ وفیات الاعیان رقم ۳۰ ج ۱/۲۶۔ طبقات السبکی ۳/۲۳۔ بغیۃ الوعاۃ /۱۵۴

Ency. of Islam vol. IV p. 735

Wustenfeld: Gesch. D. Ara. p. 185

SCHWALLY vol. II p. 174

۱۷۰۔ الطبری ۱/۱۰۲، اس کا مقابلہ "تکوین" سے کیجیے۔ اصحاح ۱۰۔ آیہ ۲۱ و ۲۰۔ اسی طرح مولد مسیح کا بیان اور ان کی زندگی کے لیے دیکھیے۔ تفسیر الطبری ۳/۱۲۸۔ ۱۰۰۔ ۱۶/۲۳

۱۷۱۔ ابن سعد: الطبقات ج ۱ قسم ۲/۱۰

۱۷۲۔ HEINRICH SCHMIDT Philosophisches Worterbuch p 149 Kafka Zor Fpysik des Empodokles in Philologus 78. 1923

Marfat.com

۱۲۳۔ Schinidt Phil 657

۱۲۴۔ Diels H Fragmente der Vorsokretikar 1922
W Capelle die (KTA) 1935

۱۲۵۔ Diels H. Von Ephesos 1909, Snell,
H. Fragmente 1925. Weerts. H. und Herakliteer
1927

۱۲۶۔ Sehmidt p. 22, J. Burnet: Early Greek Philosophy, London, 1914.

۱۲۷۔ Schmidt p. 32 P. Tannery. Pour l' History de Science Hellene, Paris. 1887

۱۲۸۔ عیون الاخبار ۶۲/۱

۱۲۹۔ لفظ توراۃ Torah سے ماخوذ ہے اصل میں یہ لفظ Torath ہے جس کے معنی قانون ہیں، یعنی وہ وحی جو یہوا نے موسیٰ پر نازل کی۔ یہ حضرت موسیٰ کے پانچ سفروں کا بیان ہے لیکن مسلمانوں نے لفظ توراۃ کو موسیٰ کے اسفارِ خمسہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ انھوں نے دوسرے اسفار یعنی تلمود کے دو حصوں، ترکوم بلکہ تاریخی کتابوں اور قبائلی قصوں تک کو توراۃ کہنا شروع کر دیا۔ دیکھیے لفظ توراۃ WENSINCK: Handowor p. 744 HASTINGS: p. 532 Ency. Biblica p 2714

تلمود کے معنی ہیں "تعلیم" اور اس کے دو حصے ہیں: مشنہ (Mishna) یہ تو گھڑی ہوئی ہے۔ اور جمارہ یہ "تعلیم" کی تفسیر ہے۔ تعلیم، مشنہ، اور تکرار۔ یہ مجموعہ ہیں یہودیوں کی ان مختلف تقلیدوں کا جو کتابِ مقدس کی

Marfat.com

آیات پڑھی گئیں۔ یہ وہ تقالید ہیں جن پر موسیٰ نے عمل کیا تھا جب وہ پہاڑ پر گئے ہوئے تھے پھر ہارون، الیعاذر، یشوع وغیرہ نے انھیں جمع کیا اور انھیں انبیاء کے سپرد کر دیا۔ انبیاء سے یہ مجمع مقدس کے ممبروں کو پہنچیں (Pirqe Aboth, 1-1) مقدس گروہ کے ارکان اور ان کے خلفا اپنے معابد "الکنیس" Synagogues میں توراۃ پڑھا کرتے تھے اور اس کی آیتوں کی تشریح عوام کے سامنے کرتے تھے اور انھیں احکام کی تعلیم دیتے تھے، اسی میں وہ بنی اسرائیل کی عادات اور لوک تصوں کا عنصر بھی شامل کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس طریقے کو، یعنی متن پڑھنا، شرح کرنا اور اجتہاد کرنا Saphcrim کہا جانے لگا یعنی "بیان" ——— اسی سے "قانون شفاہی" بنایا گیا۔ اور بعض تفاسیر یا شرحوں پر لفظ میدراش Midrash یعنی "پڑھانا" یا "باہم پڑھنا" کا اطلاق ہوا۔ زمانہ گذرتا گیا اور دوسری صدی عیسوی کے لگ بھگ ان شرحوں سے مختلف روایتوں کی پیدائش ہوتی گئی۔ اسی بات نے حاخامیوں کو اس کی ترتیب اور جمع و تدوین پر مجبور کیا۔ چنانچہ اس کی بنیاد Mishnah کو بنایا گیا (Hastings p. 890) پھر جمارہ (الکمارد) یا (Gamarah) یہ ان مناظروں، تعلیموں اور تفسیروں کا مجموعہ ہے جو مدراش کے سلسلے میں ہوئیں یعنی جب کتاب مقدس مشنہ کے بعد کلیساؤں میں پڑھائی جاتی تھی۔

Marfat.com

اس وقت جو بحث ہوتی تھی۔

تلمود کی دو قسمیں ہیں: بابلی تلمود جو پانچویں صدی میں لکھی گئی اور یروشلمی تلمود یا "تلمود یروشلم" جسے حاخامو طبریہ نے تیسری اور پانچویں صدی کے مابین لکھا۔

مشنہ چھ حصوں پر مشتمل ہے جس میں سے ہر حصے کو Sedarim کہا جاتا ہے، یہ آرامی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ترتیب یا نظام — ہر Seder میں کچھ فصلیں ہیں، پھر ہر فصل میں کچھ ابواب ہیں۔ پھر ہر حصہ فقرات پر مشتمل ہے۔ جو لوگ مشنہ کی شرح اور جمع کرتے تھے اُن کو معلّمین Tannaim کہا گیا۔ یہ سب مشنہ کے زمانے تک تھا، جب مشنہ کا عہد ختم ہوگیا اور ربّانیوں نے اعلان کر دیا کہ مشنہ کا زمانہ گذر چکا، تو جو لوگ مشنہ کی کتابوں کی شرح کرتے تھے اور انھیں جمع کر کے آخری شکل دیتے تھے انھیں آموریم Amoraim یعنی مفسّر یا شارح کہا جانے لگا۔ (Hastings: p. 891)

۱۸۰- یہودیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی طرف سے کتابیں لکھتے تھے جو انھوں نے عربوں سے خریدی ہوتی تھیں پھر انھیں یہ کہہ کر بیچتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں، تاکہ انھیں تھوڑا سا معاوضہ مل جائے۔

۱۸۱- تہذیب التہذیب ۶۷/۱۱

۱۸۲- اس کی جمع 'حابیرم' آتی ہے HABERIM

۱۸۳- دائرۃ المعارف الیہودیہ۔ تحت مادہ RABBI

Marfat.com

۱۸۴- اسد الغابہ ۵/۳۱۵ - و بعد - ابن سعد : الطبقات م ۷ قسم ۲/۵۶
"کعب الاحبار بن ماتع الحمیری کا انتقال زمانۂ خلافتِ عثمان میں ہوا۔
وہ ابوبکر رضؓ کے عہد میں ایمان لائے تھے اور عہدِ فاروقی میں یمن
سے ہجرت کر کے آئے تھے" تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۹ - ان کا انتقال
۳۲ھ یا ۳۴ھ میں ہوا - تہذیب التہذیب ۸/۴۳۹ -

۱۸۵ الطبری ۱/۱۲۶ وغیرہ - النووی / ۵۲۳

۱۸۶- عن ابی ہریرۃ - صحیح مسلم ۵/۲۰۲ - ابن الاثیر : اسد الغابہ ۵/۳۱۵
ابن درید : الاشتقاق / ۲۲۰

۱۸۷– Ency. of Islam. vol. I, 93-94
MARGOLIOUTH: Mohammad p. 352
Ency of Islam. vol. I, p. 94

۱۸۸- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/۵۸۲ - تاریخ الطبری میں کعب
کا نام ۴۳ جگہ آیا ہے (ملاحظہ ہو فہرست الطبری ص ۴۷۸) اور
وھب کا نام ۵۵ سے زائد مقامات پر ملتا ہے - کعب کا نام عیون الاخبار
میں بھی متعدد جگہوں پر آیا ہے - (ملاحظہ ہو : الفہرست /۲۱۴) یہی
حال وھب کی بہ نسبت دوسری کتابوں میں ان کے اقوال کا ہے -

۱۸۹- الطبری ۱/۲۲، ۳۱ -

۱۹۰- الطبری ۵/۱۲ - راجع عن الکعب : الدولابی ۱/۹۹
JEWISH ENCYCLOPAEDIA vol VII, p. 400
(Article: *Ka'b al-Ahbar*)

Marfat.com

۱۹۱- السیادۃ العربیۃ والشیعیہ والاسرائیلیات - تالیف فان فلاتن - ترجمہ حسن ابراہیم حسن ومحمد زکی ابراہیم ۱۹۳۴ ص ۱۱۵

۱۹۲- الطبری ۵/۱۲ - فتح مصر کے بارے میں جو کچھ آیا ہے وہ ملاحم کے قبیل سے ہے - الطبری ۱/۱۲۷

۱۹۳- خیال کیا جاتا ہے کہ عبد اللہ بن الزبیر نے کعب الاحبار کے بارے میں کہا تھا: میری حکومت میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو انھوں نے پہلے سے مجھے نہ بتادی ہو - انھوں نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ بیت اللہ پر ایک قوم حملہ کرے گی" تہذیب التہذیب ۸/۴۴۰

۱۹۴- مروج الذہب ۳/۹۷، ۲/۱۵۲ (مطبع البھیہ) ۱۳۴۶ قاہرہ " انھیں اگلی قوموں کے اخبار، دنیا کے قیام، انبیاء کے احوال، اور بادشاہوں کی سیرۃ کا علم حاصل تھا" ابن خلکان: وفیات الاعیان ۲/۲۳۸

۱۹۵- الطبری ۱/۳۷۱ - ۴۱۳ -

۱۹۶- الثعلبی: قصص الانبیاء/ ۶۱ (قاہرہ ۱۳۲۴ھ) نیز الکسائی: قصص الانبیاء (طبع بون) ۳۱۵ وبعد

۱۹۷- طبع ایتھے (ETHE) (آکسفورڈ ۱۹۰۸ء) ص ۲۵۸

۱۹۸- ROBLES (F. GUILLEN): Leyendas des Jose Hijo de Jacob Zaragoza. 1888

۱۹۹- یہ مشہور نحوی الکسائی سے مختلف شخصیت ہیں - ان کے لیے ملاحظہ ہو

Marfat.com

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد۲/ ۱۰۳۷ نیز دیکھیے الطبری ۱/ ۱۱۶۱

۲۰۰- انسائیکلوپیڈیا ۴/ ۱۰۸۵

۲۰۱- ماسبق ۴/ ۱۰۸۴-

۲۰۲- تہذیب التہذیب ۹/ ۴۲۰- ان کی متعدد روایات ہیں جن پر اسرائیلیات کی چھاپ پائی جاتی ہے - ملاحظہ ہو: عیون الاخبار ۱/ ۲۰۱، ۲۶۴، جلد ۲/ ۱۴، ۳۴۳، جلد ۴/ ۳

۲۰۳- الطبری ۱/ ۱۲۸ ۲/ ۱۰۴- ان کا نام تاریخ طبری میں ۲۹ جگہوں پر آیا ہے-

۲۰۴- ابن سعد: الطبقات ۵/ ۲۷۲ و بعد- جلد ۷ قسم ۲/ ۱۹۳- عیون الاخبار ۲/ ۳۴۳- "محمد بن کعب القرظی کی نشست عمر بن عبدالعزیز کے پاس ہوتی تھی" ج ۳/ ۴

۲۰۵- الفہرست/ ۱۳۶

۲۰۶- الطبری ۱/ ۱۳۸

۲۰۷- الفہرست/ ۳۱ " احمد بن عبداللہ بن سلام الانجیلی" د ک:

WENSINCK p. 745

۲۰۸- التنبیہ والاشراف/ ۹۸- ان میں یحییٰ بن زکریا الکاتب الطبرانی بھی ہے جس کی وفات ۳۱۰ھ کے حدود میں ہوئی، ان میں سعید بن یعقوب الفیومی کا نام بھی ہے جس نے ابن کثیر سے قرأت کی تھی اور داؤد القومسی (متوفی ۲۲۴ھ) نیز ابراہیم البغدادی کے نام بھی ہیں۔

Marfat.com

۲۰۹۔ ملاحظہ ہو، مقدمہ سیرۃ ابن ہشام۔ (اضافہ مترجم: اس موضوع پر سیرۃ ابن اسحاق کے انگریزی ترجمے کا مقدمہ

GUILLAUME: Life of Mohammad

نیز LEWIS: Historians of the Middle East, London, 1962

(The Material Used by Ibn Is'haq)

میں منٹگمری واٹ کا مضمون بھی ملاحظہ ہو۔

۲۱۰۔ تہذیب التہذیب ۱۲۷/۹ تذکرۃ الحفاظ ۶۸/۲ شذرات الذہب ۱۱۸/۲۔ اتنی شہرت اور علم کے باوجود ان پر "ضعیف" ہونے کا الزام ہے، یعقوب بن شیبہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی روایات میں منکر احادیث بکثرت ہیں۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان میں تامل کی گنجایش ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔

۲۱۱۔ الطبری کے پہلی بار بغداد پہنچنے کا زمانہ ہمیں ٹھیک معلوم نہیں ہے۔ بس اتنا جانتے ہیں کہ وہ امام احمد حنبل کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد وہاں آیا تھا۔ امام احمد حنبل کا انتقال ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ (۸۵۵ء) کو ہوا، اس لحاظ سے الطبری اسی زمانے میں کچھ دنوں بعد وہاں پہنچا ہوگا ممکن ہے کہ اسی سنہ میں گیا ہو۔ یاقوت: ارشاد الاریب ۴۲۱/۶۔

۲۱۲۔ تہذیب التہذیب ۱۲۹/۹۔ ارشاد الاریب ۴۳۰/۶

۲۱۳۔ تہذیب التہذیب ۱۵۳/۴۔ "سلمہ بن الابرش قاضی رے اور ابن اسحٰق سے مغازی کے راوی تھے ان سے استناد کرنے میں اختلاف ہے

Marfat.com

مگر یہ ان حضرات میں سے ہیں جو ابن اسحٰق کے ہم عصر تھے۔ الشذرات ۱/۲۲۸

۲۱۴- طبقات ابن سعد جلد ۳ قسم اول۔ مقدمہ از ایڈورڈ سخاؤ ص ۲۹ "ابو عبداللہ سلمہ بن الفضل الرازی" الدولابی ۲/۵۶

۲۱۵- تہذیب التہذیب ۴/۱۵۲

۲۱۶- ارشاد الاریب ۶/۴۳۰

۲۱۶- یہ ۱۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور گویا الطبری کے ہم عصر تھے۔ ان کی کتاب مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے ۱۳۲۲ھ میں چھپ چکی تھی۔ ان کے لیے ملاحظہ ہوں: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۱ نیز عباس بن محمد رضا القمی: الکنی والالقاب مطبع العرفان صیدا (۱۳۵۸ھ) ج ۲/۲۱۱۔ ان کا ذکر الطبری نے صرف ایک جگہ کیا ہے۔ دیکھیے (پہلا ایڈیشن) الدورۃ الاولیٰ ۱/۸۰۶

۲۱۷- تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۹۹۔ طبقات ابن سعد مقدمہ سخاؤ ج ۳ قسم ۱/۲۵۔ الشذرات ۲/۴۔ ان کا نام تاریخ طبری میں دس سے زائد مقامات پر آیا ہے۔ فہرست الطبری/۶۱۶

۲۱۸ أسد الغابة فی معرفة الصحابة ۱/۱۱ (طبع جمعیۃ المعارف)

۲۱۹- احمد بن عبد الجبار بن محمد بن عمیر بن عطارد بن حاجب بن زرارہ التمیمی العطاردی الکوفی (متوفی ۲۷۲ھ) تہذیب التہذیب ۱/۵۲ الطبری نے ان کے نسخے سے کچھ نقل نہیں کیا۔ دیکھو فہرست الطبری/۱۰ ترتیب دی خویہ De Goeje مطبوعہ ۱۹۰۱ء الشذرات ۲/۱۶۶

Marfat.com

۲۲۰- ارشاد الاریب ۶ / ۴۰۰-

۲۲۱- الطبری ۱ / ۱۲۶ - ۲ / ۱۲۶ وغیرہ- ان کا ترجمہ تاریخ بغداد میں بھی ملے گا ۱۴ / ۱۳۲ - "یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی الکوفی نے ابن اسحٰق سے مغازی اخذ کیے اور ان میں بہت کچھ اضافہ کیا" الشذرات ۱ / ۳۴۱-

۲۲۲- الارشاد ۶ / ۴۰۰، تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۲۹۸، کتاب الکنیٰ والاسماء للدولابی ۱ / ۱۰۳

۲۲۳- تاریخ الطبری میں ان کا نام دو جگہ آیا ہے- دیکھو پہلا ایڈیشن / ۵۷۳-۹۷۰

۲۲۴- عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی- الشذرات ۱ / ۳۴۳- تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۲۸۷- ان کا نام تاریخ طبری میں پانچ جگہ آیا ہے ملاحظہ ہو پہلا ایڈیشن / ۱۱۵ - ۱۹۷- ۳۸۶- ۵۷۲ - ۹۷۰

۲۲۵- لسان المیزان ۱ / ۲۸۰- تہذیب التہذیب ۶ / ۸۶- تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۲۸۷- الشذرات ۱ / ۳۴۳

۲۲۶- تہذیب التہذیب ۱ / ۴۲۵- تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۸۶- الشذرات ۲ / ۱۲۶ ان کا نام ۴۰ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے- رجوع کنید: فہرست الطبری / ۵۲۸

۲۲۷- تہذیب التہذیب ۱۱ / ۱۶۱- تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۳۰۷- الشذرات ۲ / ۶- ابن المثنیٰ سے ابوبشر محمد بن احمد الدولابی نے بھی روایت کیا- دیکھیے ۱ / ۵۹ وغیرہ-

۲۲۸- انساب الاشراف لاحمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری- الجزء الخامس-

Marfat.com

القدس سنہ ۱۹۳۶ء صفحات ۵۰، ۸۲، ۸۸، ۹۶، ۱۰۱، ۱۲۳، ۱۵۵،
۱۵۶، ۱۵۰، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۰۲، ۳۰۳ وغیرہ

۲۲۹- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۲۳- الشذرات ۱/ ۳۰۵- الدولابی ۱/ ۹۹

۲۳۰- ان سے "کتاب السیرۃ والمبتدأ والمغازی" کی روایت کی گئی ہے" الارشاد ۶/ ۴۰۱- الفہرست / ۱۳۶- طبقات ابن سعد ج ۳ قسم ۱/ ۲۵ مقدمہ و ج ۳ قسم ۲/ ۵۱- تہذیب التہذیب ۱/ ۱۲۱

ابراہیم بن سعد اپنے زمانے میں اہل مدینہ میں حدیث کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ یہ بغداد میں بیت المال کے نگران تھے اور ہارون الرشید ان کی بہت عزت کرتا تھا۔

۲۳۱- الطبقات ج ۳ قسم ۱/ ۲۵ و ج ۳ قسم ۱/ ۵۱- تہذیب التہذیب ۱۱/ ۱۰-
ان کے بیٹے عبد اللہ بن ہارون نے اور معلی بن اسماعیل نے ان سے روایت کیا۔ البخاری کا قول ہے کہ وہ ابن اسحٰق کے سوا دوسروں کی حدیث میں غلطی کر جاتے ہیں۔

۲۳۲- الفہرست / ۱۳۶- شذرات الذہب ۲/ ۱۰- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۰
SPRENGER: ZDMG XIV p. 288

۲۳۳- تاریخ بغداد ۱/ ۲۲۱

۲۳۴- تاریخ بغداد ۱/ ۲۲۱

۲۳۵- BROCKELMANN: Suppl. Vol. I p. 205

۲۳۶- FÜCK: Mahammad bin Is'haq. Frankfurt. 1925

Marfat.com

۲۳۷- ابن سعد: الطبقات ۲/۷ - ابن قتیبہ: المعارف / ۲۴۸- ابن الندیم: الفہرست / ۱۳۶ - یاقوت: الارشاد ۵/ ۳۹۹ - ابن خلکان: الوفیات / ۶۲۳- الذہبی: میزان الاعتدال ۳/ ۲۱ - ابن حجر: التہذیب ۹/ ۲۴۸ "اور عبدالملک ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی کتابوں سے اخذ کیا۔ پھر جس نے بھی سیرۃ کے موضوع پر کچھ کہا ہے وہ اس پر اعتماد کرتا ہے" الشذرات ۱/ ۲۳۰

۲۳۸- "(المبتدأ)" الفہرست / ۹۲ (مبدأ الخلق) ابن ہشام طبع وستنفلڈ ۲/ ۸ (المبدأ وقصص الانبیاء) السیرۃ الحلبیہ ۲/ ۲۳۵ (کتاب المغازی)

Encyclopaedia of Islam vol. II. p 390

۲۳۹- "کتاب الخلفاء" مستشرق KARABACEK کا خیال ہے کہ RAINER کے مجموعے میں جو اوراق ہیں ممکن ہے کہ وہ سیرۃ ابن اسحٰق کے نسخۂ اصلی کے ورق ہوں۔

۲۴۰- "اخبار مکہ المشرفہ" تاریخ مکۃ المشرفہ BROCKELMANN. Suppl. vol. I, 209

۲۴۱- الطبری: تاریخ الطبری۔ تاریخ معاویہ وبعد۔

Encyclopaedia of Islam vol. I. p. 542

۲۴۲- تہذیب التہذیب ۷/ ۳۷۷ - تاریخ بغداد ۱۲/ ۱۰۶ - الطبری ۶/ ۱۶۶

۲۴۳- کشف الظنون ۱/ ۲۸۹

۲۴۴- فہرست الطبری / ۳۹۹

۲۴۵- انساب الاشراف (حصہ ۲ جزء ۴) صفحات ۶ - ۱۴۱ - ۱۴۷ - جلد ۵/ ۲۶۳ -

Marfat.com

۲۴۶- الفہرست ۱۲۶/۱

۲۴۷- ابن ہشام ۴/۱

۲۴۸- الطبری ۹۲/۱

۲۴۹- الطبری ۶۰/۱

۲۵۰- الطبری ۵۵/۱

۲۵۱- الطبری ۴۷/۱

۲۵۲- الطبری ۱۲۰/۱-

۲۵۳- تاریخ طبری میں اس کا نام ۷ جگہ آیا ہے- دیکھو فہرست الطبری ۳۲/-
اس نے الحسن بن علی اور عروۃ بن الزبیر سے روایت کی ہے اور اس
کے بیٹے نے اس سے روایت کی ہے- تہذیب التہذیب ۱۵۷/۱

۲۵۴- رک : فہرست الطبری ۲۱۰/

۲۵۵- یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام - تہذیب التہذیب ۲۳۴/۱۱-
تاریخ الطبری میں ان کا نام ۱۷ جگہ آیا ہے- (رک : فہرست الطبری ۶۳۶/)

۲۵۶- ان کا نام ۱۲ جگہ آیا ہے- (فہرست الطبری ۵۰۸/) "محمد بن جعفر بن
الزبیر بن العوام (متوفی بین ۱۱۰-۱۲۰ھ) فقہائے مدینہ میں سے تھے-
تہذیب التہذیب ۹۳/۹

۲۵۷- ان کا نام ۲۲ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری ۵۸۷/) "نافع الفقیہ مولیٰ
ابن عمر ابو عبداللہ المدنی" - ۱۱۷ھ یا ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال کیا-
تہذیب التہذیب ۴۱۲/۱۰- الشذرات ۱۵۰/۱ "عمر بن عبدالعزیز نے

Marfat.com

انھیں اہل مصر کو حدیث کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔

۲۵۸- تاریخ طبری میں اُن کا نام ۴ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری / ۳۴۴)
انھوں نے ۱۱۷ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی۔ الشذرات ۱/۱۵۳۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ یہ الواقدی کا قول
ہے لیکن یہ صحیح نہیں، پہلی روایت ہی درست ہے۔ یہ انساب اور
تاریخ عرب کے عالم تھے۔ (تہذیب التہذیب ۶/۲۶۱) انھوں نے
مصاحف کی کتابت کی تھی (تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۱)

۲۵۹- محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی، ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان سے یحیٰی
ابن سعید الانصاری، ہشام بن عروۃ، الاوزاعی اور محمد بن اسحق نے
روایت کی ہے (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۷۔ الشذرات ۱/۱۵۰)

۲۶۰- یہ الاخنس بن شریق کے مولی تھے ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ مفسرین و
محدثین میں شمار ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ قدریہ عقائد رکھتے تھے۔
(تہذیب التہذیب ۹/۵۴) یہ مجاہد کے دوست تھے (الشذرات
۱/۱۸۲)

۲۶۱- تاریخ الطبری میں ان کا نام ۳۷ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری) یا لزبیر بن
العوام کے پوتے تھے ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب
التہذیب ۱۱/۵۰-۵۱) ان پر ہم نے کسی دوسری جگہ تفصیل سے
گفتگو کی ہے۔

۲۶۲- تاریخ الطبری میں ان کا حوالہ ۱۲ جگہ آیا ہے (فہرست الطبری / ۶۴۰)

Marfat.com

"یزید بن ابی حبیب ان کا نام سوید الازدی ہے، ابو رجاء المصری ان کے والد تھے، یہ اپنے زمانے میں اہل مصر کے مفتی تھے اور ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مصر میں علوم (اسلامی) کی اشاعت کی۔ ۱۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۳۱۹۔ الشذرات ۱/۱۷۵)

۲۶۳۔ سعید بن ابی سعید کیسان، متوفی ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۰۔ تہذیب التہذیب ۴/۳۸۔ الشذرات ۱/۱۶۳

۲۶۴۔ سیرۃ ابن ہشام پر وسٹنفلڈ کا مقدمہ۔ یحییٰ بن سعید الانصاری کا نام تاریخ طبری میں ۱۱ جگہ آیا ہے۔ ان کی کئی کتابیں بھی ہیں۔ تہذیب التہذیب ۱/۲۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۲۱۔ شعبہ بن الحجاج کا نام بھی تاریخ الطبری میں متعدد جگہ آتا ہے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ بصرہ کے محدثین میں شمار ہوتا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۱ و بعد "امیر المومنین فی الحدیث" الشذرات ۱/۲۴۸

۲۶۵۔ SCHWALLAY Vol II. p 125

GOLDZIHER Muh Stud. vol II. p 147

CAETANI Annali vol I. p 43

۲۶۶۔ الطبقات الکبریٰ جلد ۱ قسم ۲/۱۲۲۔ اسد الغابہ ۲/۹۳۔ نیز رک: الدولابی ۱/۸۲

۲۶۷۔ الطبقات ۵/۲۱۶۔ تہذیب التہذیب ۴/۲۰۶ و بعد۔

Marfat.com

۲۶۸- طبقات ابن سعد (در ذیل ترجمہ ابن عباس و ابی کریب)

۲۶۹- A: SPRENGER in Journal of the Asiatic Society of Bengal. vol. XXV p 72 (1856)
Das Heben und die Lehre des Muhammed. III, pp. CVI CXV
CAETANI: Annali Vol. I. pp. 47-51
SCHWALLAY vol. II, p. 167

۲۷۰- اسد الغابۃ ۳/ ۱۹۴- الاتقان/ ۹۰۹

۲۷۱- الطبری ۱/ ۶۲- الواحدی: الاسباب/ ۱۴۱
SCHWALLAY vol. II, p. 165

۲۷۲- الفہرست/ ۵۱

۲۷۳- ان کا نام تاریخ طبری میں ۶۳ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے۔

۲۷۴- ابن سعد: الطبقات الکبری ۶/ ۱۷۹- الشذرات ۱/ ۱۰۸- "یہ فتوی نہیں لکھتے تھے حالانکہ ابن عباس اس کے لیے فرمایش کرتے تھے مگر جب وہ نابینا ہو گئے تو انھوں نے فتوے لکھنا شروع کر دیا تھا۔" تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۵

۲۷۵- ابن سعد: الطبقات الکبری ۶/ ۱۷۶- سعید بن جبیر نے بیان کیا: "میں حج کو جانے کی تیاری کر رہا تھا، اسی زمانے میں کوفہ کے ایک یہودی نے مجھ سے کہا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم علم کی طلب کرنے والے انسان ہو، ذرا یہ بتاؤ کہ دو میں سے کون سی اجل کا موسیٰ کے لیے حکم دیا تھا" میں نے کہا: "مجھے علم نہیں، لیکن میں عرب کے سب سے بڑے عالم (ابن عباس)

Marfat.com

کے پاس جانے والا ہوں ان سے اس کے بارے میں پوچھوں گا۔"
جب میں مکہ پہنچا تو میں نے ابن عباس کے سامنے یہ سوال پیش کردیا
اور انھیں یہودی کا قول بھی سنایا۔ انھوں نے کہا: "دونوں میں سے
سب سے بڑی اور سب سے شیریں کا۔ کیونکہ جب نبی سے وعدہ کیا جاتا ہے
تو اس کے خلاف نہیں ہوتا۔" سعید نے کہا: جب میں عراق واپس آیا
تو اس یہودی سے ملا، اور اسے یہ خبر دی؛ اس نے کہا: وہ سچے
ہیں اور جو کچھ موسیٰؑ پر نازل ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔" المذاہب الاسلامیہ
SCHWALLAY ۲۷۔ الطبری: تفسیر ۴۰/۲۰
vol. II, p. 167

۲۷۶۔ ابن سعد: الطبقات الکبری ۲۱۰/۶

۲۷۷۔ "وہ سعید بن جبیر سے رَے میں ملے تھے اور ان سے علم تفسیر حاصل
کیا تھا۔" تہذیب التہذیب ۴۵۳/۴۔ انھوں نے ۱۰۲ھ میں
انتقال کیا۔ الشذرات ۱۲۴/۱۔ ایک روایت میں ۱۰۶ھ بھی آیا ہے۔

۲۷۸-SPRENGER: Das Leben vol. III p. CXII:
جویبر بن سعید الازدی ابو القاسم البلخی مفسرین میں سے تھے۔ یحییٰ القطان
نے کہا: "ان لوگوں سے تفسیر اخذ کرنے میں حرج نہیں جن کی حدیث کو
معتبر نہیں سمجھا گیا ہے پھر انھوں نے الضحاک، جویبر اور محمد بن السائب
کا ذکر کیا کہ لوگ ان سے احادیث قبول نہیں کرتے تھے مگر ان کی تفسیر
اخذ کر لیتے تھے۔" جویبر بن سعید بلخ کے باشندے تھے اور الضحاک کے
دوستوں میں سے تھے۔ ان سے بہت سی روایات آئی ہیں۔ وہ اقوام

Marfat.com

کی تاریخ جاننے کے لیے مشہور تھے اور ان کو تفسیر میں "حسن" (اچھا) کہا گیا ہے مگر روایت کرنے میں ذرا نرم تھے۔ سنہ ۱۴۰ھ اور سنہ ۱۵۰ھ کے درمیان انتقال کیا۔ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۲۴۔

علی بن الحکم البنانی ابوالحکم البصری، سنہ ۱۳۰ھ یا سنہ ۳۱ یا سنہ ۱۳۵ھ میں رحلت کی۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۱۱۔ عبید بن سلیمان الباہلی ان کے مولا تھے۔ ان کا وطن کوفہ تھا، مرو میں پرورش پائی۔ انھوں نے الضحاک بن مزاحم سے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۶۷

ابوروق عطیہ بن الحارث الھمزانی الکوفی صاحب تفسیر تھے۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۲۴۔ تاریخ طبری میں ۴۶ جگہ ان کا حوالہ آیا ہے۔

نہشل بن سعید بن وردان الوردانی ابوسعید، انھیں ابوعبداللہ الخراسانی النیسابوری اور الترمذی بھی کہا جاتا ہے یہ ثقہ نہیں ہیں۔ جھوٹے تھے، ان کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی۔ انھوں نے الضحاک سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۷۹۔

۲۷۹۔ المعارف/ ۲۲۱۔ الفہرست/ ۳۱۷ (سنہ ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے — تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۸۲) الشذرات ۱/ ۳۴۹

۲۸۰۔ تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۹۶

۲۸۱۔ تہذیب التہذیب ۴/ ۱۲۳

۲۸۲۔ سفیان بن عیینہ (ولادت: سنہ ۱۰۷ھ) جنھوں نے سنہ ۱۶۳ھ میں مکہ کو ہجرت کی تھی، ان کے ترجمے کے لیے رجوع شود کتاب المعارف/ ۲۲۱۔

Marfat.com

تہذیب التہذیب ۴/ ۱۱۷ " یہ الزہری کے راویوں میں سے ہیں ۔
وہب نے کہا کہ میں نے علم تفسیر میں ابن عیینہ سے زیادہ جاننے والا کسی
کو نہیں پایا " الشذرات ۱/ ۳۵۴

۲۸۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۴۲

۲۸۴۔ الفہرست / ۳۱۶

۲۸۵۔ تذکرۃ الحفاظ / ۱۴۵ " یہ کوفہ کے عالم اور محدث تھے " الشذرات ۱/ ۱۲۰ - ۱۲

۲۸۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۰ - الشذرات ۱/ ۲۳۶

۲۸۷۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۹۱ و بعد - یہ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ علم الحدیث میں
" امیر المومنین " تھے ۔ الشذرات ۱/ ۲۵۰

۲۸۸۔ الفہرست / ۳۱۴ - ۳۱۵ - میں ان کی " کتاب السنن " کا حوالہ ہے ۔
(سفیان ثوری کی تفسیر قرآن کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ
ہے جسے مولانا امتیاز علی عرشی نے نہایت مفید حواشی کے ساتھ ایڈٹ
کر کے چھاپ دیا ہے ۔ یہ مکمل تفسیر نہیں ، صرف چند پاروں کی بعض
آیات پر الثوری کی روایت ہے ۔ بہر حال اس لیے قابل قدر ہے کہ
تفسیر قرآن کا ایک قدیم اور مدوّن نسخہ ہے) (مترجم)

۲۸۹۔ الفہرست / ۳۱۶

۲۹۰۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۱ - الشذرات ۱/ ۲۲۶

۲۹۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۱ - خالد بن نزار بن سلیم الغسانی (مولی) الایلی
۲۲۲ھ میں وفات پائی جیسا کہ ابن سعد نے روایت کیا ہے ۔ تہذیب
التہذیب ۳/ ۱۲۳ ۔

Marfat.com

۲۹۲- تہذیب التہذیب ۶/ ۴۰۲

۲۹۳- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۶۷- الشذرات ۱/ ۲۳۷- "بصرہ کے شیخ اور عالم اور پہلے شخص جنھوں نے وہاں علم کو مدوّن کیا۔"

۲۹۴- التذکرۃ ۱/ ۱۸۵- "اگر شعبہ نہ ہوتے تو علمِ حدیث سے عراق واقف ہی نہ ہوتا۔" الشذرات ۱/ ۲۴۷

۲۹۵- التذکرۃ ۱/ ۱۸۱-

۲۹۶- "عبدالرحمٰن بن ابی لیلی الانصاری کوفے کے فقیہ تھے۔" الشذرات ۱/ ۹۲- تہذیب التہذیب ۶/ ۲۶۱- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۵۵

۲۹۷- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۵۵

۲۹۸- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۶- تفسیر الطبری ۱/ ۳۱- المذاہب الاسلامیہ/ ۷۳- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۵/ ۳۴۳

SCHWALLAY vol. II, p. 167

۲۹۹- ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ تفسیرِ قرآن کے بارے میں ابن عباس سے سوالات کرتے تھے اور اُن کے ساتھ تختیاں ہوتی تھیں اور ابن عباس ان سے کہتے تھے: "لکھو" کہا کہ اسی طرح انھوں نے ساری تفسیر لکھ ڈالی۔" تفسیر الطبری ۱/ ۳۱- (قاہرہ ۱۳۲۳ھ مطبع بولاق)

"مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے قرآن کو تین بار ابن عباس کے سامنے پڑھا، الفاتحہ سے خاتمہ تک۔ اس کی ہر آیت پر رک جاتا تھا

Marfat.com

اور ان سے سوال کرتا تھا۔ الشذرات ۱/۱۲۵

۳۰۰۔ حمید بن قیس الاعرج المکی ابو صفوان القاریٔ الاسدی (نسبت: ولایت) سنہ ۱۳۰ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب ۲/۴۷) عبداللہ بن ابی نجیح المکی مفسر تھے اور مجاہد کے دوست تھے۔ یہ بنی مخزوم کے مولا تھے۔ سنہ ۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ (الشذرات ۱/۱۸۲) "سفیان' ابن ابی نجیح کی تفسیر کی صحت کیا کرتے تھے۔" "یحیی بن سعید نے کہا کہ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے تفسیر کی سماعت نہیں کی تھی۔" القطان نے کہا: انھوں نے مجاہد سے پوری تفسیر کی سماعت نہیں کی بلکہ القاسم بن ابی بزہ سے مکمل سماعت کی تھی۔ وہ القاسم بن ابی بزہ کی کتاب تفسیر (بروایت مجاہد) میں ابن جریج کے مثل ہیں کہ ان دونوں نے مجاہد سے غیر سماعی روایت کی ہے۔" تہذیب التہذیب ۶/۵۴۔ ابو روق عطیہ بن الحارث الہمدانی الکوفی صاحب تفسیر تھے۔

عیسیٰ بن میمون الجرشی المکی ابو موسی معروف با بن دایہ بھی صاحب تفسیر تھے۔ تہذیب التہذیب ۸/۲۳۵

۳۰۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۶

۳۰۲۔ ابن سعد: الطبقات الکبری ج ۲ قسم ۲/۱۲۳۔ جلد ۵/۳۴۴۔ ۳۴۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۲۔ الشذرات ۱/۱۴۷

۳۰۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۸۶۔ تہذیب التہذیب ۲/۲۹ و بعد

۳۰۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۷۔ الشذرات ۱/۱۶۔ ان کا نام تاریخ طبری میں ۲۴

Marfat.com

جگہ آیا ہے۔

۳۰۵- انساب الاشراف جلد ۴ القسم الثانی - وہب بن جریر کا نام اس کتاب میں متعدد مقامات پر آیا ہے - ملاحظہ ہو " فہرست الاعلام، ص ۳۰ اور جلد ۵/۴۲۸ (فہرست اعلام)

۳۰۶- فہرست تاریخ الطبری ۳۰/۷

۳۰۷- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۵/۲۱۲ وبعد - تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۹

۳۰۸- تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۰ - ابن سعد: الطبقات ۲ قسم ۲/۱۳۳ و ۵/۲۱۲
" ابن عباس میرے پیروں میں بیڑی ڈال دیتے تھے، اور مجھے قرآن و سنت کی تعلیم دیا کرتے تھے"

۳۰۹- تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۰ - الشذرات ۱/۳۰ SCHWALLAY vol II. p 167

۳۱۰- المذاہب الاسلامیہ ۷۴/ - یاقوت: الارشاد ۵/۶۲
" عبداللہ بن ابی الحارث نے کہا: میں علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا تو دیکھا کہ عکرمہ دروازے کے پاس چبوترے پر رسی سے بندھے پڑے ہیں۔ میں نے کہا: تم اپنے مولیٰ کے ساتھ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: "یہ شخص میرے باپ کے نام سے جھوٹ شائع کرتا ہے"۔ ابن خلکان ۱/۴۰۲ "ان کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خوارج کے ہم خیال تھے"

۳۱۱- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۵/۲۱۲ - ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱/۴۰۲ - یاقوت: الارشاد ۵/۶۳

Marfat.com

۳۱۲- یہ ۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۱۵۶- لسان المیزان ۱ / ۱۷۴- ارشاد الاریب ۱ / ۱۲۸- تاریخ بغداد ۴ / ۱۶۲- الفہرست / ۳۲۱- ان کی کتابوں میں ایک کتاب اخبار الشعراء بھی ہے نیز "کتاب المتیمین من الاعراب"۔ الشذرات ۲ / ۸۰- ان کے والد ابوخیثمہ زہیر بن حرب الشیبانی ۲۳۴ھ میں مرے- ان کی بھی کئی تصانیف ہیں-

۳۱۳- انھوں نے ۲۳۴ھ میں وفات پائی- ان کی کتابوں میں: کتاب المسند اور کتاب العلم ہیں- الفہرست / ۳۲۱- تاریخ طبری میں ان کا نام ۲۲ سے زیادہ مقامات پر آیا ہے- اگرچہ وہاں "زہیر بن حرب بن شداد الجرشی ابوخیثمہ" آتا ہے- یہ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے- تہذیب التہذیب ۳ / ۳۴۲ وبعد-

۳۱۴- الفہرست / ۱۶۰- ابن خلکان: الوفیات رقم ۲۶۶- ۲۶۷- ۴۲۷-
BROCKELMANN Suppl. Vol I p 212

۳۱۵- الفہرست / ۱۶۰-۱۶۱- الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد ۸ / ۴۶۷- ۴۷۱- یاقوت: ارشاد الاریب ۴ / ۲۱۸- تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۹۹- الیافعی: المرآۃ ۲ / ۱۶۷- "صاحب الفہرست نے ان کی ۳۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے"- جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۲ / ۱۹۴- ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱ / ۱۸۹- ان کی بعض کتابیں کتب خانوں میں مل جاتی ہیں-

Marfat.com

۳۱۶- الارشاد ۱/۱۲۸- ابو عبداللہ محمد بن سلام الجمحی البصری متوفی ۲۳۲ھ۔
زیدان ۲/۱۰۸- الفہرست/۱۶۵۔

۳۱۷- الفہرست/۱۴۷

۳۱۸- تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۷

۳۱۹- تہذیب التہذیب ۳/۱۸۰۔

۳۲۰- تہذیب التہذیب ۷/۲۷۳

۳۲۱- انھیں احمد بن سواد بن جزء بھی کہا جاتا ہے نیز، ابن شہاب بن جزء بن ثعلبہ بھی کہلاتے ہیں (تہذیب التہذیب ۱/۱۰)

۳۲۲- تہذیب التہذیب ۳/۳۴۲- ۳۴۳

۳۲۳- انساب الاشراف (مطبع عبرانی یونیورسٹی یروشلم) دوسرا حصہ، چوتھا جزء صفحات ۲۳- ۴۲- ۴۵- ۵۸- ۸۸- ۱۱۲- ۱۱۷- ۱۱۸- ۱۱۹- جلد ۵/
۱۰۱- ۱۵۵- ۱۵۶- ۱۵۰- ۲۵۰- ۲۷۱- ۳۰۳- ۳۳۲- ۳۳۳۔

۳۲۴- تہذیب التہذیب ۹/۲۸۵- ۲۱۲- ان کا نام تاریخ طبری میں بکثرت وارد ہوا ہے۔

۳۲۵- تہذیب التہذیب ۱/۲۶۱

۳۲۶- تہذیب التہذیب ۴/۲۳۲

۳۲۷- الطبری: تاریخ ۱/۹۴، ۱۴۲، ۱۸۵، ۲۳۳۔

۳۲۸- ابن سعد: الطبقات ۶/۲۰۷، تہذیب التہذیب ۱/۲۱۶، المعارف/۲۱۰

۳۲۹- میزان الاعتدال ۱/۲۰۵- تاریخ بغداد ۸/۱۱۸- تذکرہ ۲/۱۷۶۔

Marfat.com

۳۳۰- الطبری ۱/ ۶۰-۶۱-۶۶-۶۷

۳۳۱- الطبری ۱/ ۱۶۸

۳۳۲- الطبری ۱/ ۱۸۱

۳۳۳- تہذیب التہذیب ۱/ ۲۱۳

۳۳۴- دائرۃ المعارف الاسلامیہ ، ۴۹۳ (ترجمہ عربی) مادہ "تاریخ"

۳۳۵- تہذیب التہذیب ۱/ ۲۱۱ ؛ لسان المیزان ۱/ ۸۲- السمعانی: الانساب ورق ۲۹۶ ب- الذریعہ الی تصانیف الشیعہ مصنفہ محمد حسن المعروف بہ آغا بزرگ طہرانی ۳/ ۲۰۶- تاریخ بغداد ۲/ ۱۹۳

۳۳۶- اعیان الشیعہ ۱۲/ ۱۴

۳۳۷- تہذیب التہذیب ۱/ ۲۱۱- لسان المیزان ۱/ ۸۲

۳۳۸- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۶/ ۲۸۵ "صاحب تفسیر اسباط بن نصر" تہذیب التہذیب ۸/ ۲۲

۳۳۹- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۱۷

۳۴۰- الطوسی: الفہرست / ۴

۳۴۱- الطبری: تاریخ ۱/ ۲۰-۲۲، ۴۱، ۴۳، ۴۷، ۵۰، ۵۳، ۱۳۰، ۱۹۰، ۲۱۸، ۲۳۷ وغیرہ-

۳۴۲- "عن ابن الکلبی"۔ الفہرست، ۹۵ (طبع فلوگل) ابن سعد: الطبقات ۶/ ۲۴۹، السیوطی: الاتقان ۲/ ۱۲ SCHWALLAY vol. II. P. 171. Encyclopaedia of Islam vol II p. 689

Marfat.com

۳۴۳- الذریعہ ۴/۲۷۶ ، ۲۴۴ ، ۲۲۴ تفاسیر ابن الکلبی کے مخطوطات برلن کے بارے میں ملاحظہ ہو: بروکلمان ۱/۱۹۰ ' اشپرنگر ۲/۴۰۴ (طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) اس کے نسخے استنبول میں بھی ہیں۔ SCHWALLAY vol. II p. 171.

۳۴۴- تاریخ بغداد ۳/۲۹۳

۳۴۵- الفہرست / ۱۳۹

۳۴۶- ملاحظہ ہو: انساب الاشراف طبع جامعہ عبرانی۔

۳۴۷- "سلسلۃ الکذب" الاتقان / ۹۱۴ - السیوطی: الباب النقول فی اسباب النزول- تفسیر سورۃ ۱۲-۱۳- ابن سعد: الطبقات ۶/۲۵۰ SCHWALLAY vol. II p. 170 SPRENGER vol. III p. CXIV OTTO LOTH: in ZDMG vol. XXXV p. 598 (1881)

۳۴۸- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۸۹

۳۴۹- ابن سعد: الطبقات ۷/۱۱۴ - النووی / ۴۰۹ و بعد۔

۳۵۰- SCHWALLAY vol. II, p. 168 تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۶ "الحسن بن ابی الحسن یسار ابو سعید البصری" الفہرست (طبع فلوجل) ابن خلکان: وفیات الاعیان ۱/۱۶۰- تہذیب التہذیب ۱/۲۶۴- ابن سعد: الطبقات ۷/۱۱۴ و بعد Ency of Islam Vol. II p. 273

۳۵۱- SCHWALLAY Vol. II. p. 168 BROCKELMANN G.A.L. Vol. I. p. 67

۳۵۲- . . . وفات ۱۲۱ھ - الفہرست - کتاب سعید بن بشیر بن قتادہ، کتاب تفسیر محمد بن ثور عن معمر عن قتادہ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۵

Marfat.com

"قتادہ علم حدیث وحفظ روایات کے ساتھ ساتھ عربیت، لغت،
ایام العرب اور انساب میں بھی ماہر تھے" تہذیب التہذیب ۸/۳۵۱
وبعد۔ شواہے جلد ۲/۱۶۸

۳۵۳۔ النووی/۵۰۹۔ شواہے ۲/۱۶۸

۳۵۴۔ "خارجہ بن مصعب بن خارجہ الضبعی بن الحجاج الخراسانی السرخسی"
تہذیب التہذیب ۳/۷۶

۳۵۵۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۷" یہ قتادہ کی روایت کے لیے سب سے زیادہ
معتبر ہیں"

۳۵۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۲

۳۵۷۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۸

۳۵۸۔ الفہرست/۵۱۔ اشپرنگر ۳/

۳۵۹۔ الفہرست/۵۷ "محمد بن ثور الصنعانی ابو عبداللہ العابد سنہ ۱۶۰ھ
میں انتقال کیا یا اس سے ذرا پہلے یا ذرا بعد میں" تہذیب التہذیب ۹/۸۰

۳۶۰۔ الفہرست/اد۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۵

۳۶۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱۶۔ شواہے ۲/۱۶۸

۳۶۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۴۔ النووی/۳۱۳۔ تہذیب التہذیب ۳/۳۳۸

۳۶۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۱

۳۶۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۶۹

۳۶۵۔ طبقات ابن سعد ج ۶ قسم ۱/۱۶۱

Marfat.com

۳۶۶- المذاہب الاسلامیہ / ۷۷

۳۶۷- المذاہب الاسلامیہ / ۷۷

۳۶۸- عیون الاخبار / ۳۷۳ (طبع بروکلمان) طبقات ابن سعد ۳ / ۱۰۵ وبعد (طبع سخاؤ) نیز مقدمہ ×۷- ابن ہشام ۱/ ۲۷۰، ۳۳۶، ۳۴۸، ۳۸۷، ۳۸۹، ۲/ ۱۵۲، ۲۷۶، ۳۲۸، ۴/ ۱۷۹ (طبع محمد محی الدین عبدالحمید)- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۲/ ۴۰۳

۳۶۹- طبقات ابن سعد ج ۴ قسم ۱/ ۵۳ وبعد- کتاب اللمع (طبع نکلسن) ۱۳۴ الطبری (طبع دی خوے) فہرست اسد الغابہ ۲/ ۳۲۸- ابن ہشام ۱۳۶/ وبعد (طبع وسٹنفلڈ) انسائیکلوپیڈیا ۴/ ۱۱۶

CLEMENT HUART
Selman des Fars in Melanges Deren Bourg Paris (1909) p. 297

۳۷۰- کتاب الاشتقاق لابن دُرَید / ۲۹۵- انسائیکلوپیڈیا ۱/ ۹۳

SPRENGER: Das Leben und die Lehre des Mohammad vol. III. pp. LXXXIII GOLDZIHER Abh zur Arabi Philologie vol I. p 49 Z D M.G. I. 487.
WENSINCK: Hand Worter Buch des islam. Leiden. (1941) p. 10

۳۷۱- طبقات الحفاظ ۴ رقم ۱۱ میزان الاعتدال ۱/ ۱۷۵- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۴۰- گولڈزیہر: محمڈن اسٹڈین ۲/ ۱۰

۳۷۲- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۹۲ (سنہ ۹۰ھ اور سنہ ۹۳ھ کے مابین وفات ہوئی-)

Marfat.com

البلاذری /۳۸۱ (طبع دی خوسے) المعارف لابن قتیبہ /۱۵۷ (طبع وسٹنفلڈ) ابن الاثیر: اسد الغابہ ۱۲۷/۱ (طبع قاہرہ ۱۲۸۶ھ) انسائیکلوپیڈیا ۳۴۶/۱ - گولڈ زیہر ۳۲/۲ - ڈینسنک /۵۱

۳۷۳- تذکرۃ الحفاظ ۲۳۰/۱

۳۷۴- تذکرۃ الحفاظ ۱، ۱۳۴

۳۷۵- الطبری ۱/ ۱۲۸

۳۷۶- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۸۶ - الطبری ۱/ ۱۲۹

۳۷۷- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۸

۳۷۸- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۹۷

۳۷۹- الطبری ۱/ ۱۴۹ "دانیال"

۳۸۰- تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۱۷ (نیز الطبری فہرست الاسماء)

۳۸۱- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۳

۳۸۲- تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۳- الطبری ۱/ ۱۵۶، ۲۳۷، ۲۲۳-

۳۸۳- NOLDEKE Geschichteder

۳۸۴- حمزہ / ۱۲-۱۳

۳۸۵- الطبری ۲/ ۱۱

۳۸۶- الطبری ۲/ ۵۶

۳۸۷- کیومرث (حمزہ / ۱۲) سارے ایرانی اس کی اولاد ہیں - یہ گمان کیا جاتا ہے کہ تناسل کی ابتدا ایک ہی شخص سے جسے کیومرث گل شاہ (یعنی دھرتی

Marfat.com

کا راجا) کہتے ہیں۔ یہ چالیس سال تک زندہ رہا۔"

۳۸۸- الطبری ۱/ ۷۳

۳۸۹- الطبری ۱/ ۷۴

۳۹۰- حمزہ / ۱۲

۳۹۱- الطبری ۱/ ۷۶- ۷۷

۳۹۲- الطبری ۱/ ۸۶

۳۹۳- الطبری ۱/ ۸۶ وبعد

۳۹۴- ابن سعد ۶/ ۲۴۹- الارشاد ۷/ ۲۵۰ وبعد تاریخ بغداد ۱۴/ ۴۵-
تہذیب ۹/ ۲۶۶- طبقات الحفاظ ۱/ ۳۱۴

۳۹۵- لسان المیزان ۶/ ۱۹۶

۳۹۶- الفہرست / ۱۴۰ وبعد لسان المیزان ۶/ ۱۹۷

۳۹۷ نولدیکی x x vii (حوالہ ماسبق)

۳۹۸- الطبری ۱/ ۹۸ وبعد- الثعالبی: غرر اخبار ملوک الفرس و سیرہم/ ۱۸ وبعد

۳۹۹- الفہرست/ ۱۴۱- اس میں "حی الضحاک" لکھا ہوا ہے جو بظاہر کاتب کا تصرف ہے۔ رک: الاصنام تحقیق احمد زکی پاشا/ ۷۳

۴۰۰- ابنائے فارس سے وہ لوگ مراد ہیں جو یمن کو حبشیوں کے اقتدار سے آزاد کرانے آئے تھے Ency. I, p 72 نولدیکی (حوالہ ماسبق)/ ۲۲۰-

۴۰۱- الفہرست/ ۱۴۱

۴۰۲- الفہرست نیز الاصنام/ ۷۴

Marfat.com

۴۰۳۔ الفہرست / ۱۴۱ "کتاب الیمن وامر سیف بن ذی یزن" الاصنام / ۷۲

۴۰۴۔ کتاب ملوک الیمن من التبابعہ۔ الفہرست / ۱۴۱، الاصنام / ۷۱

۴۰۵۔ کتاب امثال حمیر الفہرست / ۱۴۱، الاصنام / ۷۲

۴۰۶۔ الفہرست / ۱۴۱۔ الاصنام / ۷۲

۴۰۷۔ الطبری ۲ / ۹۴

۴۰۸۔ الطبری ۲ / ۸۹

۴۰۹۔ الاصنام / ۷۱

۴۱۰۔ الاصنام / ۷۴

۴۱۱۔ طبری ۲ / ۱۴۶

۴۱۲۔ الارشاد ۲ / ۲۳۲۔ ۲۳۳

۴۱۳۔ الطبری ۲ / ۱۴۰

۴۱۴ خداینامہ، خدانیامۃ، خدنامہ فی السیر۔ الفہرست / ۱۷۲
"خداینامہ وہی کتاب ہے جو فارسی سے عربی میں منتقل ہونے کے بعد "تاریخ ملوک الفرس" کے نام سے موسوم ہوئی۔" (حمزہ / ۱۵)
خدای نامہ جدید فارسی میں اور خداینامک و خدنامک پہلوی میں اس کا نام ہے Ency of islam vol VI. p. 180

۴۱۵۔ الفہرست / ۱۷۲

۴۱۶۔ الفہرست نیز سراج الملوک للطرطوشی / ۱۱۸ طبع بولاق ۱۲۸۹ھ

۴۱۷۔ الفہرست بروکلمان ضمیمہ ۱ / ۲۳۵

Marfat.com

۴۱۸- الفہرست / ۱۰۲ - اس کی دوسری کتابوں کے نام بروکلمان ضمیمہ ۱ / ۲۲۴-
۲۲۵ میں ملیں گے۔

۴۱۹- الفہرست / ۱۰۲

۴۲۰- التنبیہ والاشراف / ۷۶-۷۷

۴۲۱-
CHRISTENSEN (Arthur): L' Iran Sous les Sassanides Copenhague 1936. p. 34. BROCKLEMANN I S 151, Suppl I. 8. 235

۴۲۲- فہرست تاریخ الطبری (دی غوے) ۵۶۷

۴۲۳ الفہرست / ۷۷-۱۰ السمعانی: انساب ورق ۴۴۳ - الف - یاقوت: ارشاد ۱ / ۱۶۰ تاریخ بغداد ۱۰ / ۱۷۰ الیافعی: مرآۃ ۲ / ۱۹۱ - العماد: شذرات الذہب ۲ / ۱۶۹ السیوطی: بغیۃ الوعاۃ / ۲۹۱

۴۲۴- عیون الاخبار (طبع دارالکتب المصریہ، قاہرہ ۱۹۲۵ء) اس کے چار حصے ۱۸۹۸ء - ۱۹۰۸ء کے درمیان یورپ میں طبع ہوئے تھے۔

۴۲۵- ملاحظہ ہو: فیروز بن یزدگرد بن بہرام کی شہر بلخ کی جنگ اور اخشنوار بادشاہ سے اس کی لڑائیوں کا حال (عیون الاخبار ۱ / ۱۱۰) پھر ان کا مقابلہ الطبری کے بیان سے کیجیے۔ (الطبری ۲ / ۸۳)

۴۲۶- الطبری ۲ / ۸۳

۴۲۷- الطبری ۲ / ۱۲

۴۲۸- المعارف، ۲۶، ۲۸۵

۴۲۹-
BROCKELMANN Suppl. I p. 164 Catalogus codd Mss. in Museo Britan. NICOASSERANTUK

Marfat.com

PARS II GOOD ARAB AMPLECKENS,

3 vols London. 1846, 1879. Nr. 904. 1279.

۴۳۰-BROCKELMANN: Suppl. I. p. 164 PERTSCH W Die Arabischen Mss der Herzoglichen Bibliothek zu Gotha B.D.-4 Gotha, 1877, 1892. Number 39-4

۴۳۱- ورق نمبر ۲۶۷ مخطوطات برٹش میوزیم۔

۴۳۲- مخطوطہ برٹش میوزیم۔ ورق اوّل۔ (اس کا عکس المجمع العلمی العراقی میں محفوظ ہے)

۴۳۳- مخطوطہ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ شاید ابو البختری مراد ہے جو قاضی اور فقیہہ تھا بظاہر کاتب سے 'خ' کا نقطہ رہ گیا اور یہ 'ح' پڑھ لی گئی۔ آئندہ اس کے نام پر بحث ہو گی۔

۴۳۴- ابو البحتری، اصل میں یوں ہی لکھا ہے۔ صحیح خائے معجمہ سے ابو البختری ہے۔ دیکھیے مخطوطہ ورق ایک سطر ۳۔

۴۳۵- ورق ۱۱ سطر ۱۰

۴۳۶- ایضاً سطر ۱۸

۴۳۷- مخطوطہ برٹش میوزیم ورق ۱۲

۴۳۸- ایضاً ورق ۱۴

۴۳۹- ایضاً ورق ۱۲

۴۴۰- ایضاً ورق ۲۴

۴۴۵ الشعبی نے کہا: "مجھے عمان کے ایک شخص نے بتایا۔۔" ورق ۵۰/

Marfat.com

نے کہا، مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جو کھدائی میں موجود تھا . . . . "
ورق ۹۹ "الشعبی نے کہا: مجھ سے ایک بددتے بیان کیا..." ورق ۱۲۷

۴۴۶- ورق ۱۸۵

۴۴۷- بروکلمان ضمیمہ ۱/۱۶۴ الوفیات ۱/۳۶۴

۴۴۸- الفہرست /۸۲

۴۴۹- الوفیات ۱/۳۶۴-۳۶۵

۴۵۰- بروکلمان ضمیمہ ۱/۱۶۲

۴۵۱- الطبری ۲/۱۴۶

۴۵۲- فہرست الطبری (دی خوے) ۴۵

۴۵۳- ایضاً / ۳۷۱

۴۵۴- الوفیات ۲/۲۴۰

۴۵۵- لسان المیزان ۶/۲۳۱ و بعد "ابوالبختری بہ فتح اوّل سکون دوم فتح سوم - یہ بختره سے ماخوذ ہے جس کے معنی وہ ہیں جو عربی میں خیلاء کے ہیں (ناز نخروں والی) اکثر لوگ اس کی تصحیف کرکے البحتری پڑھتے ہیں" الوفیات ۲/۲۴۱

۴۵۶- الوفیات ۲/۲۴۰

۴۵۷- تذکرة الحفاظ ۱/۷۴- الوفیات ۱/۳۰۱

۴۵۸- تہذیب التہذیب ۵/۶۷

۴۵۹- فہرست الطبری /۲۷۱

Marfat.com

۴۶۰۔ الطبری (طبع لیدن) ۱۳/
۴۶۱۔ الطبری / ۲۹۶ - ۳۱۶
۴۶۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۱۹۹
۴۶۳۔ الطبری / ۲۹۸
۴۶۴۔ الطبری / ۲۰۰
۴۶۵۔ مروج الذہب ۱ / ۵
۴۶۶۔ تاریخ طبری (طبع ثانی) / ۱۱۲۷- ۱۱۲۹۔ وفیات الاعیان / ۱۰۲
۴۶۷۔ الاغانی (طبع مصر) / فہرست الاسماء
۴۶۸۔ زیدان : آداب اللغۃ العربیہ ۲/۱۳۱ Ency. of Islam II, 404
۴۶۹۔ ابن الاثیر : الکامل ۴/ ۲۰۵
۴۷۰۔ الفہرست / ۱۳۸
۴۷۱۔ Ency. of Islam II. 1084
۴۷۲۔ ایضاً
۴۷۳۔ ابن قتیبہ : المعارف / ۴
۴۷۴۔ متوفی ۲۸۲ھ ۔ الفہرست / ۱۳۸
۴۷۵۔ العماد : الشذرات ۳/۲۴۶ - الدمیری : الحیوان ۱ / ۱۶۳ -
ابن خلکان : الوفیات ۱ / ۳۶۵

Ency of Islam II, p. 73 WUSTENFELD Gesch. No 191 BROCKELMANN I.S. 284 Supplement I, S 499

Marfat.com

۴۷۶- غرر اخبار الملوک الفرس وسیرہم

(H. ZOTENBERG)

Historie des Rois des Perses Par Abou Mansour Abd al-Malik al-Tha'alibi. Texle Arabe. Public et Traduit Par H. Zotenberg Paris. M.D. CCCC

۴۷۷- حاجی خلیفہ اس کی وفات ۳۰۰ھ میں بتاتا ہے۔ رک: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/ ۳۹۸- بروکلمان ۱/ ۲۲۵ ضمیمہ ۱/ ۴۰۴

۴۷۸- Ency. Vol. II, p. 398 de Goeje. Bibl. Geogr Arab VI

۴۷۹- الفہرست / ۲۱۲ - ۲۱۳

۴۸۰- الفہرست / ۲۱۳- ابن الندیم نے اس کی تصانیف میں کتاب السیاستہ، کتاب المسالک والممالک، کتاب ادب الملوک اور کتاب الدلالۃ علی اسرار الغنا، گنائی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔ یہ یعقوب بن اسحاق الکندی کا دوست تھا۔ بغداد کا محکمہ احتساب اس سے متعلق تھا۔ یہ فلسفہ میں بھی اہم حیثیت رکھتا ہے۔ فلسفہ و اخبار کے موضوعات پر اس کی متعدد اچھی تصانیف ہیں۔ (المروج ۴/ ۱۹۲) نشوار المحاضرہ / ۶۵- الاغانی جلد ۱۹/

Supplement I.S. 404 Ency II. p 398
BROCKELMANN Suppl I.S 404

۴۸۱- نشوار المحاضرہ / ۱۵

۴۸۲- ابن خردانبہ اپنی کتاب "کتاب التاریخ میں ذکر کرتا ہے"۔ غرر اخبار الفرس / ۱۳۰

Marfat.com

۴۸۳۔ بروکلمان (ضمیمہ) / ۴۰۴۔ رسالۃ الغفران ۲ / ۷۹

۴۸۴۔ کتاب الاغانی ۵ / ۱۵۶ ؛ (طبع دار الکتب المصریہ) ۵ / ۳ (طبع مطبع التقدم نسخہ الشنقیطی)

۴۸۵۔ "ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خرداذبہ اپنی کتاب المسالک و الممالک میں کہتا ہے، جو ہمارے زمانے کے عوام و خواص میں مقبول ترین اور اہم کتاب ہے..." التنبیہ الاشراف / ۷۵ (طبع لیدن)۔ الاغانی ۵ / ۱۰۰ (طبع دار الکتب المصریہ)۔

۴۸۶۔ بروکلمان (ضمیمہ) / ۴۰۲

۴۸۷۔ المروج ۴ / ۱۵۷

۴۸۸۔ الغرر / ۱۳۰

۴۸۹۔ الغرر / ۲۵۷

۴۹۰۔ مصادر / ۲۷۸

۴۹۱۔ ایضاً / ۴۱۵، ۴۴۴، ۴۵۸

۴۹۲۔ "حمزۃ الاصبہانی کا خیال ہے کہ لفظ برید دنب برید کا معرب ہے۔" الغرر / ۳۹۸

۴۹۳۔ الارشاد ۳ / ۸۲

۴۹۴۔ بروکلمان (ضمیمہ) / ۲۲۱۔ حمزہ کی تصانیف میں ایک درجن کتابوں کے نام مجھے معلوم ہوئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں "دیوان ابی نواس، کتاب الخصائص والموازنہ بین العربیہ والفارسیہ، رسالہ فی الاشعار

Marfat.com

السائرہ فی النیروز والمہرجان ۔" (حمزہ بن الحسن الاصبہانی نے اپنے رسالہ فی الاشعار السائرہ فی النیروز والمہرجان میں اس کا ذکر کیا ہے ۔"
البیرونی : الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ /۳۱)

۴۹۵-
E. MITTOWOCH in Mittei d. Semi f. Orient Sprachen 1909 Abt. II, 109 (XII, 1-60) See Litter Tati. Hamza. Ency. II, p 256

۴۹۶- الغرر / ۵۰۱

۴۹۷- بروکلمان (ضمیمہ) / ۲۲۲

۴۹۸- الغرر / ۱۰، ۳۵۸

۴۹۹- الغرر / ۲۶۳، ۴۵۷

۵۰۰-
BROWNE: A Literary History of Persia, II, p 129

NOLDEKE: Iranni Natio II, S. 150

۵۰۱- الآثار الباقیہ / ۹۹ (طبع سخاؤ) E. SACHAU, Leipzig, 1878

۵۰۲- حمزہ / ۱۵

۵۰۳- حمزہ / ۹، ۱۰

۵۰۴- حمزہ / ۱۹

۵۰۵- حمزہ / ۱۵

۵۰۶-
Encyclopaedia of Islam vol. IV p 180 NOLDEKE Geschi der Perper und Araber S XXI

۵۰۷- اخبار عبید بن شریہ الجرھمی فی اخبار الیمن واشعارہا وانسابہا (طبع حیدرآباد دکن)

Marfat.com

۵۰۸۔ التنبیہ والاشراف (طبع الصاوی) /۹۳
۵۰۹۔ کتاب آئین نامہ الفہرست /۱۷۲، "الآئین" کے عیون الاخبار
جلد اول / ۲۸
۵۱۰۔ بروکلمان ضمیمہ / ۲۳۵
۵۱۱۔ الفہرست /۷۷ طبع یورپ السمعانی: الانساب۔ ورق ۴۴۳۔ الف
یاقوت: الارشاد ۱/ ۱۶۰ ومابعد۔ تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۷۰۔ بروکلمان:
ضمیمہ / ۱۸۵۔ ۱۸۴۔
۵۱۲۔ عیون الاخبار ۱ / ۲۰، ۶۲ ۔ ۳ / ۲۲۱، ۲۷۸، ۴ / ۵۹۰
۵۱۳۔ التنبیہ والاشراف ۔/ ۹۲، ۱۴۹ طبع Carra de Vaux
۵۱۴۔ الفرد ۔/ ۱۲
۵۱۵۔ بروکلمان ضمیمہ / ۲۳۵
KICHTER: Studien S. 50-51 Z.D.M.G. S 126-128

۵۱۶۔ الفہرست ۔/ ۱۷۲
۵۱۷۔ التنبیہ والاشراف / ۹۱
۵۱۸۔ ARTHUR CHRISTENSEN L' Iran Sources Sassanides p. 75
۵۱۹۔ الفہرست / ۱۷۲
۵۲۰۔ بروکلمان ضمیمہ / ۲۳۵ ، نولدیکی / ۳۶۱ ، ۳۸۲
۵۲۱۔ عیون الاخبار میں اس کا نام بارہ جگہ آیا ہے۔
۵۲۲۔ ARTHUR CHRISTENSEN

Marfat.com

۵۲۳- الطبری ۲/ ۱۳۷

۵۲۴- الطبری ۲/ ۱۵۹!

۵۲۵-
BROCKELMANN Suppl I.S 2 INOSTRANNYEN
Iranian Influence p 72 F. GABRILL Riv Degli Studi
Orientali XI p. 292

۵۲۶- الحیوان ۱/ ۷

۵۲۷- الطبری ۲/ ۹۱ ومابعد- فہرست تاریخ الطبری (عمل دی غویہ)
۱۰/ ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۷

۵۲۸- ص ۵۹۶ ومابعد

۵۲۹- بروکلمان (ضمیمہ) ۲۳۵

۵۳۰- ایضاً / ۲۳۷

۵۳۱- حمزہ / ۱۵

۵۳۲- الفہرست / ۱۸۵

۵۳۳- بروکلمان (ضمیمہ) / ۲۳۷- انسائیکلوپیڈیا جلد ۴/ ۳۵؟

۵۳۴- الفہرست / ۴۲۴ ومابعد

۵۳۵- الفہرست / ۱۴۲ "کتاب ملوھر و بوذاسف" بروکلمان ضمیمہ ۲۲۹
GOLDZIHER Verh des VII Inter. Cong Wien 1888

۵۳۶- بروکلمان (ضمیمہ ۲۳۹

J.H. DUNNE: 1-51. Encyclopaedia of Islam 1, 541

Marfat.com

KRIYMSKI Aban Lahikji Manicheist Poet Moscow

1913 pp 9-11, 47-49

۵۳۸- الخزر/ ۹۰، ۲۰۰

۵۳۹ نواح مجیدہ من الثقافۃ الاسلامیہ/ ۱۳۳

۵۴۰-

KARN\MKE Artachshatr-i-Papkan Encyclopaedia of Islam vol II p. 180 Bombay 1896, 1899, 1900

ترجمہ طبع نو امریکی مقدمہ تحقیق نشستہ

۵۴۱- المروج ۱/ ۱۹۱- ۱۹۲

۵۴۲- المروج ۱/ ۱۰۲

۵۴۳- الدینوری: الاخبار الطوال/ ۴۴

Fncyclopaedia vol IV p 181 NOLDEKE

Geschichte der Perser und Araber p 326

۵۴۴- ابوعبیدہ سنہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔ ایک قول سنہ ۲۰۹ھ کا آتا ہے۔ ابوسعید کا بیان سنہ ۲۰۸ھ ہے اور دوسرے نے سنہ ۲۱۰ھ کی لکھا ہے: الفہرست/ ۷۹ و مابعد، تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۵۲ و مابعد، الارشاد ۷/ ۱۶۴۔ الذہبی: طبقات الحفاظ جلد ۱/ ۳۳۸، الیافعی: مرآۃ ۲/ ۴۴ و مابعد۔ السیوطی: البغیہ/ ۳۱۵۔ ابن العماد: شذرات الذہب ۲/ ۲۴۔ بروکلمان ۱/ ۱۰۲، ضمیمہ ۱/ ۱۶۲

۵۴۵- فہرست تاریخ الطبری (عمل دی خویہ)/ ۳۷۱

Marfat.com

۵۴۶- المروج ۱ / ۱۴۶

۵۴۷- المروج ۱ / ۱۵۷، ۱۷۶

۵۴۸- الفہرست / ۸۰

۵۴۹- بروکلمان (ضمیمہ) / ۱۶۲- انسائیکلوپیڈیا جلد اول / ۱۱۲- گولڈزیہر / ۱۹۶

۵۵۰- الوفیات ۱ / ۱۴۰

۵۵۱- الطبری ۲ / ۱۴۶ ۱۵۲

۵۵۲- الطبری ۲ / ۱۴۶!

۵۵۳- الفہرست / ۱۴۱ء

۵۵۴- الاغانی ۲۰ / ۱۳۲ (طبع بولاق)

۵۵۵- الاغانی ۲ / ۹۷، ۱۰۵ (مطبع دار الکتب المصریہ)

۵۵۶- ابن خلکان: الوفیات ۱ / ۴۱۸ ومابعد- ابن الندیم نے اس کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے- الفہرست / ۱۲۴- یوھان فک: العربیہ / ۱۴۱ بروکلمان (ضمیمہ) / ۱۸۹

۵۵۷- الاغانی ۲ / ۱۴۰ (طبع دار الکتب المصریہ)

۵۵۸- الفہرست / ۱۱۷- یاقوت: الارشاد ۲ / ۶۲

۵۵۹- تاریخ بغداد ۷ / ۲۹۶- السیوطی: البغیہ / ۲۰۸ الآمدی: المؤتلف / ۱۴۸، بروکلمان / ۱۰۸- ضمیمہ / ۱۶۸

۵۶۰- بروکلمان / ۱۰۵، ضمیمہ / ۱۶۵

۵۶۱- الفہرست / ۱۵۵

Marfat.com

۵۶۲- الاغانی ۲۰/۱۳۲- تاریخ بغداد ۲/۲۷۷- یاقوت: الارشاد ۶/۳-۱۰۲
السیوطی: البغیہ/۲۹- اس کی کچھ تصانیف دریافت ہوئی ہیں -
بروکلمان/۱۰۵، ضمیمہ/۱۶۵-

۵۶۳- الفہرست/۱۰۲، ۱۰۳- تاریخ بغداد ۵/۱۸۳- یاقوت: الارشاد-
۷/۵- الیافعی: مرآۃ ۲/۱۰۶- البغیہ/۴۲

۵۶۴- الطبری ۲/۱۶۲

۵۶۵- ابن خلکان: الوفیات ۱/۲۰۵ ومابعد

۵۶۶- الفہرست/۱۳۴ ومابعد

۵۶۷- یاقوت: الارشاد ۴/۱۴۰- ابن خلکان: الوفیات ۱/۲۰۵ ومابعد

۵۶۸- الارشاد ۴/۱۴۰

۵۶۹- مروج الذہب ۱/۱۹۹

۵۷۰- الفہرست/۸۰- الوفیات ۲/۴۰

۵۷۱- المروج ۱/۲۴۱

۵۷۲- التنبیہ/۹۰ نیز بروکلمان (ضمیمہ)/۱۶۲

۵۷۳- التنبیہ/۱۸۰

۵۷۴- ایضاً/۲۰

۵۷۵- المروج ۱/۱۸۹

۵۷۶- الفہرست ۱۴۵- الوفیات ۲/۲۶۹ وبعد، الارشاد ۷/۲۶۰،
الیافعی، المرآۃ ۲/۳۲- الخطیب، تاریخ بغداد ۱۴/۵۰- الصفدی،
الوافی ۱/۵۱

Marfat.com

۵۷۷- الفہرست / ۱۴۵، الوفیات ۲/ ۲۶۹

۵۷۸- تاریخ طبری (فہرست) مرتبہ دی غوے / ۶۱۹

۵۷۹- التنبیہ / ۱۷۷

۵۸۰- الفہرست / ۱۴۵

۵۸۱- التنبیہ / ۳۰۷

۵۸۲- الفہرست / ۱۴۶

۵۸۳- التہذیب ۴/ ۲۹۵

۵۸۴- الفہرست / ۱۲۰

۵۸۵- التہذیب ۴/ ۲۹۵

۵۸۶- فہرست، انسبرٹی / ۲۶۲

۵۸۷- التہذیب ۱۱/ ۵۱

۵۸۸- الفہرست / ۱۳۷- طبری نے اس کا ذکر تو کیا ہے نام نہیں لکھا- دیکھو جلد ۲/۱۶۳- فتح حمص بروکلمان (ضمیمہ) ۲۱۳-۲۱۴

۵۸۹- التہذیب ۴/ ۲۹۵

۵۹۰- الفہرست / ۱۳۷

۵۹۱- بروکلمان ضمیمہ / ۲۱۴

۵۹۲- الطبری طبع ثالث / ۲۷۶- طبع لیدن- حوادث ۱۴۵ھ

۵۹۳- الطبری ۲/ ۱۴۴ (طبع مصر) طبع لیدن- طبع اول/ ۱۱۹۷، ۱۸۴۵

۵۹۴- لسان المیزان ۳/ ۱۴۴، میزان الاعتدال ۱/ ۴۷۴

Marfat.com

۵۹۵- الفہرست / ۱۳۷

۵۹۶- طبع لیدن میں ہے: عبیداللہ بن سعید الزہری، مگر یہ غلط ہے۔ صحیح سعد ہی ہے۔

۵۹۷- تہذیب التہذیب ۷/ ۱۵

۵۹۸- فہرس الطبری / ۳۶۷

۵۹۹- تہذیب التہذیب ۱۱/ ۳۸۰

۶۰۰- الطبری (پہلا اڈیشن) / ۲۹۔

۶۰۱- الطبری / ۱۷۹

۶۰۲- الطبری / ۱۸۲۴ - ۱۸۲۵

۶۰۳- الطبری / ۱۸۴۴، ۱۸۴۵ ۱۸۴۷، ۱۸۴۹

۶۰۴- تہذیب التہذیب / جلد ۷ : ۲۲۴

۶۰۵- فہرس الطبری / ۱۹۸

۶۰۶- علی بن الہیثم البغدادی سے بخاری نے اور محمد بن علی الطبری اور حسین بن اسماعیل المحاملی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۶۴

۶۰۷- لسان المیزان ۲/ ۳۸

۶۰۸- فہرس الطبری / ۴۹۷

۶۰۹- الطبری (پہلا اڈیشن) / ۱۲۸۰

۶۱۰- الطبری / ۷۸۵

۶۱۱- الطبری / ۲۸۴۹، ۲۸۵۸، ۲۹۲۲، ۲۹۴۲

Marfat.com

۶۱۲- الطبری ، ۲۸۵۸

۶۱۳- الطبری / ۲۹۲۲

۶۱۴- الطبری / ۲۹۴۲

۶۱۵- الطبری ۲/ ۲۰ (طبع مطبع حسینیہ مصر)

۶۱۶- زیدان : العرب قبل الاسلام / ۲۰۳

۶۱۷- البلدان ۴/ ۳۳۱

۶۱۸- دیکھو فہرست تاریخ طبری (مرتبہ دی غوے) ، ۱۹، نیز تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء مولفہ حمزہ بن الحسن الاصفہانی / ۴۶

۶۱۹- البلدان ۴/ ۳۲۷

۶۲۰- البلدان ۴/ ۲۳۷ ، اللسان ۱۵/ ۱۵۰

۶۲۱- اس لفظ کے معنی ہیں "اشارہ کرنے والا" یا "کھردرا" "قاموس الکتاب المقدس ۲/ ۱۲۸ ، HASTINGS: p. 235

۶۲۲- ادوم کے معنی ہیں سرخ - یہ عیسیٰ بن اسحٰق کا لقب ہے۔ قاموس الکتاب المقدس ۱/ ۵۳

۶۲۳- قاموس الکتاب المقدس ۱/ ۵۳ HASTINGS p. 203

۶۲۴- البلدان ۴/ ۳۲۰ - اس سلسلے میں دوسری روایات بھی ہیں مگر ان کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے - یہ روم کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ التنبیہ والاشراف / ۱۰۰

۶۲۵- البلدان ۴/ ۳۳۱ - رومیہ ہی روم ہے جسے رومۃ الکبریٰ کہا جاتا ہے

Marfat.com

اس کا ذکر کتب جفر میں ہے اسے رومیس بادشاہ روم نے بنایا تھا۔

تاج العروس ۸ / ۳۲۱

۶۲۶۔ التنبیہ والاشراف / ۱۰۰

۶۲۷۔ طبقات الامم (طبع بیروت ۱۹۱۲ء)

۶۲۸۔ التکوین : الاصحاح العاشر۔ آیہ ۲۔ واخبار ایام الاول : الاصحاح الخامس۔ آیہ ۷ قاموس الکتاب المقدس ۲ / ۵۵۷

۶۲۹- HASTINGS P. 427

۶۳۰۔ حمزۃ الاصفہانی : تاریخ سنی ملوک الارض والأنبیاء / ۵۰-۴۸۔

۶۳۱۔ الطبری ۲ / ۹

۶۳۲۔ الطبری ۲ / ۱۰

۶۳۳۔ الطبری ۲ / ۹

۶۳۴۔ الطبری ۲ / ۱۰

۶۳۵۔ الطبری ۲ / ۲۵ - ۵۶

۶۳۶۔ الفہرست / ۳۲۵

۶۳۷۔ حمزہ / ۵۵ - ۵۶

۶۳۸۔ الفہرست / ۳۴۱

۶۳۹۔ التنبیہ والاشراف / ۱۳۲

۶۴۰۔ التنبیہ / ۱۳۲

۶۴۱۔ المروج ۱ / ۲۶۹

Marfat.com

۶۴۲۔ حمزہ / ۴۸

۶۴۳۔ ایضاً

۶۴۴۔ حمزہ / ۴۷

۶۴۵۔ ابن القفطی / ۱۵۲۔ ابن صاعد / ۵۶۔ ۵۷، ابن خلکان: الوفیات (طبع قاہرہ) ۱ / ۱۱۲۔ بروکلمان / ۲۲۱
SUTER: A.Z.G M.W. vol. 31, X, 28

۶۴۶۔ انسائیکلوپیڈیا / ۹۹

۶۴۷۔ الفہرست / ۳۸۶

۶۴۸۔ طبقات الامم / ۵۶

۶۴۹۔ بروکلمان ۳۹۵

۶۵۰۔ انسائیکلوپیڈیا / ۱۰۰

۶۵۱ PARIS 5902. GARULLAH 1508 BERL. COD ORIENT, SEMINAR 46 Halidef 541. YENI. 1193 MESHXVII, 50, Brockelmann. 395

۶۵۲۔ یہ اس عنوان سے چھپی ہے:
Introduction in Astronomian Albumasaris Octo Centinens. . . . 9. ABUMASAR DE MOGNIS CONJUNCTIONIBUSETENNORUM REVOLUTIONIEUS

۶۵۳۔ UM PROFECTIONIBUS OCTO CENTINENS
TRACTATUS ENCY I, 100

Marfat.com